اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بدر

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتحپوری

نفیس اکیڈمی

اردو بازار۔ کراچی

نام کتاب	ـــــــــــ	غزوۂ بدر
تالیف	ـــــــــــ	محمد احمد باشمیل
مترجم	ـــــــــــ	مولانا اختر فتحپوری
ناشر	ـــــــــــ	نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
ایڈیشن	ـــــــــــ	آفسٹ
طبع اوّل	ـــــــــــ	مارچ سنہ ۸۶ء

فون ۲۱۳۳۰۳

قیمت روپے

مطبوعہ: احمد برادرز پرنٹرز کراچی

عرض ناشر

دنیا کی ہر مہذب اور متمدن زبان میں رسول کریمؐ کی سیرت اور شخصیت پر تفصیل سے کتابیں لکھی گئی
اس سلسلہ میں مواد کے فراہم کرنے میں مولفوں اور مصنفوں کو کن دشواریوں اور پریشانیوں سے گزرنا
ہو گا۔ اس کا اندازہ عام پڑھنے والا مشکل ہی سے کر سکے گا۔ اس کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کے فن
اور سیرت نبوی کے جنگی حصوں پر مکمل اور جامع کتابیں نہیں لکھی گئی ہیں۔ البتہ تمام ہی مورخوں نے اپنی اپنی
نی اور وسعت و مطالعہ کے مطابق سیرت نبوی کے اس اہم پہلو کا احاطہ کرنے کی سعی کی ہے لیکن بعض محققوں
ولفوں نے سیرت نبوی کے جنگی حصہ ہی کو اپنی تحقیق و دریافت کا موضوع بنایا اور اس تعلق سے خاصی اہم
بیں لکھیں۔ ایسے ہی محققوں اور مولفوں میں عربی زبان کے مشہور اور عہد حاضر کے ممتاز اسکالر احمد باشمیل کا
مار ہوتا ہے۔ انہوں نے غزوات نبویؐ پر الگ الگ کتابیں لکھی ہیں، یہی نہیں بلکہ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور
ندہ کے لئے سیرت نبویؐ پر کام کرنے والوں کے لئے نئی راہیں کھول دی ہیں۔ حال ہی میں ہمارے ادارے نفیس اکیڈمی
راچی نے ان کی کئی کتابیں شائع کی ہیں، جن میں صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور جنگ خیبر کو عوام میں انتہائی پسند کیا گیا ہی
ہیں بلکہ ان کی ضرورت اور مانگ بڑھتی جا رہی ہے۔ زیر نظر کتاب جس کا موضوع جنگ بدر ہے، اسے مذکورہ کتابوں سے
پہلے شائع ہونا تھا لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے ہمیں ایسا کرنے میں ناکامی ہوئی۔

ہجرت کے بعد مسلمانوں کا سب سے پہلا غزوہ بدر کے مقام پر لڑی جانے والی جنگ ہے جس کو تاریخ معرکہ بدر
یا غزوۂ بدر سے یاد کرتی ہے۔ اس غزوہ کے موقع پر قریش مدینہ منورہ کو تباہ کرنے اور اسلام کو مٹانے کے لئے اس طرح
باہم اور اکٹھا ہوئے تھے کہ ان کا پورا سراپا لوہے کے ہتھیاروں سے آراستہ تھا اور ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہی تھی، ان کو
اور ان کی فوجی اور جنگی طاقت اور سطوت کو دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس معرکہ میں جس میں صرف تین سو
تیرہ مسلمان شامل تھے اور ان کی تلواریں کند تھیں، ان کے ہتھیار ٹوٹے ہوئے تھے، اپنے سے تین گنا سے زیادہ حریف کے
مقابل کامیاب ہو سکیں گے، مسلمانوں کو ہتھیاروں اور فوجی طاقت پر نہیں بلکہ اللہ پر، اس کے رسولؐ پر اپنے جذبۂ ایمانی
پر اس قدر اعتماد تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو شکست نہیں دے سکتی تھی، یہ مسئلہ آج بھی دنیا کے مورخوں کے لئے حیرت
کا باعث بنا ہوا ہے کہ اتنی کم تعداد میں نہتے اور کمزور ہتھیار رکھنے والے نحیف مسلمانوں نے اتنے بڑے دشمن پر کس طرح
فتح پائی لیکن اس غزوہ نے ساری دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ اگر مسلمانوں میں توحید کا حقیقی جذبہ موجود ہو اور اس کا
دل یقین و ایمان کی دولت سے مالامال ہو تو پھر جیت اس کی ہوتی ہے۔

اس غزوہ سے پہلے خدا کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا تھا، جس میں اس

جنگ میں غزوہ کے لڑائی کے نقشہ کی وضاحت کی گئی تھی۔ اس نقشہ میں کفار کی طاقت اور تعداد کم دکھائی گئی تھی تاکہ مسلمان پس ہمت نہ ہو جائیں۔ جبکہ خدا کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ میں اسی نقشہ کے مطابق اپنی صفیں آراستہ کیں۔ خدائے تعالیٰ سورۂ انفال میں فرماتا ہے۔

"خدا کے احسان کو یاد کرو جب وہ تمہارے خواب میں ان کافروں کو تھوڑا دکھا رہا تھا اور اگر وہ تم کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم ہمت ہار دیتے اور لڑائی کے بارے میں آپس میں اختلاف کرتے رہتے لیکن خدا نے اس سے تمہیں بچا لیا بے شک خدا سینوں کے راز جانتا ہے)

چنانچہ اس غزوہ میں مسلمانوں کو نہ صرف تاریخ ساز کامیابی حاصل رہی بلکہ اسلام کو پھیلنے پھلنے کا پوری طاقت سے موقع ملا۔

احمد باشمیل کی یہ کتاب موضوع کے لحاظ ہی سے منفرد نہیں ہے، بلکہ ان کتابوں سے مختلف ہے جو جنگ بدر پر لکھی گئی ہیں۔ اس سے نہ صرف غزوۂ بدر کی تمام جزئیات سامنے آتی ہیں بلکہ اس وقت کے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد اور جوش ایمانی کا بھی بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مشہور عالم مولانا اختر فتح پوری نے کیا اور اس شائستگی اور سلجھے ہوئے انداز میں کہ ترجمہ پر بھی اصل کا گمان ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ نفیس اکیڈمی کی اصل غرض و غایت، مسلمانوں اور اسلام کی مستند تاریخوں کی جو نایاب اور کم یاب ہیں۔ سامنے لانا ہے، اور اس سے کسی خاص قسم کی منفعت نہیں بلکہ عوام کے ہاتھوں تک مستند اور معتبر لٹریچر جن کو نئی نسل بھول چکی ہے یا بدلتی جا رہی ہے، پہونچانا ہے مجھے امید ہے کہ اس کتاب کو بھی احمد باشمیل کی دوسری کتابوں کی طرح قبول عام حاصل ہوگی۔ (آمین)

ناشر

طارق اقبال گاھندری

فہرست عنوانات

مُقدّمہ ایڈیشن سوم

جنگِ بدر میں اسلام کی فتح

از قلم اللواء الرکن محمود شیث خطّاب ممبر علی اکیڈمی عراق

(۱)

الحمد ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدی ومولای رسول اللہ علی آلہ واصحابہ اجمعین ورضی اللہ عن قادۃ الفتح الاسلامی وجنودہ الع المیا مین ۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین نے مدینہ منورہ کی طرف ہج کرنے تک، اپنی حیاتِ مبارکہ کے عرصہ کو مکہ مکرمہ میں اکیلے ہی جہاد کی خا اسلامی حکومت کی بنیادیں استوار کرنے کے لیے جہادِ اکبر میں گزرا۔ اس دو میں مسلمان بہت سی اذیتوں سے دوچار ہوئے، انھیں دُھتکارا گیا۔ انھیں عذاب دیے گئے اور صرف ربّنا اللہ کہنے پر انھیں ان کے اموال و دیار ناحق طور پر بے دخل کر دیا گیا اور مسلمان اپنے اقرباء کو اپنے دشمنوں کے رحم و کرم پر ایک مستقل خطرہ میں چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مدینہ میں سیّد القادات اور قائد السّادات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے جہادِ اصغر کا دور شروع ہوا۔ اور رفیقِ اعلیٰ سے التحاق تک آپ کی زندگی مد میں توحید کی خاطر جہاد کرتے گزری۔ اور جن مظلوم لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی تھی انھیں اذنِ جہاد دیا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے پس خداتعالیٰ کے سوار، گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ جو دن کو شہسوار اور رات کو

راہب ہوتے تھے۔ مصائب، موتوں کو اٹھائے ہوئے تھے۔ یثرب کے اونٹ تازہ موت کو اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے جن کی پناہ صرف ان کی تلواریں تھیں، نہ ان کی کوئی مدد تھی اور نہ کوئی گھات لگانے والی جماعت تھی۔ یہ قرآن کریم اور ذکرِ الٰہی سے گنگناتے رہتے تھے اور اپنی دعاؤں میں "اے نصرتِ الٰہی قریب آ" دُہراتے رہتے تھے۔

بدر میں، ظلمت کی نور کے ساتھ، کفر کی ایمان کے ساتھ، باطل کی حق کے ساتھ اور جاہلیت کی اسلام کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی۔ پس حق آگیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کو بھاگنا ہی تھا۔ بدر میں دو بے جوڑ گروہوں کے درمیان تباہ کن جنگ ہوئی۔ قلیل گروہ مومن تھا اور کثیر گروہ کافر تھا پس حکمِ الٰہی سے قلیل گروہ کثیر گروہ پر غالب آگیا۔ "ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وّانتم اذلّۃ"

مجھے فیصلہ کن معرکوں میں سے بدر کی طرح کا کوئی فیصلہ کن معرکہ معلوم نہیں، جس میں صحیح عقیدے کو فاسد عقیدے پر فتح حاصل ہوئی ہو۔ پس فتح حاصل کرنے والوں کے لیے اکیلا عقیدہ ہی پہلا اور آخری ہتھیار ہے۔

مشرکین تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ تھے اور بہت اچھی تعداد والے تھے اور اپنے انتظامی معاملات میں بھی مکتفی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اور مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے اور مشرکین کے پاس ایک سو گھوڑے تھے اور مسلمان برہنہ پا، ننگے بدن اور بھوکے تھے۔ اور مشرکین کسی دن دس اور کسی دن نو اونٹ ذبح کرتے تھے۔ اور مسلمان مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور مشرکین قریش سے تعلق رکھتے تھے، یہ عقیدے کی فتح تھی نہ بڑائی کی۔ یہ فتح کیسے ہوئی؟

اسلام نے قلوب و عقول کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدل دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی اور جاں نثاری میں اپنے اصحاب کے لیے ذاتی طور پر ایک شاندار نمونہ تھے۔

جنگ بدر میں مسلمان ایک اونٹ پر تین تین سوار ہوتے تھے، جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آتی تو آپ کے دونوں ساتھی آپ سے کہتے کہ آپ سوار ہو جائیں۔ ہم آپ کی باری بھی پیدل چلیں گے۔ آپ فرماتے "تم دونوں چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں اور مجھے بھی تمھاری طرح اجر کی ضرورت ہے۔"

بدر کے روز جنگ کے گھمسان کے وقت، مشرکین کے تین جوانوں، اور بڈروں نے باہر نکل کر دعوتِ مبارزت دی تو تین انصار ان کے مقابلہ میں نکلے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ہونے والی پہلی جنگ انصار میں ہو۔ آپ نے چاہا کہ جنگ آپ کی قوم اور آپ کے عم زادوں کے درمیان ہو۔ آپ نے فرمایا "اے بنی ہاشم! اٹھو اور اپنے اس حق کے لیے جنگ کرو جس کے ساتھ اللہ نے تمھارے نبی کو بھیجا ہے جبکہ وہ اپنے باطل کے ساتھ تمھارے پاس نور الٰہی کو بجھانے کے لیے آگئے ہیں۔"

خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں اپنے اصحاب کے لیے شجاعت اور اقدام کی شاندار مثالیں پیش کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "بدر کے روز جنگ کے وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنا بچاؤ کرتے تھے اور آپ سب لوگوں سے زیادہ سخت جنگ کرتے تھے اور کوئی شخص آپ سے بڑھ کر مشرکین کے زیادہ قریب نہ تھا۔"

مشرکین کی صفوں کے درہم برہم ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے "سیھزم الجمع و یولون الدبر!"

پس آپ ان کے زخمی کے پاس سے گزرے اور ان کے منتظم کو طلب کیا۔

جنگ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت ان مسلمانوں کے سپرد کردی جو بدر میں حاضر ہوئے تھے اور آپ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا حصہ لیا۔ آپ کے اور کسی دوسرے مسلمان کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ آپ نے راحت و آرام کو ترجیح نہ دی بلکہ آپ نے اپنے جانباز صحابہ کے آگے آگے بہادروں کی طرح جنگ کی اور نہ ہی اپنے اقرباء کو راحت و آرام میں ترجیح دی بلکہ انھیں مقابلہ بازی میں مقدم کیا اور جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی تو آپ کی غنیمت کا حصّہ کسی دوسرے مسلمان سے زائد نہ تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعمال میں اور اقوال میں اپنے صحابہ کے لیے ایک نیک نمونہ تھے اور اقوال و اعمال کے درمیان کس قدر بُعد پایا جاتا ہے، اس کلام میں کوئی نصیحت نہیں پائی جاتی جس کے متکلم کے دل میں اسے عملی جامہ پہنانے کا بھرپور جذبہ موجود نہ ہو، پس وہ دوسروں کے دلوں میں عمل بن جاتا ہے اور کلام باقی نہیں رہتا اور یہ بات سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے اور آپ کی فوج کا معاملہ ہی عجیب ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کی۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات کرائی تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا۔

"میں انصار میں زیادہ مالدار آدمی ہوں۔ میں اپنے مال کو نصف نصف تقسیم کرتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں، ان دونوں میں سے جو تجھے اچھی لگے اس کا نام مجھے بتاؤ میں اسے طلاق دیدوں گا اور جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس سے شادی کرلیں۔"

یہ ایثار کی ایک مثال ہے جو اس مواخات کا ایک نتیجہ ہے۔
بدر کو جاتے ہوئے راستے میں مہاجرین کے ایک آدمی نے کہا:۔
"اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد کی طرف لے جائیں تو ہم وہاں پہنچنے تک آپ کے ساتھ چلیں گے۔"

اور انصار کے ایک آدمی نے کہا:۔
"اے خدا کے نبیؐ! آپ نے جو ارادہ کیا ہے اسے پورا کیجئے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ اس سمندر کی چوڑائی میں پار کرنے کے لیے گھس جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں گھس جائیں گے۔ اور ہم میں سے ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا۔"
اور بدر کے روز حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور آپ کا بیٹا عبدالرحمٰن مشرکین کے ساتھ تھا۔ اور عتبہ بن ربیعہ قریش کے ساتھ تھا اور اس کا بیٹا ابوحذیفہ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ اس معرکہ میں باپوں نے بیٹوں کے ساتھ اور بھائیوں نے بھائیوں کے ساتھ جنگ کی۔ اصولوں نے ان کے درمیان اختلاف ڈال دیا اور تلواروں نے ان کے درمیان فیصلہ کیا۔ بدر کے روز مسلمانوں نے شہادت کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت کی اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے پہلے موت کا متمنّی تھا اور مشرکین کا ہر آدمی چاہتا تھا کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے مرے اور شہید نزع کے وقت یہ الفاظ دہراتا کہ "اے میرے رب! میں نے تیرے پاس آنے میں جلدی کی ہے تاکہ تو راضی ہو جائے"۔
(وعجلتُ الیك ربِّ لترضٰی)

معرکۂ بدر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے قیدیوں کے
م کے متعلق مشورہ طلب کیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔
ں چاہتا ہوں کہ آپ میرے فلاں قریبی کو میرے کنٹرول میں دیدیں، تاکہ میں
ے قتل کر دوں تاکہ اللہ معلوم کرلے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی محبت
ں ہے اور یہ لوگ ان کے بہادر سردار، ائمہ اور لیڈر ہیں۔"

اور بدر کے قیدیوں کا فدیہ چار ہزار کے لگ بھگ تھا اور جس کے پاس
ر نہ تھا اس کا فدیہ یہ تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دے۔

اسی طرح سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی بھوک کے باوجود، دوسروں
اپنے پر ترجیح دیتے تھے اور اپنے عقیدے کو اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں
ر اپنے خاندان اور اموال پر ترجیح دیتے تھے بلکہ اپنے عقیدے کو اپنی جان پر
ں ترجیح دیتے تھے اور شہادت کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت
رتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتا "تمھیں شہادت مبارک ہو"۔ اور جب
وں، بہنوں اور بیویوں کو اپنے قرابتداروں کی شہادت کا پتہ چلتا تو وہ کہتیں
اس خدا کا شکر ہے جس نے انھیں شہادت سے سرفراز فرمایا ہے۔"

یہ لیڈر اور سپاہی مستقبل کے لیے بنیاد رکھ رہے تھے اور علم کو نفل نہیں فرض
سمجھتے تھے اور اسے تجارت نہیں، عبادت سمجھتے تھے اور وسیلہ نہیں، مقصد
سمجھتے تھے۔ وہ خدا کی خاطر بھائی بھائی تھے اور ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی
کے لیے وہی بات پسند کرتا تھا جو اسے اپنے لیے پسند تھی اور وہ سیسہ پلائی
ہوئی دیوار کی طرح ایک دوسرے کی مضبوطی کا باعث تھے اور وہ ایک صحتمند
جسم کی طرح تھے جب اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو باقی جسم بیخوابی
اور بخار سے تلملا اٹھتا ہے۔ یہ لیڈر اور سپاہی بنیاد رکھتے تھے گراتے نہیں تھے۔

تعمیر کرتے تھے، تخریب نہیں کرتے تھے اور کام کرتے تھے، باتیں نہیں کرتے تھے

(۲)

بدر میں مسلمانوں کی فتح، عملاً اسلامی حکومت کی پیدائش کی اطلاع تھی، اس کے بعد مسلمانوں نے طویل صدیوں تک دنیا کی خیر و صلاح، تہذیب و تمدن اور نور کی طرف رہنمائی کی، ان کو یہ فتح اسلام کے ذریعے ہوئی اور اس کے بغیر وہ کبھی فتح یاب نہ ہوں گے۔ اور مسلمانوں کی تاریخ اس امر پر بہترین دلیل ہے۔

جاہلیت میں عرب پراگندہ تھے، اسلام کے ذریعے متحد ہو گئے۔ ایک دوسرے کے دشمن تھے، اسلام نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ وہ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اسلام نے اس سے انھیں بچایا۔ پس عرب اسلام کے ذریعے مضبوط ہو گئے، عظیم حکومت، متحد قوم اور زبردست قوت بن گئے جس سے انھیں عظیم اسلامی فتوحات کا راستہ مل گیا اور عربی مسلمانوں کے جھنڈے دنیا کی رہنمائی کرنے اور لوگوں کو مہذب و متمدن بنانے کے لیے چل پڑے اور اسلامی حکومت شمال میں سائبیریا تک، مغرب میں فرانس تک، مشرق میں چین تک اور جنوب میں بحر اوقیانوس تک پھیل گئی۔

وہ کمزور تھے، اسلام کے ذریعے طاقتور ہو گئے، دشمن تھے، بھائی بھائی بن گئے، غلام تھے فاتح بن گئے۔ پھر ان کے ناخلف جانشین آ گئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے غلام بن گئے، پس وہ غیروں کے محکوم بن گئے، ذلیل ہو گئے اور سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو گئے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ ناخلف مغلوب ہو کر اور باہم ایک دوسرے کی امداد ترک کر کے مشرق و مغرب

بے اصول درآمد کرنے لگے اور غیروں کی وراثت سے عشق کرنے لگے اور اپنی وراثت
حقیر سمجھنے لگے اور اپنے دشمنوں کی تاریخ پڑھنے لگے اور اپنی تاریخ کو پس پشت
پھینکنے لگے، یہاں تک کہ ہم بعض عربوں اور مسلمانوں کو ثقافت وآزادی کے نام پر
وہ کچھ کہتے، لکھتے اور اشاعت کرتے سنتے ہیں جو کچھ اسلام کے دشمن اور مستشرقین بھی کہنے
لکھنے اور اشاعت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ اکثر مستشرقین نے
عربوں اور مسلمانوں کے درمیان اشعاری فکر کے گہرا کرنے میں اپنی کوششیں صرف
کردی ہیں، پس عرب مسلمان مستغربین کا کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اشعاری مبشرین
ایجنٹوں اور ان کے دُم چھلوں نے زندگی سے دین اسلام کو دور رکھنے کے لیے جس
دعوت کی بنیاد رکھی ہے وہ ایک شک پیدا کرنے والی دعوت ہے جس کا مقصد
عربوں کو ان کی حیاتِ معنوی سے دور رکھنا ہے، پس عرب جسم ہے اور اسلام
اس کی روح ہے اور روح کے بغیر جسم کا باقی رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ پس یہ دعوت
جسے انھوں نے فصیح عربی کے بدلے، عامی زبان کے استعمال کے لیے بنایا ہے
ایک شک پیدا کرنے والی دعوت ہے جس کا مقصد عرب قوم کو کئی قومیں بنا دینا
ہے کیونکہ عربی زبان قرآن کریم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فتح کے لیڈروں
سپاہیوں اور خیالات ونظریات کی زبان ہے۔

اور جس دعوت کو ان لوگوں نے عربوں میں ان کے عقیدے اور تقالید کے
خلاف بے حیائی اور بگڑے پن کی اشاعت کے لیے بنایا ہے وہ ایک شک
پیدا کرنے والی دعوت ہے جو اشعاریوں اور عرب کے دشمنوں اور اسرائیل کے سوا
کسی کی خدمت نہیں کرتی اور دیوثوں اور زناکاروں سے یہ امید کیسے کی جائے
کہ وہ شرف وفداکاری کے میدانوں میں اپنی جانیں قربان کریں۔

میں ہر اس انسان کو چیلنج کرتا ہوں جو یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا عقیدہ ہمارے

عقیدے سے افضل ہے اور ان کے جوان ہمارے جوانوں سے بڑے ہیں اور ان کی تاریخ ہماری تاریخ سے شاندار ہے اور ان کا ورثہ ہمارے ورثہ سے اعلیٰ ہے اور جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انھوں نے عسکری، سیاسی اور اقتصادی استعمار کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا ہے پھر وہ اپنے ملک میں فکری استعمار کو راسخ کرنے کے لیے دن رات کام کرتے ہیں، انھوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا کہ استعمار کو ایک تنگ دروازے سے نکال کر محض اپنے ارادے سے ایک وسیع دروازے سے داخل کر لیا ہے۔ ہم استعمار کو نکالتے ہیں پھر اس کے قوانین کا ترجمہ کرتے ہیں اور نصاً اور روحاً ان پر عمل کرتے ہیں۔ پس ہم اپنے ملک میں قانون کے فجور کی اشاعت کرتے ہیں۔ ہم استعمار سے خلاصی حاصل کرتے ہیں۔ پھر اس کے اصولوں کو درآمد کرتے ہیں اور حرفاً حرفاً اس پر عمل کرتے ہیں۔ پس ہم بہتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ چیز کو لے لیتے ہیں۔ ہم استعمار سے جنگ کرتے ہیں۔ پھر ہم اس سے بداخلاقی درآمد کرتے ہیں اور اپنی ترقی پذیر قوم کو خراب کر دیتے ہیں اور ان میں بُرائی اور بے حیائی کی اشاعت کرتے ہیں، اسلام میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اس کے متعلق ہمارے جاہل لوگ کہتے ہیں کہ یہ قدامت پسندی ہے اور رذالت ہے جو بیسویں صدی کی روح کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔

اور بڑی بڑی اشتراکی حکومتوں میں چور کی سزا قتل ہے۔ اس کے متعلق ہمارے جہلاء کہتے ہیں کہ یہ ترقی پسندی ہے اور یہ نمونہ ہے اور یہ بیسویں صدی کی روح کے مطابق ہے۔

پس اس ذلیل گراوٹ کے مفاد کے لیے یا کسی بڑے فکری استعمار کے باعث ہم یہ تکالیف برداشت کر رہے ہیں اور جو لوگ اس بات کے دعویدار ہیں کہ بلند اخلاق اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے سیاسی چال چلن کا شخصی چال چلن کے ساتھ

ئی تعلق نہیں ہوتا تو وہ پورے وہمی اور پورے احمق یا پورے ایجنٹ ہیں۔
اور جو لوگ ہماری قوم میں بے حیائی اور زنخے پن کی اشاعت چاہتے ہیں
استعمار اور اسرائیل کے سوا کسی کی خدمت نہیں کر رہے۔ ہمارا عقیدہ آسمانی وحی
ے مؤید ہے اور ہماری تاریخ اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ ہے اور ہمارے جوان، روحِ
سلام کا عملی ترجمہ ہیں اور ہمارا ورثہ اسلامی نظریات کا نچوڑ ہے جو روئے زمین
ے تمام عقائد، تواریخ، میراث سے ارفع و اعلیٰ، شاندار، صاف، پاکیزہ، بلند اور
بصورت ہے۔
اور میں اس کے خلاف ادّعا کرنے والے کو چیلنج کرتا ہوں، مگر ان کو نہیں جو جاہل،
ی اور ایجنٹ ہیں کیونکہ جہلاء، اغبیاء اور ایجنٹوں کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔ بلا شبہ
ضی، حاضر اور مستقبل کی اساس ہے۔ پس ہم اپنے شاندار ماضی سے بیگانہ نہیں ہو سکتے
لیا کوئی ایسا عقلمند ہے جو عمارت کی بنیاد کا آغاز اس کی چوٹی سے کرے۔ ہم نے
سلام کے ذریعے، عقیدہ و عمل اور جاں نثاری و فداکاری کے لحاظ سے سیادت
ی ہے اور خواہ ہم کس قدر کوششیں کریں اس کے بغیر کبھی بھی سیادت نہ کر سکیں گے
اسلام دنیا کا فخر اور معجزہ ہے۔ ہمیں اس کے ساتھ دشمنانِ اسلام پر حملہ کرنا چاہیئے
دارالاسلام کے تمام مقامات پر رہنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکارو!
تمھیں دشمنانِ اسلام پر اسلام کے ساتھ حملہ کرنا چاہیئے۔ آج کے بعد کوئی آدمی
یہ نہ کہے کہ میں اسلام کا دفاع کر رہا ہوں، اسلام اس بات سے کہیں طاقتور ہے
کہ انسان اس کا دفاع کرے۔

" انّ اللہ یدافع عن الّذین اٰمنوا انّ اللہ لا یحبّ کلّ خوّان کفور۔

اذن للّذین یقاتلون بانّھم ظلموا وانّ اللہ علیٰ نصرھم لقدیر ہ

اسلام میں جاں نثاری و فداکاری کے جو مشقتیں اٹھائی جاتی ہیں ان پر مضبوطی

سے قائم رہو، صرف اسی ذریعہ سے دوبارہ تمہیں دنیا کی قیادت حاصل ہوگی جیسا کہ
اس سے قبل تمہارے اجداد نے کیا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ

ولو ان اھل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السمآء و
الارض ولکن کذبوا فاخذنٰھم بما کانوا یکسبون ؕ

میرے ساتھ وہ الفاظ دہراؤ جو ہمارے مبارک سلف صالح دہرایا کرتے
تھے کہ "اے نصرتِ الٰہی قریب آ"

ہم ہر جگہ پر مسلمانوں کے ساتھ ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوں گے
وہ ہمارے دینی بھائی ہیں اور وہ خدا کی خاطر ہمارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
"انما المؤمنون اخوۃ" ہم پر ان کی مدد واجب ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی
مدد نہیں کرتا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، اسے چاہیئے کہ وہ اسلام کا دعویٰ نہ کرے

اور ہم عامی زبان کا پروپیگنڈہ کرنے والوں، جو جھوٹے شعارات کا مظاہرہ
کرتے ہیں اور جو کچھ چھپاتے ہیں، اس کا اظہار نہیں کرتے، کے مقابلہ میں قرآن
کی زبان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور عرب فاتحین کی زبان
کے ساتھ ہیں۔

اور ہر وہ شخص جو حاکموں اور محکوموں میں سے قرآن کے اصولوں اور قرآن کی
زبان کا ساتھ نہیں دیتا وہ حق سے منحرف ہے اور استعمار اور اسرائیل کے لیے
کام کر رہا ہے خواہ وہ عربیت اور اسلام کا اظہار کرے۔

اور میں ان منحرف حاکموں اور محکوموں کو نصیحت اور انذار کرتے ہوئے وہ
بات کہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے کہ "وسکنتم فی
مساکن الذین ظلموا انفسھم وتبین لکم کیف فعلنا بھم وضربنا لکم الامثال

اللہ تعالیٰ ... عربوں کو بحر اوقیانوس سے لے کر خلیج تک اسلام کے جھنڈے
تلے متحد کر دے اور ان کی وحدت کو ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک مسلمانوں
کی وحدت کے لیے مضبوط بنیاد بنا دے۔ عرب، اسلام کے ساتھ سب کچھ ہیں
اور عرب بغیر اسلام کے کچھ بھی نہیں۔

والحمد للہ کثیرًا وصلی اللہ علیٰ سیدی ومولای رسول اللہ
سید القادات وقائد السادات رجل الرجال وبطل الابطال
ورضی اللہ عن اصحابہ وعن کل من یخدم العرب والاسلام
بامانۃ واخلاص

مقدمۂ مؤلف ایڈیشن دوم

الحمد للہ نستعینہ ونستھدیہ ونعوذبہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا و نصلی ونسلم علی نبینا محمد وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الذین نصروہ فی کل موطن وحین ط

ہماری اس کتاب کی اشاعت، جو اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے، ایک تجربہ تھا جس کی کامیابی نے ہماری حوصلہ افزائی کی کہ ہم نے اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کے متعلق اشاعت کا جو عزم کیا ہوا ہے اسے جاری رکھیں، اس کتاب کا پہلا ایڈیشن محرم ۱۳۸۳ھ میں شائع ہوا۔ اور ابھی اس سال کے شوال کا مہینہ نہیں آیا تھا کہ اس ایڈیشن کے تمام نسخے ختم ہو گئے۔ اس کامیابی نے ہمیں جلد دوسرا ایڈیشن شائع کرنے پر آمادہ کیا جس کے ساتھ ہم نے کئی اضافے کیے جو پہلے ایڈیشن سے دگنے سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کے صفحات ایک سو سا[ٹھ] سے زیادہ نہیں تھے مگر اس ایڈیشن کے صفحات (جیسا کہ قارئین دیکھ رہے ہیں ۲۹۶ تک پہنچ گئے ہیں پس اس کامیابی نے ہماری حوصلہ افزائی کی کہ ہم اپنی کتاب "غزوۂ اُحد" کو جلد شائع کریں جو اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کی دوسری کتاب ہے۔ نیز اس سلسلہ کی تیسری کتاب "غزوۂ احزاب" عنقریب پریس میں چلی جائیگی، انشاءاللہ

فشکرا للہ اولاً و آخراً ولہ الحمد والمنۃ علی ما تفضل بہ علینا من نعمہ الظاہرۃ والباطنۃ ونسالہ تعالیٰ ان یمدنا بعونہ ویسددنا بتوفیقہ وان یحمینا من مضلات الفتن ومزالق الغرور وان یجعل اعمالنا خالصۃ لوجہہ تعالیٰ وان یکون نصیرنا ما دمنا علی الحق ط انہ نعم المولیٰ ونعم النصیر

محمد احمد باشمیل

مکۂ مکرمۃ ... ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ / اگست ۱۹۶۴ء

۳۳۳۳۴۴

مُقدّمہ ایڈیشن اوّل

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد سید المکافحین و امام لمجاھدین و علیٰ آلہ
الطیّبین الطاھرین و اصحابہ الاوفیاء الصامدین ... ؕ

اے اللہ! ہم تجھ سے مدد و توفیق چاہتے ہیں!

ہم نے اللہ کی مدد سے یہ عزم کیا ہے کہ اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے متعلق ایک مفصل تاریخی سلسلہ شروع کریں جس نے اسلامی حکومت کے قیام اور اس کے عقیدہ کی اشاعت اور عالم میں اس کی علمبرداری کی نسبت سے طاقت کے میزان اور تاریخ کے دھارے کو بدل دیا ہے۔

یہ سلسلہ ان عظیم معرکوں پر ہی اکتفا نہیں کرے گا جن میں اسلام کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی تھی جیسا کہ بدر کا عظیم معرکہ ہے بلکہ اس میں ان خوفناک اور مشہور معرکوں کا بھی ذکر ہوگا جن میں مسلمانوں نے حصّہ لیا اور ان میں ان کے دشمنوں کو غلبہ حاصل ہوا جیسا کہ یثرب میں اُحد کا معرکہ ہوا اور فرانس میں بلاط الشّہداء کا معرکہ ہُوا۔

اس سلسلہ کے آغاز کا پہلا مقصد، اسلامی تاریخ کے خزانوں کے اس قیمتی حصّہ سے پردہ اٹھانا ہے (خصوصاً عصری ثقافت کے دانشور نوجوانوں کے سامنے) جو بہادری اور قربانی سے لبریز ہے جس پر بیرونی دشمن، اندرونی گناہگار گروہوں کے ساتھ اتفاق کر کے قابض ہوگیا ہے۔ ان گروہوں کو بیرونی دشمن نے اپنی حکومت کے زمانہ میں چُن لیا تھا اور انھیں تعلیمی و تربیتی کمانوں کے آگے بٹھا دیا تھا اور انھیں صحافتی مرکز اور نشر و اشاعت کی قیادت کا نگران بنا دیا تھا۔

پس انھوں نے سکولوں اور کالجوں میں عظیم تاریخ کے تمام روشن پہلوؤں کو عمداً اور اصراراً مٹا کر ہماری اسلامی تاریخ کے حق میں بہت بڑا جرم کیا ہے خصوصاً بہادری اور فداکاری کے اس پہلو کو، جو ان فیصلہ کن معرکوں میں نمودار ہوا، جن میں ایمان نے کفر کے خلاف حصہ لیا اور عدل نے سرکشی کے خلاف قیادت کی اور جن میں اصول اور عقیدہ کا شرف نمایاں ہوا۔

ہم ہمیشہ سے آج تک دیکھ رہے ہیں کہ یہ گروہ جنھیں غیر ملکیوں نے پسند کیا ہے، وہ ان کے اشارے اور رغبت کے مطابق بہت سے اسلامی علاقوں میں اسلامی پود کے لیے تعلیم و تدریس کے سلیبس بنا رہے ہیں۔ ہاں ہم ہمیشہ سے ان گنہگار گروہوں کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ نئی پود کو ایسا بنا رہے ہیں (تاریخی تحقیق کے مراحل میں) کہ وہ ایسے تاریخی واقعات میں غور و فکر کرنا بھول گئی ہے جن کا ہماری اسلامی تاریخ سے کلیتہً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جب یہ اہم گروہ اسلامی تاریخ سے متعرض ہوتے ہیں تو اکثر انھیں معاملات سے متعرض ہوتے ہیں جن میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف و نزاع پایا جاتا ہے۔ جیسے وہ افسوسناک واقعات جو حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں اور آپکی موت کے بعد ہوئے یا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ[1]

---

[1] معاویہ بن ابی سفیان، صخر بن حرب اموی قرشی پہلے شخص ہیں جنھوں نے شام میں عظیم اموی حکومت کی بنیادیں رکھیں۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ آپ کاتبِ وحی بھی تھے، آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق اپنے بھائی یزید کی کمان میں شام میں رومیوں کے ساتھ جنگ میں ایک دستے کی کمان کی۔ آپ ان فوجوں کے سالار تھے جنھوں نے بیروت، صیداء، عرقہ اور جبیل کو فتح کیا تھا آپ نے حضرت علیؓ کی خلافت میں ان پر خونِ عثمانؓ کی تہمت لگانے کے بعد مسلح جنگ میں بڑے بازو کی قیادت کی۔ مسلمانوں نے ہجرت کے اکتالیسویں سال میں آپ کی خلافت کی بیعت کی۔ یہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ حضرت حسن بن علیؓ آپ کے لیے خلافت سے دستبردار ہو گئے (بقیہ بر صفحہ ۲۵)

ور حضرت عائشہ [۱] اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان ہوئے۔
یہ گروہ ان واقعات کے بیان کو طول دیتے اور ان کے اسباب و مسببات کا فلسفہ بیان کرتے ہیں اور تدریس و تقریر اور مطالعہ میں انھیں طلبہ کے درمیان پھیلاتے ہیں گویا یہ اکیلے ہی اسلامی تاریخ ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) اور فتنہ کی آگ کو بجھانے اور مسلمانوں کے خون کو بچانے کے لیے ان کی بیعت کر لی حضرت معاویہؓ اسلام کے عظیم فاتحین میں سے ایک ہیں، آپ کی فوج کے ہراول دستے شمالی افریقہ میں بحر اطلس تک پہنچ گئے تھے اور آپ ہی کے زمانے میں سوڈان فتح ہوا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے قسطنطنیہ (استنبول) کا بحری اور بری محاصرہ کیا اور آپ ہی نے پہلا اسلامی بحری بیڑا تیار کیا اور آپ ہی وہ پہلے مسلمان حکمران ہیں جنھوں نے بحر ابیض متوسط میں رومیوں کے خلاف پہلی بحری جنگ لڑی اور آپ کے بحری بیڑے نے جزائر کریت، روڈس، قبرص اور ردنیل کے جزائر پر قبضہ کیا۔ بعض مؤرخین کا اندازہ ہے کہ حضرت معاویہ نے جو اسلامی بحری بیڑہ تیار کیا وہ سترہ سو کشتیوں پر مشتمل تھا۔ بہت سے لوگ آپ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی جو اس کا اہل نہیں تھا اور شیعہ کے مطاعن تو شمار سے باہر ہیں اور غلاۃ شیعہ آپ کو کافر سمجھتے ہیں۔ آپ کی وفات ۶۰ھ کو دمشق میں ہوئی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیقؓ تعریف سے بے نیاز ہیں۔ آپ مسلمانوں کی سب سے بڑی فقیہہ اور دین و ادب کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والی تھیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے ۲ھ میں شادی کی۔ آپ نے عورتوں میں سے سب سے زیادہ حدیثیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہیں۔ محدثین نے آپ سے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ حضور علیہ السلام کی بہت چہیتی تھیں۔ آپ جنگ جمل میں شامل ہوئیں اور حضرت عثمان کے قاتلوں کو ملامت کرنے والوں میں سے تھیں۔

آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی۔

ہم باقی تمام روشن پہلوؤں کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں جو مسلم نوجوانوں کو قرآن کے جھنڈے تلے مردانگی، فداکاری اور استقامت کے ساتھ چلنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک سوچا سمجھا تخریبی عمل ہے جس پر یہ گناہگار گروہ دسیوں سالوں سے مدرسوں اور یونیورسٹیوں میں عمل پیرا ہے۔ تاکہ ثقافتی اور فکری استعمار کے ستونوں کو مضبوطی سے قائم کریں جو سب سے بڑا استعمار ہے۔ جس کے متعلق دشمنوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ سیاسی استعمار کا جانشین ہو۔ جو سب سے چھوٹا استعمار ہے... اور عملاً یہی بات اس وقت رونما ہوئی جب غیر ملکی اپنی طاقت کے ساتھ اکثر اسلامی علاقوں سے کوچ کر گیا۔

اسلامی تاریخ کو چھوڑ دینے کا مقصد... سوائے اس کے کہ کوئی نادر واقعہ ہو یا مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہونا ہو یا کوئی بے حیائی کا واقعہ ہو یا ان کے بعض حکام کا بہلاوا ہو... مسلمان نوجوانوں کے درمیان اور ان کے اسلاف کی شاندار اور روشن تاریخ کے درمیان تعلق کو قطع کر دیتا ہے جس سے اسلام سے کینہ رکھنے والا غیر ملکی ڈرتا ہے کہ کہیں اس تاریخ کو دیکھنے سے مسلمان نوجوان ان مبارک بہادروں اور روشن رو بہادروں کی اقتدا کرنا نہ شروع کر دیں۔ جنہیں اسلام غاروں اور وادیوں کی گہرائیوں سے برہنہ پا، برہنہ بدنوں کی طرح کھینچ لایا تھا۔ پھر اس نے انھیں دایمان کی بھٹی میں پگھلانے کے بعد دنیا کی قیادت کے تختہ پر بٹھا دیا۔ پس انھوں نے اسلام کے ساتھ اور اسلام نے ان کے ساتھ ایک تاریخ بنائی جس جیسی عظیم پاک اور روشن تاریخ دنیا نے آدم سے لے کر آج تک نہیں دیکھی۔ اگر استاد اپنے مدرسہ میں اور پرنسپل اپنی یونیورسٹی میں اس تاریخ کا اہتمام کرتے تو یہ مدارس اور یونیورسٹیاں ہمیں ایسے نوجوان مہیا کرتیں جو اپنے عقیدے میں قوی، اخلاق میں متین، بہادری میں عظیم، استقامت میں یکتا اور قیادت میں کامیاب ہوتے۔ یہ

نوجوان، ابوبکرؓ کے صدق، عمرؓ کے عدل، عثمانؓ کی شرافت، علیؓ کی بسالت، خالدؓ کی شہسواری، عمروؓ کی دانائی، معاویہؓ کے حلم اور ابن زبیرؓ کے اقدام کے جامع ہوتے۔

اور جب ہمارے لیے تمام اسلامی علاقوں میں یہ مشکل پیدا کر دی گئی جس کا ہم سامنا کر رہے ہیں، اور مشکل اس جوشیلے گروہ کی پیدا کردہ ہے جو اپنا نام ترقی پسند اور آزاد رکھتے ہیں جو اسلام کو شدید نقصان پہنچانے والے اور اس کی تاریخ کو اس کے اصلی دشمنوں سے بھی زیادہ مجروح کرنے والے ہیں، جنھوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں اپنی استعماری ثقافت کے کارخانوں میں چونے دینے شروع کر دیئے تھے بلکہ کینہ توز استعمار کے مقرر کردہ دلالوں نے (ہماری طویل غفلت میں) اس تاریخ کو مسخ کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا اور اس پر ان آدمیوں کے ہاتھوں مٹی ڈلوانے میں کامیاب ہو گئے جو ہماری طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس تدریس کے سلیبسوں میں اس میں سے کچھ چیز باقی نہ رہی سوائے ان حصوں کے جو کچھ بھی مفید نہیں، ہاں ان سے اسلام کے ماضی اور اس کی حکومت کے بانیوں پر عیب لگایا جا سکتا ہے اور اسلامی معرکوں کے سالاروں کو رسوا کیا جا سکتا ہے[1] اور ان کے مقام کو

[1] میں نے ایک دفعہ مجلہ المصور میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق ایک فلمی کہانی پڑھی۔ اس فلم میں سب سے نمایاں واقعہ مالک بن نویرہ کا قتل اور مقتول کی زوجہ نوار کے متعلق حضرت خالد کی دلدادگی تھا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے ابن نویرہ کو ارتدادی جنگوں میں ایک مرتد کی طرح قتل کر کے اس کی بیوی سے شادی کر لی تھی اور سب سے دکھ دہ منظر جو میں نے دیکھا وہ یہ تھا کہ فلم کا ہیرو نہایت نازیبا حالت میں دوسری ہیروئن سے لپٹا ہوا تھا اس لحاظ سے کہ وہ ہیرو خالد بن ولیدؓ بنا ہوا تھا اور ہیروئن نوار بنی ہوئی تھی جو مقتول مالک بن نویرہ کی بیوی تھی، اس طرح استعمار کے چونے اسلامی سالاروں اور بہادروں پر وسیع جنگ مسلط کر دیتے ہیں حتیٰ کہ سینما کی فلموں میں بھی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۸)

گرایا جا سکتا ہے جیسا کہ انھوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن زبیرؓ[۱]، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ[۲] پر ظلم کیا ہے۔ اور ان کے دین و امانت پر طعن کرتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) ان ایجنٹوں کو یہ بات گراں گزری کہ وہ اس فلم کو جنسی جذبات سے الگ کر کے مکمل بہادرانہ کارناموں سے بھرپور کر کے چلائیں پس انھوں نے اس منظر کے ذریعے اسے خراب کر دیا جو اس فلم کی کساد بازاری کا سبب بن گیا۔

(حواشی صفحہ ہذا) [۱] عبداللہ بن زبیر بن العوامؓ جو پہاڑ کی آگ سے بھی زیادہ مشہور ہیں، اپنے زمانے میں قریش کے شہسوار تھے، ان سالاروں میں سے ایک تھے جنھوں نے تونس کی فتح میں شرکت کی تھی، آپ ہی نے وہاں پر رومیوں کے بادشاہ جرجیس کو قتل کیا تھا۔ آپ نے بنی امیہ سے مسئلہ خلافت پر جھگڑا کیا اور یزید بن معاویہ کی موت کے بعد خود خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا اور آپ کو حجاز، مصر، عراق، یمن، خراسان اور شام کے اکثر حصوں پر تسلط حاصل ہو گیا۔ آپ نے امویوں کے ساتھ خوفناک جنگیں لڑیں، آخر کار عبدالملک بن مروان نے آپ پر غلبہ پا لیا اور شامی فوجوں نے حجاج کی کمان میں حرم میں آپ کا محاصرہ کر لیا۔ آپ بہادروں کی طرح لڑے اور قتل ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی اور یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔ آپ ہجرت کے بعد مدینہ میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے۔ آپ کی خلافت نو سال قائم رہی۔

[۲] عمرو بن العاص بن وائل السہمی القرشیؓ "الاعلام" کے مؤلف کا قول ہے کہ آپ عرب کے عظیم آدمیوں عقلمندوں، صاحب الرائے داناؤں اور مدبروں میں سے ایک تھے۔ جاہلیت میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب لوگوں سے زیادہ سختی کرنے والے تھے، آپ نے مسلمانوں کو مبتلائے مصائب کرنے کے لیے حبشہ کی طرف سفر کیا اور نجاشی کے پاس پہنچے مگر کامیاب نہ ہوئے، آپ نے صلح حدیبیہ میں اسلام قبول کیا، آپ اور خالد بن ولید ایک ہی وقت اسلام لائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فوج (ذات السلاسل) کی کمان دی اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ذریعے آپ کو مدد دی۔ پھر آپؐ نے عمان کے علاقے کا آپ کو گورنر مقرر کیا۔ آپ ان چار عظیم سالاروں میں سے ایک ہیں جنھوں نے شام کو فتح کیا تھا۔ فلسطین اور مصر کی فتح کی فضیلت بھی آپ کو حاصل ہے، آپ کو حضرت عمرؓ نے (بقیہ بر صفحہ ۲۹)

کے لیے ان کے دشمنوں کے خیالات کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ہے، جیساکہ انھوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے اس نظریہ کو عمداً طول دے کر بیان کیا ہے جس میں انھوں نے تمام صحابہ کی مخالفت کی ہے جس کی وجہ سے خلیفۂ ثالث نے آپ کو ربذہ کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ اسی طرح انھوں نے ان کہانیوں اور ڈراموں (جن کی اکثریت خود ساختہ ہے) کی تدریس کی بھی اشاعت کی ہے جو بنی امیہ کے بعض خلفاء کے تکبر اور دل لگی کا تصور دیتے ہیں۔ نیز ان سالاروں کو جنھیں صلیبیوں، بُت پرستوں اور مجوسیوں نے ناپسند نہیں کیا، ان سے بڑے اسلامی جانباز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی فوج اور اس کی عسکری طاقت اور سیاسی ہیبت (ان خلفار اور سالاروں کے زمانے میں) اس مقام تک پہنچ چکی تھی جس تک نہ ان سے پہلے کوئی پہنچا ہے اور نہ ان کے بعد۔

پس جب ان کی فوجیں مغربی یورپ کے اندر گھسی ہوئی تھیں، اس وقت (بنی امیہ کے زمانے میں) پانچہزار جانباز، پیرس سے تین سو کیلومیٹر کے فاصلے پر کھڑے تھے اور اموی دمشق کی لاکھوں فوجیں اور ان کے سالار طوفان کی طرح بُت پرستی کے نشانات اور مجوسیت کے آثار کو بہاتے ہوئے مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔

دشمن تثلیث کی طرف سے ان خلفار اور سالاروں کے خلاف جو کینہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) فلسطین اور مصر کی امارت عطا کی اور حضرت عثمانؓ نے آپ کو امارت سے معزول کر دیا۔ فتنہ کے زمانے میں آپ حضرت معاویہؓ کے طرفدار تھے۔ حضرت معاویہؓ کے کام کی تکمیل کے بعد آپ مصر کے حکمران بنے اور ان کی فوتیدگی پر بھی آپ وہاں کے امیر تھے۔ حضرت عمرؓ ان کی عقل و دانش پر انگشت بدنداں تھے۔ جب آپ کسی کو گفتگو میں جلدی کرتا دیکھتے تو فرماتے کہ اس کا اور عمرو بن العاص کا خالق ایک ہی ہے۔ آپ نے ۴۳ھ میں مصر میں وفات پائی۔

بھڑکا یا گیا ہے اس کا یہی سبب ہے اور اسی لیئے کہ ہم صلیبی چوزوں کے درس و تدریس اور نشر و اشاعت میں متمثل دیکھتے ہیں یعنی وہ ان خلفائے اسلام اور عظیم سالاروں پر اعتراض کرتے ہیں جن کی کمان میں اسلام نے مغرب میں صلیبیوں اور مشرق میں مجوسیوں کے خلاف شدید ترین معرکوں میں حصہ لیا تھا۔

مدرسے اور کالج کی کلاسوں میں تاریخ اسلامی کو نظر انداز کرنا یا ان بھونڈے حصوں پر اکتفا کرنا جو اس کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ یہ باتیں دشمن کی خدمت کرتی ہیں اور مسلم نوجوان کو بے رغبت کرتی ہیں بلکہ تاریخ اسلام میں اس کی ناپسندیدگی میں اضافہ کرتی ہیں۔ یہ دشمنانِ اسلام کا انتہائی ہدف ہے جس میں وہ (تخریب کار مسلمانوں کے ذریعے) مسلم نوجوانوں کو صحیح اسلامی نظریہ سے برگشتہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں (سوائے ان لوگوں کے جنھیں اللہ نے بچا لیا ہے اور وہ تھوڑے سے ہی ہیں) اور وہ یورپ اور اس کی تہذیب اور اس کے جوانوں کی عظمت کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اور اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ وہ اسی چیز کو پڑھنے اور اچھا سمجھنے کے لائق سمجھتے ہیں جو یورپ اور صرف یورپ سے درآمد ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب سے ان کی عقل کی آنکھیں کھلی ہیں، نیز تدریس کے طویل مراحل میں انھوں نے بہادرانہ کارناموں، معرکوں اور تہذیب اور فداکاری اور علوم کی تاریخ کے متعلق نہ کچھ سنا ہے اور نہ پڑھا ہے۔ ہاں انھوں نے روشن طرف کے معرکوں اور واٹرلو کی جنگوں اور انتھونی کے بہادرانہ کارناموں اور قلوپطرہ کی محبت اور نپولین کی شجاعت اور ولنگٹن کی ثابت قدمی اور نیلسن کی بسالت اور کرسٹوفر کولمبس کی مہمات اور فراعنہ کی تہذیب اور روما کے تمدن اور یونان کے فلسفہ اور سینٹ ماریا کی نیکی اور جان ڈارک کی عفت وغیرہ کے متعلق پڑھا ہے جس سے طالب علم کے ذہن

میں یہ بات ہی نہیں آتی کہ وہ اپنے دین کی تاریخ اور اس کے جوانوں کے بہادرانہ کارناموں کے واقعات اور اس کے سالاروں کی شجاعت اور اس کے حکام کی پاکیزگی اور اس کے خلفاء کے عدل اور اس کی تہذیب کی روشنی اور اس کے تمدن کی عظمت اور اس کے علماء کی شہرت و شرافت اور اس کے فلاسفہ کی ذہانت کے متعلق کچھ معلوم کرے اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ تاریخ اسلامی سے ظلم کرنے والے یہ لوگ جب تاریخ اسلام کے متعلق گفتگو کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو کلیتہً اسلام کے ذکر سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق اس طرح بات کرتے ہیں گویا وہ محض عمومی تاریخ بیان کر رہے ہیں، گویا اسے ان ہاتھوں نے بنایا ہے جن کا اس دین سے قطعاً کوئی تعلق نہیں

ایک دفعہ میں نے ایک آدمی سے جس نے ان یونیورسٹیوں سے بڑی بڑی ڈگریاں لی ہوئی ہیں، معرکہ ذات الصواری کے متعلق دریافت کیا تو اس نے اس نام سے تعجب کیا اور ہنستے ہوئے کہنے لگا کہ اس نے اس عجیب نام کے معرکے کے متعلق کچھ نہیں سُنا۔ حالانکہ یہ معرکہ، رومی سلطنت اور اسلامی جنگوں کی تاریخ میں ایک اہم اور فیصلہ کن بحری معرکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس معرکہ میں اسلامی بحری بیڑے نے رومی بحری بیڑے کو بُری طرح شکست دی تھی۔ جس کے بعد رومیوں کی طاقت ختم ہو گئی۔ یہ معرکہ حضرت عثمان بن عفّان رضؓ کے زمانے میں امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی کمان میں تونسی پانیوں کے قریب ہوا تھا۔ مگر جب میں نے یونیورسٹی کے اس دانشور سے (جو معرکۃ الصواری سے ناآشنا تھا) روشن طرف[1] کے معرکہ کے متعلق پوچھا تو وہ اس معرکہ کی تفاصیل

---

[1] مشہور بحری معرکہ جو فرانسیسی بحری بیڑے اور برطانوی بحری بیڑے کے درمیان ہسپانوی ساحلوں کے نزدیک نپولین بوناپارٹ کے زمانے میں ۱۸۰۵ء میں ہوا تھا۔

یوں بیان کرنے لگا گویا وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اس معرکہ میں شریک ہوئے تھے اور وہ نیلسن کی بسالت اور اس کی ثابت قدمی کو بیان کرنے لگا اور یہ کہ وہ قیادت کی کشتی پر معرکے کا انتظام کرتے ہوئے کیسے زخمی ہوا اور اٹھارہ جہازوں کے نقصان کے بعد فرانسیسی بحری بیڑے نے کیسے شکست کھائی اور انگریزوں نے کس طرح فرانسیسی بحری بیڑے کے سالار کو قید کیا۔

اسلامی تاریخ سے یہ ناواقفیت اور غیر ملکی تاریخ سے یہ واقفیت صرف جدید کلچر کا نتیجہ ہے جسے ہمارے مسلم نوجوانوں نے اس تعلیمی منصوبے سے اخذ کیا ہے جو دسیوں سالوں سے دشمنانِ اسلام نے بنایا ہے۔

نسأل الله تعالى باسمائه الحسنى و صفاته المثلى ان يثبتنا على ديننا و يأخذ بايدينا للسير على الصراط المستقيم۔ انه على كل شیء قدير ؕ

محمد احمد باشمیل

مكة مكرمة ..... رمضان المبارك ۱۳۸۲ھ ... ۱۹۶۳ء

بدر

بدر، پہلے حرف کی زیر اور دوسرے کے سکون کے ساتھ... عرب کے مشہور [illegible]ں میں سے ایک پانی اور مشہور بازاروں میں سے ایک بازار ہے اور اس جگہ کو [illegible]م اس شخص کے نام پر دیا گیا جس نے سب سے پہلے اس میں کنواں کھودا۔ [illegible]غفار قبیلے کا ایک آدمی تھا جس کا نام بدر بن قریش بن مخلد بن النضر بن کنانہ تھا [illegible]یر بن بکار کہتے ہیں کہ وہ قریش بن الحارث تھا... جس کے نام پر قریش کو قریش [illegible]نام دیا گیا اور یہ نام ان پر غالب آگیا کیونکہ وہ ان کا رہنما اور غلے کا مالک [illegible]ا اور وہ کہا کرتے تھے کہ قریش کا قافلہ آیا ہے اور قریش کا قافلہ چلا گیا ہے [illegible]ر اس کا بیٹا بدر بن قریش تھا، اسی کے نام پر اس جگہ کا نام بدر رکھا گیا جہاں [illegible]مبارک واقعہ ہوا تھا[1]

بدر، مدینہ کے جنوب مغرب میں واقعہ ہے، اس کے اور مدینہ کے درمیان ان [illegible]افلوں کے راستوں پر جن پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلے، تقریباً ایک سو ساٹھ [illegible]یل کا فاصلہ ہے۔

اسی طرح بدر، مکہ کے شمال میں واقع ہے، اس کے اور مکہ کے درمیان، قدیم قافلو کے راستوں پر جن پر مشرکین چلتے تھے، تقریباً دو سو پچاس میل کا فاصلہ ہے۔

آجکل مکہ اور بدر کا درمیانی فاصلہ، بسوں کے راستے سے ۳۴۳ کیلومیٹر ہے اور مدینہ اور بدر کا درمیانی فاصلہ اس راستے سے ۱۵۳ کیلومیٹر ہے۔

اور بدر اور بحر احمر کے ساحل کا درمیانی فاصلہ جو اس کے مغرب میں واقع ہے، تقریباً تیس کیلومیٹر ہے۔

---

[1] عمدۃ الاخبار، ص ۲۳۸

فصل اوّل

معرکہ سے قبل

* مکہ میں اسلام اور بت پرستی کے درمیان کشمکش کا آغاز
* حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ، تشویش، او[ر] ایذا کی جنگ۔
* قریش کا ابوطالب کو خانہ جنگی کے متعلق انتباہ۔
* ابوطالب کا انتباہ کو رد کرنا۔
* بنوہاشم اور بنو مطلب کی اقتصادی ناکہ بندی اور تمدنی بائیکاٹ۔
* ناکہ بندی اور بائیکاٹ کی سیاست کی ناکامی۔

اس معرکہ کی تفاصیل میں داخل ہونے سے قبل ان اہم تبدیلیوں، اور واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے جو اس معرکہ سے قبل رونما ہوئے جن کا اس سے تعلق تھا اور جن میں سے بعض کو اس کے اسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ کے علاقے میں رہے اور جس عقیدے کی اشاعت کا بار اللہ تعالیٰ نے آپ کے کندھوں پر ڈالا تھا آپ اس کی وجہ سے مجاہدانہ اور بہادرانہ رنگ میں لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہے۔

آپ کا جہاد (ان طویل سالوں میں) محض مصالحانہ تھا اس میں آپ نے ہتھیار نہیں اٹھائے اور اسی طرح آپ کی دعوت کے دشمن بھی تمام راستوں کو

اختیار کرتے رہے اور دعوتِ اسلام کی مقاومت کے لیے اس کے تور کی لہر کو اپنی اقوام سے روکنے کے لیے جنگ کے سوا دا ایذار، تہدید، مقاطعہ کے ساتھ، تمام وسائل کو کام میں لاتے رہے۔

شروع شروع میں قریش نے دعوتِ اسلام کے مقابلہ میں اس دعوتِ کریمہ کی آواز کے متعلق تشویش و اضطراب پیدا کرنے کے لیے نشر و اشاعت کے وسائل سے کام لینے پر اکتفا کیا تاکہ وہ کانوں تک نہ پہنچ پائے (اور اگر پہنچ جائے تو غیر حقیقی صورت میں پہنچے)، پس مکہ میں قریش نے بیوقوفوں کی ایک پارٹی تیار کی اور داستان سراؤں اور شعراء کی خدمات حاصل کیں تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمسخر و استہزاء کرنے کے لیے حملے کریں۔ اور آپ کو مضطرب اور تنگ کرنے کی خواہش سے آپ پر سخت اعصابی جنگ وارد کر دیں اور آپ کے پیروکاروں کو اس نیت سے تنگ کریں کہ وہ آپ سے الگ ہو جائیں۔ شروع شروع میں قریش کو ان حملوں میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے الگ کرنے کی قدرت حاصل کر لی۔ قریب تھا کہ انھیں مکمل طور پر الگ کر لیتے۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے جو شدید ترین اذیت پہنچی، وہ یہ تھی کہ آپ ایک روز باہر نکلے اور جو آدمی بھی آپ کو ملا، اس نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو ایذا دی، خواہ وہ آزاد تھا یا غلام، آپ غمگین ہو کر اپنے گھر واپس آ گئے اور تکلیف کی شدت سے چادر اوڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی :- یا ایھا المدثر، قم فانذر۔ الآیۃ"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈانہ حملوں کی تنظیم

بیرونی پروپیگنڈہ کے میدان میں (اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ غیر قریشی لوگوں کو دعوتِ اسلام سے روکنے کے لیے) قریش نے مقابلہ کے لیے جو کام کیے وہ یہ تھے کہ لوگوں کو مشوش اور بے راہ کرنے کے لیے وفود بھیجے اور اس مقابلہ کا اہم کام یہ تھا، کہ قریش ہر سال حج کے اجتماع کے قریب آنے پر منظم جماعتوں کی تشکیل کرتے تاکہ حجاج کے افکار کو پریشان کریں اور ان کے اذہان کو مشوش کریں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و دعوت میں شک پیدا کریں۔

قریش کو تمسخر، استہزاء، دشمنی اور نفرت کی جنگ میں جو مکہ کے اندر ہو رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو روکنے میں ناکامی ہوئی اور آپ اپنی دعوت پر نہایت ثابت قدمی سے قائم رہے۔ اور بجائے اس کے کہ مکہ کے اندر آپ کی دعوت کی سرگرمیاں ماند پڑ جائیں اور معدوم ہو جائیں، (جیساکہ قریش کی خواہش تھی) یہ سرگرمیاں قریشی حلقے سے باہر چلی گئیں اور آپ مختلف عرب قبائل کے حجاج کے وفود سے رابطہ کرنے لگے جو ان دنوں بُت پرست تھے اور ان کے سامنے اپنی دعوت اور اس کے مقاصد کو بیان کرنے لگے اور انھیں حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعوت دینے لگے۔

مکہ کی پارلیمنٹ کا اجتماع

اس لحاظ سے خطرے کا دائرہ وسیع ہو گیا کیونکہ عربوں کے درمیان قریش کا یہ ممتاز روحانی مرکز تھا۔ حجاج کے وفود کے درمیان اس سرگرمی کے بڑھ جانے کے بعد قریش کو خوف محسوس ہوا، اسی وجہ سے مکہ کے بڈھوں نے قریش کی پارلیمنٹ کا اجتماع کرنے میں جلدی کی تاکہ وہ مشورہ کر کے اس بڑھتی ہوئی

سرگرمی کو جسے صاحب دعوت جدیدہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاری رکھے ہوئے ہیں ۔ ایک حد کے اندر رکھنے کے لیے فعال وسائل اختیار کر سکیں جس کو انھوں نے اپنے دین کے لیے خطرہ اور اپنے معبودوں کے لیے گالی تصور کر لیا تھا ۔ پارلیمنٹ میں اکٹھا ہونے والوں نے موقف کے تمام پہلوؤں کو پیش کیا ۔ اور اس پر طویل مناقشہ کیا اور اس کے مختلف حل اور تجاویز سنیں جنھیں بعض سرداروں اور لیڈروں نے پیش کیا تھا ۔

مکہ کی پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر ولید بن مغیرہ مخزومی نے کی جس نے اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :-

"اے گروہِ قریش ! حج کا اجتماع آگیا ہے اور عرب کے وفود اس میں تمھارے پاس آنے والے ہیں ۔ اور تم نے اپنے ساتھی کے معاملے کے متعلق سُن لیا ہے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق) پس اس کے بارے میں ایک رائے پر اتفاق کرو اور اختلاف نہ کرو ۔ اس طرح تم ایکدوسرے کی تکذیب کرو گے اور ایک دوسرے کے قول کو ردّ کرو گے ، لوگوں نے کہا اے ابو عبد شمس ! آپ ہمیں اپنی رائے بتائیں ہم اسی کو اختیار کر لیں گے ، اس نے کہا تم اپنی رائے بتاؤ ، میں سُنتا ہوں ۔ اس موقع پر مقررین نے باری باری اپنی آراء پیش کیں ، ایک نے کہا ، ہم کہیں گے وہ کاہن ہے ، ولید نے کہا ، خدا کی قسم ! وہ کاہن نہیں ہے ۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے ، وہ کاہنوں کی گنگناہٹ اور نہ سجع نہیں ہے ۔ انھوں نے کہا ، ہم کہیں گے وہ مجنون ہے ۔ اس نے کہا وہ مجنون نہیں ہے ہم نے جنون کو دیکھا اور پہچانا ہے پس وہ گلا گھٹا ہوا نہیں اور نہ خلجان اور وسوسہ ہے ، انھوں نے کہا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے ، اس نے کہا ، وہ شاعر نہیں ہے ۔ ہم سب اشعار یعنی رجز ، ہزج ، قریض ، مقبوض اور مبسوط کے واقف

ہیں، انھوں نے کہا ہم کہیں گے وہ ساحر ہے، اس نے کہا وہ ساحر نہیں ہے ہم نے ساحروں اور ان کے سحر کو دیکھا ہے وہ پھونک اور گانٹھ سے نہیں ہے انھوں نے کہا اے ابو عبد شمس! آپ کیا کہتے ہیں، اس نے انھیں صراحت سے کہا، خدا کی قسم! اس کے قول میں حلاوت ہے اور اس کا اصل کھجور کی طرح مضبوط اور خوشگوار ہے اور اس کی فرع، چنا ہوا پھل ہے اور جو کچھ بھی تم اس کے متعلق کہتے ہو اس کے متعلق معلوم ہو گیا ہے کہ وہ باطل ہے پھر ولید نے انھیں کہا کہ :۔

اس کے متعلق قریب ترین قول یہ ہے کہ تم اس کے بارے میں کہو کہ وہ ساحر ہے اور وہ ایسی بات لایا ہے جو سحر ہے جس سے وہ آدمی اور اس کے باپ کے درمیان، آدمی اور اس کے بھائی کے درمیان، آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان اور آدمی اور اس کے خاندان کے درمیان جدائی کروا دیتا ہے۔ اجتماع نے ولید بن مغیرہ کی پیش کردہ تجویز کو متفقہ طور پر قبول کر لیا۔

اضطرابی تنظیمیں اس تجویز کے نفاذ کے لیے قریش نے کچھ مخصوص پارٹیاں منظم کیں اور انھیں ہر اس راستے پر ڈیرے ڈال دینے کا مکلف کیا جس سے حج پر آنے والے گذرتے تھے تاکہ وہ انھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتائیں کہ وہ ایک ساحر ہے جو آدمی اور اس کے باپ کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے اور انھوں نے ان کو آپ کی باتیں سننے اور آپ کے قول کی طرف توجہ دینے کے متعلق انتباہ کیا۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ :۔

یہ پارٹیاں جن لوگوں سے ملاقات کرتیں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہتیں۔ جب عرب اس اجتماع سے

واپس لوٹے تو آپ کا ذکر تمام عرب ممالک میں پھیل گیا۔
مگر قریش کو اس پروپیگنڈانہ مقابلہ یا سرد جنگ (جیساکہ لوگ آج کل
ں کو یہ نام دیتے ہیں) سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور قریش نے لوگوں کو اسلام
ر روکنے کے لیے جو اتہامات آپ پر لگائے اور آپ کے راستے میں جو رکاوٹیں
ڑی کیں اور جو شور شرابہ کیا اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت میں
ئی کمی نہ ہوئی اور نہ ہی آپ کے عزم میں کوئی کمزوری پیدا ہوئی، ان کو امید
ی کہ اس طرح آپ پر اثر پڑنے سے لوگ آپ کی دعوت سے الگ ہو جائیں
۔ مگر آپ ان تمام قوت شکن واقعات کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہے۔ اور
ے صبر و استقلال سے مسلسل اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہے، آپ نے
ی رکاوٹ کی پروا نہ کی جس سے آپ کی دعوت کی اشاعت میں مزید اضافہ
ا اور آپ کے دین کے پیروکاروں میں بھی اضافہ ہوا جس نے قریش کے اضطراب
ر حیرت میں اضافہ کر دیا۔

ـانہ جنگی کی دھمکی

جب مکہ کے لیڈروں نے دیکھا کہ انھوں نے حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف جو
پروپیگنڈانہ جنگ شروع کی ہوئی تھی اس میں انھیں ناکامی ہوئی ہے اور انھیں
یہ یقین بھی ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کو جاری رکھنے کا
مصمم ارادہ کیا ہوا ہے تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ اسلام
جو بت پرستی کی اساس کے گرانے پر قائم تھی، سے علیحدگی پر مجبور کرنے کے لیے
ایک دوسرا طریق اختیار کیا، اور وہ طریق جنگ کی دھمکی کا تھا یعنی اگر محمد صلی
اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں پر عیب لگانے اور لوگوں کو ان سے علیحدگی اختیار
کرنے کی دعوت سے باز نہ آئے تو وہ ان سے جنگ کریں گے۔ چونکہ ابوطالب

(جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے دادا عبدالمطلب کے بعد آپ
پرورش کنندہ تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی، اور آپ پر ناراض ہو
والے قبائل کے مقابلہ میں آپ کا دفاع کرنے والے تھے۔ اس لیے قریش
ابوطالب کے پاس ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا جو انھیں ان کے بھتیجے کے
متعلق یہ شدید احتجاج پہنچا دے کہ وہ ان کے معبودوں اور بتوں کی عیب گ
اور ان کی تحقیر کرتا ہے اور مکہ کی پارلیمنٹ نے اس وفد کے ممبران کی یہ ڈیو
بھی لگائی کہ وہ ہاشمی خاندان کے سردار (ان دنوں ابوطالب سردار تھے) کو خا
جنگی کا انتباہ کریں کہ اگر ان کا بھتیجا اپنی دعوت پر ڈٹا رہا جو بت پرستی ک
بیخ کنی اور اصنام کو خیرباد کہنے پر قائم ہے تو جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گ
ابوطالب نے اپنے بھتیجے کی حمایت اور اس نے ان کے دین کے خلاف
کارروائی شروع کی ہوئی تھی اُس کے متعلق مسلسل خاموشی اختیار کیے رکھی۔

قریش کا وفد ابوطالب کے پاس

اور عملاً دارالندوہ کے وفد نے ہاشمی خاند
کے سردار کے پاس اس کے ہیڈکوارٹر میں
بنی ہاشم کی مجلس میں اس سے ملاقات کی اور بنی عبدمناف کے لیڈروں کی
موجودگی میں، وفد کے لیڈر نے کہا۔

"اے ابوطالب! آپ کو عمر رسیدگی اور شرف و منزلت کی وجہ سے ہم میں
ایک مقام حاصل ہے ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں
مگر آپ نے اسے نہیں روکا اور خدا کی قسم! ہم اس بات پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہما
آباء کو برا بھلا کہا جائے اور ہمارے عقلمندوں کو بیوقوف قرار دیا جائے۔ او
ہمارے معبودوں پر اعتراضات کیے جائیں۔ آپ اس کو روکیں یا ہم اس سے
اور آپ سے جنگ کریں گے تاکہ ایک فریق ہلاک ہو جائے۔"

اس شدید انتباہ کے الفاظ نے ابوطالب پر بہت اثر کیا اور اس کے سنتے ہی ان کے دل میں بڑھاپے کی کمزوری سرایت کرنے لگی۔ قریب تھا کہ وہ اس انتباہ کو قبول کر لیتے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا اور جب آپ تشریف لائے تو ابوطالب نے آپ کو بتایا کہ آپ کے پاس وفد کس کام کے لیے آیا تھا اور اس شدید انتباہ کا بھی ذکر کیا جو قریش کے قبائل نے اس وفد کی زبانی آپ کو پہنچایا تھا۔ پھر آپ نے ان کے معبودوں کی عیب گیری سے باز آنے کا مطالبہ کرتے ہوئے آپ سے کہا۔

"مجھ پر اور اپنی جان پر رحم کر اور مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی میں سکت نہیں رکھتا۔"

اور یہ بات اس لحاظ سے کافی تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ جائیں کہ ان کا چچا ان کی مدد کرنے سے قاصر ہے اور وہ ان سے علیحدگی اختیار کرنے کے متعلق غور کر رہا ہے۔ مگر آپ نے اس عظیم واقعہ کے سامنے بغیر کسی تردّد اور خلجان کے یہ اعلان کیا کہ آپ اس عظیم امانت میں، جس کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکلّف کیا ہے۔ خیانت کرنے کے لیے کسی سودے بازی پر تیار نہیں ہیں۔ خواہ آپ کا چچا ابوطالب آپ کی مدد سے علیحدگی اختیار کر لے، آپ نے اپنے چچا سے (ایسے عزم کے ساتھ جو پہاڑوں کو توڑ دیتا ہے) کہا۔

"اے چچا! خدا کی قسم! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔" پھر آپ مجلس سے چلے گئے۔

ابوطالب کا انتباہ کو رد کرنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ نے ابوطالب کے دل پر انتباہ کے ان الفاظ سے

بھی زیادہ اثر کیا جو آپ نے قریش کے وفد سے سُنے تھے۔ جونہی آپ نے اپنے بھتیجے سے یہ عظیم کلمات سُنے، آپ صحیح بات کی طرف واپس آگئے، آپ ان شاندار الفاظ کے سامنے قریش کو بھول گئے اور ان کی قوت کو بھی آپ نے بھلا دیا۔ اور اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر کہا۔ آپ اس وقت باہر چلے گئے تھے۔

میرے بھتیجے آؤ، جب آپ تشریف لائے تو ابوطالب نے آپ سے کہا۔

"میرے بھتیجے جاؤ، اور جو چاہتے ہو کہو۔ خدا کی قسم! میں آپ کو کسی چیز کی خاطر کبھی نہیں چھوڑوں گا"۔

ابوطالب کو معلوم تھا کہ اپنے بھتیجے کی صراحتہً حمایت کرنے اور اس سے علیحدگی اختیار نہ کرنے کے مقابلہ میں قریش کا ردعمل کیا ہو گا اس لیے آپ نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سرداروں کو بلایا اور انھیں موقف کی اہمیت سے آگاہ کیا (آپ کی تصریح کے بعد تمام مکہ نے اس کے متعلق باتیں کیں) اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ان کے ساتھ ہوں۔ کیونکہ آپ قریش میں سے ہیں۔ پس تمام بنی مطلب اور بنی ہاشم نے (خواہ وہ کافر تھے یا مُسلم) ابولہب کے سوا (جو حضور علیہ السلام کا چچا تھا) آپ کی بات کو قبول کیا۔۔ ابولہب نے ان سے کھلی دشمنی کی اور ان کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا اور ان کے دشمنوں کے ساتھ مل گیا۔

ابوطالب نے اپنی وضاحت کو قانونی رنگ میں مکہ کے لیڈروں تک پہنچا دیا اور اسلام اور بت پرستی کی جنگ ایک نئے دور میں داخل ہو گئی اور طاقتور قریش کے خوف میں، پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہو گیا خصوصاً چیلنج کے اس موقف کے بعد جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غضبناک قریش نے

اختیار کیا تھا۔ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے دونوں قبیلوں کا مکی قبائل کے درمیان بڑا وزن تھا۔ خواہ جنگ کا میدان ہو یا سیاست کا، بلا شبہ قریش نے بھی اس دانشمندانہ موقف کے باعث جو ان دونوں قبیلوں نے پیغمبر اسلام کے متعلق اختیار کیا تھا۔ ان پر خونریز جنگ مسلط کرنے کے بارے میں سوچا ہوگا۔ مگر قریش کے دانشمند اس خانہ جنگی کے انجام سے ڈر گئے، جس سے وہ ہمیشہ ہی خوف زدہ رہتے تھے اور وہ خوف ان کے درمیان اور نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درمیان حائل ہوگیا، یہی وجہ ہے کہ اس دفعہ انھوں نے دعوتِ اسلام کی مزاحمت کے لیے خونریز جنگ کے منصوبے سے انحراف کیا (خواہ وقتی طور پر ہی کیا) اور اس کی بجائے مقاطعہ کی جنگ کا طریق اختیار کیا پس انھوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا اقتصادی بائیکاٹ کر دیا اور ان دونوں قبیلوں کو قریشی کمیونٹی سے مکمل طور پر الگ کر دیا۔

قریش کا ذاتی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سودا بازی کرنا

قریش نے اقتصادی بائیکاٹ اور سوشل بائیکاٹ سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی طور پر سودے بازی کرنا چاہی کہ شاید آپ سودے بازی کو قبول کریں اور جھگڑا نپٹ جائے۔ ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ نے مکہ کی پارلیمنٹ میں بیان کیا کہ محمدی دعوت کا خطرہ بڑھ رہا ہے کیونکہ لوگ اور خصوصاً قریشی نوجوان اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور یہ عتبہ، بنی عبد مناف کے سرداروں، دانشوروں اور صاحب الرائے لوگوں میں سے تھا، بحث و تمحیص کے بعد مکہ کی پارلیمنٹ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عتبہ کو ذاتی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی طور پر رابطہ کرنے کے لیے مقرر کیا جائے تاکہ وہ آپ سے سودے بازی کرے اور آپ کے سامنے

آپ کو راضی کرنے کے لیے ممکن حد تک منصب، جاہ و مرتبہ اور مال پیش کر
تاکہ آپ اپنی دعوت کے متعلق خاموشی اختیار کر لیں اور عملاً قریشی سردار عتبہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان یہ ذاتی ملاقات ہوئی اور اس ملاقات میں ع
نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے میرے بھتیجے! تو ہم میں سے ہے اور
نسبی مقام سے بھی واقف ہوں۔ تو اپنی قوم کے پاس ایک عظیم بات لے
آیا ہے۔ جس سے تو نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور ان کے
عقلمندوں کو بیوقوف قرار دیا ہے اور ان کے معبودوں اور دین پر عیب لگا
ہے اور ان کے گذشتہ آبا کی تکفیر کی ہے۔ میری بات سُن! میں تیرے سا
کچھ باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان پر غور کر لے، شاید ان میں سے تو کسی کو قبول کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالولید! کہو میں سنتا ہوں۔ اس
کہا اے میرے بھتیجے! تو جو تعلیم لے کر آیا ہے اگر تو اس کے ذریعے مال اکٹھا
چاہتا ہے تو ہم اپنے اموال تیرے لیے جمع کر دیتے ہیں تاکہ تو ہم سب سے ز
مالدار ہو جائے اور اگر تو اس کے ذریعے بلندی چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا سر
بنا لیتے ہیں اور ہم تیرے بغیر کسی بات کا فیصلہ نہ کیا کریں گے اور اگر تو اس
ذریعے بادشاہ بننا چاہتا ہے تو ہم تجھے اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں، اور اگ
کوئی جن ہے جو تجھے نظر آتا ہے اور تو اسے دور کرنے کی سکت نہیں رکھ
ہم تیرا علاج کرواتے ہیں اور تیری خاطر اپنے اموال خرچ کرتے ہیں تاکہ تو صح
ہو جائے۔ کیونکہ بسا اوقات تابعدار جن، آدمی پر غالب آجاتا ہے یہاں
کہ وہ اس سے بیمار ہو جاتا ہے۔

سودے بازی کے منصوبے کی ناکامی

جب عتبہ بن ربیعہ نے اپنی با
ختم کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

...سے کہا، ابوالولید! کیا آپ اپنی بات ختم کر چکے ہیں؟ اس نے کہا ہاں! تو
...ل کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری بات سُن، اس نے کہا سُنتا ہوں۔

...نے فرمایا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط حٰمٓ۔ تنزیل من الرحمٰن الرحیم
کتاب فصلت اٰیٰتہٗ قراٰناً عربیاً لقوم یعلمون۔ بشیراً و
نذیراً۔ فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون[1]"

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سُورت کی آیات تلاوت کرتے گئے
...ر عتبہ خاموشی سے سنتا رہا۔ اور وہ اپنے ہاتھ اپنی پشت کے پیچھے رکھ کر ان
...ر ٹیک لگائے ہوئے تھا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ پر پہنچے
...آپ نے تلاوت بند کر دی اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور اس کے
...بعد آپ نے قریش کے لیڈر اور نمائندے عتبہ بن ربیعہ سے کہا۔

"اے ابوالولید! جو کچھ تو نے سنا ہے، سنا ہے تو تھا اور وہ کلام تھا"۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ قریش کی جن پیش کشوں،
اور تجاویز کو عتبہ لے کر آیا ہے، ان کا جواب یہ آیاتِ قرآنیہ ہیں جو آپ نے
اس کے سامنے سورہ سجدہ سے پڑھی تھیں اور اس نے انھیں سنا تھا۔

عتبہ نے جو کچھ سنا تھا اس کی بلاغت اور حُسن و جمال سے حیران رہ گیا۔
یہاں تک کہ وہ لرز گیا اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں
ایک لفظ بھی نہ کہا بلکہ عتبہ کے کانوں تک صرف آپ کی تلاوت آیات کے
پہنچنے سے ہی وہ متاثر ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گیا اور حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کی رائے تبدیل ہو گئی اور آپ کی دعوت کے

---

[1] سورۃ فصلت آیت ۱ تا ۳

متعلق اس کے موقف میں بنیادی تبدیلی آگئی۔

اور جب عتبہ ان کے پاس واپس گیا تو مکہ کے لیڈروں نے اس کے چہرے پر اس تبدیلی کو دیکھ لیا۔ اور بعض نے (عتبہ کو آتے دیکھ کر) کہا ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ عتبہ جس چہرے کے ساتھ گیا تھا اس چہرے کے ساتھ تمہارے پاس واپس نہیں آیا۔

اور عتبہ بن ربیعہ قوم کے بہترین لوگوں میں سے تھا اور بڑا عقلمند تھا، اور دوراندیشی، اصالتِ فکر، حسنِ سیاست اور شدتِ خلوص میں مشہور تھا، یہی وجہ ہے کہ جب وہ زعمائے مکہ کے پاس بیٹھا تو انھوں نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کے مذاکرات کے نتائج کے متعلق پوچھتے ہوئے) کہا اے ابوالولید! تیرے پیچھے کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پیچھے! خدا کی قسم! میں نے ایسا قول سنا ہے جس جیسا قول میں نے کبھی نہیں سُنا، خدا کی قسم! نہ وہ شعر ہے نہ سحر، اور نہ کہانت، پھر اس نے اپنی قوم کو مشورہ دیتے ہوئے کہا اے گروہِ قریش! میری مانو اور اس کام کو میرے سپرد کر دو اور یہ آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جس کام میں لگا ہوا ہے اسے لگا رہنے دو اور اس سے الگ ہو جاؤ، خدا کی قسم! میں نے اس سے جو قول سنا ہے اس میں ایک عظیم خبر ہے پس اگر عربوں نے اسے پا لیا تو تم دوسروں کے بغیر اسے کافی ہو جاؤ گے اور اگر وہ عربوں پر غالب آگیا تو اس کی حکومت، تمہاری حکومت ہوگی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور تم اس کے ذریعے سب لوگوں سے زیادہ خوش بخت ہو گے۔ انھوں نے کہا اے ابوالولید! خدا کی قسم، اس نے تجھے اپنی زبان سے مسحور کر دیا ہے اس نے کہا یہ میری رائے ہے، تمھیں جو سمجھ آئے وہ کر لو اور بجائے اس کے کہ قریش عتبہ بن ربیعہ کے مشورے کو قبول کرتے انھوں نے اس پر تہمت لگائی

کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سحر سے متاثر ہو گیا ہے اور اسے کہنے لگے، اے ابوالولید! خدا کی قسم، اس نے تجھے اپنی زبان سے مسحور کر دیا ہے تو عتبہ نے انھیں بڑے اعتماد سے کہا یہ میری رائے ہے، تمھیں جو سمجھ آئے وہ کر لو۔

سوشل بائیکاٹ کی سیاست اور اقتصادی بائیکاٹ

جب قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہ و مال اور منصب کے لالچ سے اپنی دعوت سے علیحدگی پر آمادہ کرنے میں ناکام ہو گئے کیونکہ عتبہ بن ربیعہ کی وساطت سے انھیں اس امر میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح وہ اس سے قبل بھی ابوطالب، بنو ہاشم اور بنو مطلب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی پر رضامند کرنے میں ناکام ہو گئے تھے، تو انھوں نے ان دونوں قبیلوں (بنی ہاشم اور بنی مطلب) کے خلاف اقتصادی اور سوشل جنگ کے منصوبے کی تنفیذ کا آغاز کر دیا اور انھوں نے ان دونوں قبیلوں کی سخت اقتصادی ناکہ بندی اور سخت سوشل بائیکاٹ کر دیا پس وہ اپنی پارلیمنٹ میں ان بڑھتی ہوئی فتوحات کے مقابلہ کے لیے جو دن بدن نہ صرف مکہ کے اندر بلکہ اس کے باہر پڑوسی قبائل میں بھی دعوتِ نبیؐ کو حاصل ہو رہی تھیں، فیصلہ کُن ضروری اقدامات کے مشورہ کے لیے جمع ہوئے۔

اور قریش کے مرکزی پریشانی میں جس بات نے اضافہ کیا وہ یہ تھی، کہ عمر بن الخطاب اور حمزہ بن عبدالمطلب نے اسلام قبول کر لیا اور قریش ان دونوں آدمیوں کو بہت اہمیت دیتے تھے اور عملاً ان دونوں کے اسلام نے مسلمانوں کے پلڑے کو بھاری کر دیا اور ان سے ان کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔

مقاطعہ کی قرارداد سے پارلیمنٹ کا اتفاق

اس کے بالمقابل مکہ کی پارلیمنٹ نے ایک قرارداد

پاس کی جو بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی اور سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ دیتی تھی اور یہ دونوں قبیلے (ان دونوں کے مسلمان اور کافر افراد) اس شدید ناکہ بندی کے مقابل ڈٹے رہے اور انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے یار و مددگار نہ چھوڑا، بلکہ انھوں نے اس شدید ناکہ بندی کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصانات کے باوجود آپ کی حمایت کی، ابن اسحاق بیان کرتا ہے، کہ جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایسے ملک میں فروکش ہو گئے ہیں جہاں انھیں امن و سکون نصیب ہوا ہے اور نجاشی نے ان میں سے پناہ لینے والوں کی حفاظت کی ہے اور عمرؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ اور حمزہؓ بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہیں اور اسلام قبائل میں پھیلنے لگا ہے تو انھوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ وہ ایک تحریر لکھیں جس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے متعلق معاہدہ کریں کہ نہ وہ ان سے نکاح کریں گے اور نہ انھیں نکاح کر کے دیں گے اور نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کریں گے اور نہ ان سے خریدیں گے، پس جب وہ اس امر کے لیے اکٹھے ہوئے تو انھوں نے یہ باتیں ایک کاغذ پر لکھیں، پھر معاہدہ کیا اور اس پر مہریں لگائیں، پھر اس کاغذ کو، اپنے آپ کو اس پر مضبوطی سے قائم رکھنے کے لیے، کعبہ کے اندر لٹکا دیا۔ جب قریش نے یہ کام کیا تو بنو ہاشم اور بنو مطلب ابو طالب کے پاس گئے اور اس کے ساتھ شعب ابی طالب میں داخل ہو گئے اور اس کے ساتھ اکٹھے ہو گئے۔ اور بنی ہاشم میں سے ابولہب (عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب) قریش کے پاس چلا گیا اور ان کی مدد کرنے لگا۔

مقاطعہ کے بعد جھگڑے کا بڑھنا

اس طرح فریقین کے درمیان جھگڑا بڑھ گیا اور اس کا حلقہ وسیع ہو گیا۔ اب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں اکیلے نہ تھے بلکہ آپ کے ساتھ دو ایسے قبیلے تھے جنھیں قریش کے قبائل میں حقیر نہ سمجھا جاتا تھا۔

مسلمانوں اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کے جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان کا محاصرہ سخت ہو گیا اور قریش نے اپنے ناجائز مقاطعہ میں سختی کر دی، یہاں تک کہ ان راستوں پر جو اس شعب کی طرف جاتے تھے جس میں مسلمان محصور تھے چوکیدار کھڑے کر دیے تاکہ وہ نگرانی کریں کہ کن صاحبانِ مروت کے ہاتھوں شعب میں محصورین کے پاس کھانا پہنچتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات خود ابوجہل بن ہشام اس غرض کے لیے گشت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ابوجہل، حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد سے ملا اور اسے تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا ایک لڑکا کچھ گندم اٹھائے ہوئے ہے جسے وہ اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد[1]

[1] ام المومنین خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ القرشیہ، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں اور شادی کے وقت آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ برس بڑی تھیں، آپ کا باپ جنگ فجار میں قتل ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرنے سے قبل آپ نے ابن ہالہ بن زرارہ تیمی سے شادی کی جو فوت ہو گیا، آپ بہت مالدار تھیں اور وسیع تجارتی کاروبار کی مالک تھیں اور تجارت کے لیے کام کرنے والوں لوگوں کو اجرت پر حاصل کیا کرتی تھیں اور انھیں مضاربت کے لیے سرمایہ فراہم کرتی تھیں۔ خصوصاً مکہ کے ان مشہور تجارتی سفروں میں جو شام کی طرف ہوتے تھے، بعثت سے قبل ایک دفعہ آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تجارت کے لیے شام کی طرف بھیجا آپ قافلے کے ساتھ گئے اور شام کے بصری بازار میں خدیجہ کے نام پر تجارت کی اور اس سفر میں نفع حاصل کر کے واپس لوٹے، ان دنوں آپ کی عمر ۲۵ سال تھی، آپ کی واپسی کے بعد خدیجہؓ نے آپ کو شادی کا پیغام بھیجا جسے آپ نے قبول کر لیا۔ اس وقت خدیجہؓ نے اپنے چچا عمرو بن اسد بن عبدالعزیٰ کو اپنی خواہش سے آگاہ کیا تو اس نے اس بات کو (بقیہ برصفحہ ۵۰)

زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچانا چاہتا ہے جو آپ کے پاس شعب میں موجود تھیں، تو اس نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور گندم کو واپس کرنے کی کوشش کی۔

تین سال مسلسل بائیکاٹ قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کا جو بائیکاٹ کیا وہ مسلسل پورے تین سال تک رہا۔ اس میں محصورین نے کئی قسم کی محرومیاں برداشت کیں اور تنگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ وہ لوگوں سے اتصال واختلاط نہ کر سکتے تھے اس وجہ سے انھیں بہت تکلیف پہنچی۔ بھوک اور بائیکاٹ کی سیاست کے پس پردہ قریش کا مقصد یہ تھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم (جو بنی ہاشم اور بنی مطلب میں سے ہے) کو آپ سے علیحدہ ہونے پر مجبور کردیں۔ تاکہ آپ اکیلے رہ جائیں اور آپ کا اور آپ کی دعوت کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے لیکن اس ظالمانہ سیاست سے قریش کا مقصد پورا نہ ہوا بلکہ آپ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامتے اور اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رہتے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۹) بخوشی منظور کر لیا۔ پھر نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی شادی ہو گئی اور آپ کے ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بچے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے (انھی کو طاہر اور طیب کہا جاتا ہے) اور چار بچیاں پیدا ہوئیں جو یہ ہیں، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سب سے پہلی انسان ہیں جو آپ پر ایمان لائیں۔ آپ صالحہ، طیبہ اور مہربان بیوی کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔

جن دنوں مکہ میں ہجرت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب میں اضافہ ہو گیا تھا، آپ کا حسنِ سلوک اور پاک اور روشن دل آپ کے آلام کو کم کرنے کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔

آپ کی وفات مکہ میں ہجرت سے تین سال قبل

۶۴ سال کی عمر میں ہوئی۔

ور مضبوط ہو گئے اور آپ پر ایمان لانے والے بھی دھڑے بندی اور آپ کے
ائع ہونے میں مضبوط ہو گئے۔ اور آپ کے خاندان کے جو لوگ آپ کے دین
پیروکار نہ تھے وہ آپ کی حفاظت کرتے لگے اور بھوک اور بائیکاٹ کی سیاست
ے موقف پر کسی حالت میں بھی اثر انداز نہ ہوئی۔

اب رہی بات اشاعتِ اسلام کی، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور
کے مددگاروں اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ
شل بائیکاٹ کے منصوبے کی تنفیذ نے اس دین کی اشاعت کو روکنے میں
موثر کردار ادا نہیں کیا۔ دعوتِ اسلام آپؐ اپنا راستہ پیدا کرتی رہی اور اسے
نئی فتح حاصل ہوتی رہی، نہ صرف اہل مکہ کے درمیان بلکہ مکہ سے باہر کے
سے قبائل میں بھی فتح حاصل ہوتی رہی۔ پس تمام جزیرہ نمائے عرب میں اسلام
چا پھیل گیا۔ جس نے بہت سے لوگوں کو مکہ کی طرف سفر کرنے پر آمادہ کیا
وہ اس دین کے متعلق واقفیت حاصل کریں جو اللہ کے ہاں سے آیا ہے پھر
کی صداقت کو قبول کرنے کے بعد اس میں داخل ہو جائیں۔

جائز بائیکاٹ کا ابطال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے
پیروکار یا آپ کے مددگار جو آپؐ کے دین کے
وکار نہ تھے، قریش کے ظلم و جور کے سامنے بڑی ثابت قدمی سے ڈٹے رہے
انھوں نے اس نا جائز بائیکاٹ کو بڑی شجاعت اور ثابت قدمی سے چیلنج
یا۔ اگر مکہ کے بعض بہادر اور صاحبِ مروت مشرک رات کی تاریکی میں کھانے
بعض ضروری اشیاء شعب کے اندر نہ پہنچاتے تو قریب تھا کہ وہ اقتصادی
ئیکاٹ کی سختی کی وجہ سے بھوک کے باعث ہلاک ہو جاتے۔

جب مکہ کے اکثر زعماء کا ظلم و جور اور قساوت اپنی انتہا کو پہنچ گئی، تو

انھوں نے اپنے ہی بھائیوں اور عمزادوں اور قرابتداروں کے ساتھ جو بنی ہاشم اور بنی مطلب سے تعلق رکھتے تھے، اقتصادی بائیکاٹ اور سوشل بائیکاٹ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ پس ان زعماء میں سے بعض کے ضمیر بیدار ہوئے تو انھیں محسوس ہوا کہ قریش نے ظلم و جور اور قساوت کا ارتکاب کر کے بہت بُرا کام کیا ہے۔ ان زعماء نے اس جرم کے گھناؤنے پن پر گفتگو کی جس کا ارتکاب قریش نے شعب کے محصورین کے خلاف کیا تھا۔ اور انھوں نے اس جرم کے نشانات کے ازالہ کے لیے، تاکہ یہ ناجائز بائیکاٹ ختم ہو، بھرپور کوشش کا معاہدہ کیا۔

اس شریفانہ غرض کو پورا کرنے کے لیے، شرافت نے انھیں معاہدہ تک پہنچا دیا۔ کاش وہ لوگ یہاں تک پہنچ جاتے کہ اپنے ہاتھوں سے اس ظالم بائیکاٹ کے کاغذ کو جو کعبہ کے اندر لٹکا ہوا تھا، پھاڑ دیتے۔

پانچ شرفاء جن لوگوں نے اس شریفانہ کام کے متعلق سوچا اور آخر اسے کر گزرے، وہ یہ تھے:۔

۱۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ عامری [1]

۲۔ زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی [2]

۳۔ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف [3]

---

[1] یہ شریف انسان عمرو بن ہشام اسلام لے آیا اور بہت اچھی طرح اسلام پر قائم رہا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معرکہ حنین کی غنائم سے بچاس اونٹ دیے تھے۔

[2] زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا، یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت ام سلمہؓ کا بھائی تھا۔

[3] اصابہ میں ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ مطعم کافر ہونے کی حالت میں فوت ہوا تھا۔

۱۔ بختری بن ہشام [1]

۱۔ زمعہ بن اسود بن مطلب اسدی [2]

ان پانچ شرفاء نے مکہ کے بالائی حصہ میں، حجون کے علاقے میں رات کے
ی آپس میں خفیہ میٹنگ کی اور آپس میں کاغذ کے پھاڑ دینے پر اتفاق کیا۔
اجائز بائیکاٹ کا خاتمہ ہو اور انھوں نے اس تجویز کی تنفیذ کے لیے ایک
ط سکیم بنائی۔ اور اس امر پر اتفاق کیا کہ مسجد میں قریش کی مجالس کے سامنے
ر بن ابی امیہ کھڑا ہو جائے اور اس کاغذ میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے
ٹ کے متعلق جو کچھ لکھا ہوا ہے اس پر اظہار غم کرے۔ اور اس بائیکاٹ
تم کرنے کی اپیل کرے اور جب زعمائے مکہ میں سے کوئی اس سے معارضہ
ے تو بقیہ پانچوں آدمی طے شدہ تکنیک کے مطابق جس پر انھوں نے حجون کی
میٹنگ میں اتفاق کیا تھا، جلدی سے اس کی تائید کر دیں۔

ں بات کا فیصلہ رات کو ہوا ہے

اسی رات کی صبح کو پانچوں شرفا، مسجد میں اپنی اپنی قوم کی مجلس کی طرف گئے۔

ر زہیر بن ابی امیہ نے صبح جا کر بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔ پھر اس
، قریش کی مجالس کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے کہا جس کو سب نے سنا کہ:

"اے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے اور کپڑے پہنتے ہیں اور بنو ہاشم

---

[1] یہ بہادر آدمی (ابوالبختری) جنگ بدر کے روز مشرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
، اس کے اس فاضلانہ موقف کو تسلیم کرتے ہوئے جو اس نے ناجائز بائیکاٹ کے ابطال میں اختیار کیا
تا، اسلامی فوج کو اسے قتل نہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن ارادۂ الٰہی کے مطابق مجذر بن زیاد البلوی نے
سے قتل کر دیا کیونکہ اس نے لڑنے کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا تھا [2] زمعہ بن اسود، بدر کے روز
شرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا یہ نوجوان اپنے باپ کے بیٹوں میں سے اپنے باپ کو سب سے زیادہ پیارا تھا۔

ہلاک ہورہے ہیں، نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جاتی ہے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدی جاتی ہے، خدا کی قسم! میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا، جب تک اس ظالم کاغذ کو پھاڑ نہ دیا جائے گا[۱]"

اس موقع پر ابوجہل غضبناک ہوکر اٹھا اور زہیر بن ابی امیہ کو چلّا کر کہنے لگا، تُو جھوٹ بولتا ہے خدا کی قسم! اسے نہیں پھاڑا جائے گا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق زمعہ بن اسود نے ابوجہل کی بات کاٹتے ہوئے کہا، خدا کی قسم تو سب سے بڑا کاذب ہے، جس وقت اسے لکھا گیا تھا ہم اس کی تحریر پر راضی نہیں تھے، پھر ابوالبختری بن ہشام نے زمعہ کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا، زمعہ سچ کہتا ہے جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے ہم اس سے رضامند نہیں ہیں اور نہ ہی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر مطعم بن عدی نے تینوں کی تائید کرتے ہوئے کہا زمعہ اور ابوالبختری کے قول کی تائید کرتے ہوئے، تم دونوں نے درست کہا ہے اور جو اس کے علاوہ کوئی بات کہتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ ہم اللہ کے حضور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے۔

کاغذ کا پھاڑنا اور بائیکاٹ کا خاتمہ

اس موقعہ پر ابوجہل کو معلوم ہوگیا کہ سب کچھ پہلے سے سوچی ہوئی سکیم کے مطابق ہوا ہے اور اس نے یہ مشہور الفاظ کہے کہ "اس بات کا فیصلہ رات کو ہوا ہے"... نیز اسے یہ یقین بھی ہوگیا کہ ان پانچوں لیڈروں، اور جو کچھ وہ بائیکاٹ کے خاتمہ کے لیے عزم کیے ہوئے ہیں اس کی تکمیل میں حائل ہونا مشکل ہے

---

[۱] سیرت ابن ہشام، جلد ۱، ص ۲۷۶

ان کے مقابلہ سے فساد پیدا ہوگا اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ پس اس نے نظر ثانی کر کے خاموشی اختیار کر لی۔ اس موقعہ پر مطعم بن عدی بائیکاٹ کے کاغذ کو پھاڑنے کے لیے آگے بڑھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ناجائز مقاطعہ ختم ہو گیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ آغاز کے سوا جو "باسمک اللھم" کے الفاظ سے ہوتا تھا تمام کاغذ کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ کاغذ کے پھاڑنے اور اسے کعبہ کے اندر سے نکالنے سے وہ اقتصادی اور سوشل بائیکاٹ باطل ہو کر رہ گیا جسے قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب پر ٹھونسا ہوا تھا۔

اس طرح مسلمان اور بنی ہاشم اور بنی مطلب کے جن مشرکین نے ان کی مدد کی تھی وہ اپنی تکلیف سے فتح مند ہو کر باہر نکلے اور شعب ابو طالب سے مکہ واپس آگئے۔ کوئی کھوپڑی ان کے لیے نہیں مڑی، وہ جس طرح چاہتے خرید و فروخت کرتے اور دعوت اسلامی نے از سر نو لمبا سانس لیا اور ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا اور بالآخر بھوک، تنگی اور بائیکاٹ کی سیاست ختم ہو گئی۔

فصل دوم

- کش مکش میں ایک عظیم انقلاب
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کی پہلی ملاقات
- بیعت عقبہ اولیٰ
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر یثرب میں
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کے درمیان عسکری معاہدہ

- قریش کا بیقرار ہونا اور اس معاہدہ پر اعتراض کرنا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل، مسلمانوں کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا۔
- مکی پارلیمنٹ کا تاریخی جلسہ
- قریش کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے اور آپ کو ہجرت سے روکنے پر اتفاق کرنا۔
- سازش کی ناکامی اور ہجرت کی کامیابی۔

جب سے دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا تھا اس وقت سے قریش کے مقابلہ کی تمام کارروائیاں علمبردارِ دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے، تنگی و تکلیف دینے اور بائیکاٹ کرنے تک منحصر تھیں اور کفارِ مکہ کا خیال تھا کہ اس واحد راستے کو اختیار کرنے سے ہی ان کی خواہش پوری ہو جائے گی یعنی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو جائیں گے اور آپ کے پیروکار آپ کے اردگرد سے چھٹ جائیں گے اور آپ کو اور آپ کی دعوت کو میدان میں اکیلا چھوڑ دیں گے جس سے ان کو آپ پر کامیابی حاصل ہو جائیگی! در آپ نعوذ باللہ اکیلے اپنی موت آپ مر جائیں گے۔ مگر کش مکش کے آخری سالوں میں ایک عظیم سیاسی انقلاب رونما ہوا جس نے مشرکینِ مکہ کی نیندیں حرام کر دیں اور ان کے خیال کو غلط ثابت کر دیا اور وہ اس مشکل کے متعلق اپنے نظریہ کو تبدیل کرنے لگے اور وہ انقلاب یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ یثرب کے ساتھ رابطہ کرنے اور بہت سے لوگوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر آپ کے اور ان کے درمیان ایک عسکری معاہدہ ہوا جس کے بموجب وہ آپ کی ایسے حفاظت کرتے

جیسے وہ اپنی جانوں یا اپنی عورتوں اور اپنے بیٹوں کی کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ آپ ہر حج کے اجتماع کے موقعہ کو غنیمت جانتے تھے، اور اپنے آپ کو قبائلِ عرب کے سامنے پیش کرتے اور اپنی دعوت اور اس کے مقاصد کی تشریح کرتے اور انھیں دعوتِ اسلام دیتے۔ اس دوران میں آپ کا رابطہ اوس و خزرج[1] قبیلے کے بعض آدمیوں سے ہوگیا جو یثرب کے باشندے تھے۔ اور وہ طاقتی قبائل میں سے تھے جو جزیرہ کے عرب قبائل سے طاقتور ترین قبیلہ ہے۔

حضرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کی پہلی ملاقات

اہل مدینہ میں سے جو لوگ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، وہ خزرج کے چھ نوجوان تھے، ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے اجتماع میں منیٰ میں عقبہ کے پاس ملاقات کی۔ آپؐ نے ان سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہم خزرج کے آدمی ہیں، آپ نے پوچھا، کیا تم یہودیوں کے حلیف ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہاں! آپؐ نے فرمایا کیا تم بیٹھتے نہیں، میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا۔ ہم بیٹھتے ہیں۔ پس وہ آپؐ کے پاس بیٹھ گئے۔ اور آپؐ نے انھیں اپنی دعوت کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ اور اللہ کی طرف دعوت دی۔ اور ان پر اسلام پیش کیا۔ اور انھیں قرآن سنایا۔ آپؐ کی بات نے ان کے دلوں میں قبولیت کی جگہ پائی اور انھوں نے اسے اپنے لیے بہتر سمجھا۔ یہ گروہ یثرب کے ان دانشوروں کا تھا جنھیں خانہ جنگی نے کمزور کر دیا تھا اور اس کے شعلے اوس اور خزرج کے درمیان بھڑکتے رہتے تھے، انھوں نے امید کی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی دعوت کے ذریعے اس تباہ کن خانہ جنگی کو روک دے گا جو یثرب میں ہوتی رہتی ہے، انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ

---

[1] ان دونوں قبیلوں کے حالات ہماری کتاب غزوۂ اُحد میں دیکھیے۔

علیہ وسلم کی طرف سے پیش کردہ اسلامی تعلیم کے قبول کرنے کے بعد کہا۔
"ہم اپنی قوم کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ کسی قوم میں اس قدر عداوت اور جنگ
نہیں پائی جاتی جس قدر ان میں پائی جاتی ہے، شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذر
انھیں اکٹھا کر دے" اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ اظہار بھی کیا کہ وہ اہل یثر
کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے پیغامبر بننے کے لیے تیار ہیں، انھوں نے کہا۔
ان کے پاس جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے کی طرف دعوت دیں گے اور
نے آپ کے جس دین کو قبول کیا ہے اسے ان کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر
اللہ تعالیٰ نے انھیں اس پر اکٹھا کر دیا تو آپ سے زیادہ معزز آدمی کوئی نہ ہو
اس گروہ نے انصار میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آنحضرت صلی
علیہ وسلم اور اہلِ یثرب کے درمیان یہ ملاقات تیسرے سال ہجرت سے قبل
(ظن غالب کی بنا پر) یہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد پہلی بار اسلام کے پیغا
کو مدینہ کی طرف لے گئے اور اسے پوری کوشش اور اخلاص سے یثرب کے
قبائل کے درمیان پھیلانے لگے۔ ابھی سال نہیں گزرا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ عل
وسلم کی شہرت مدینہ کے ہر گھر میں پھیل گئی۔ اس مبارک ہراول کے آدمیوں کے
نام یہ ہیں:۔

۱۔ اسعد بن زرارہ (بنی نجار میں سے ہیں)[1]

---

[1] اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید انصاری، نجاری، خزرجی، آپ یثرب کے مسلم نوجوانوں کے
ہراول ہیں۔ آپ بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں حاضر ہوئے، آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے قبیلے کے نقیب
تھے (یہ وہ عسکری معاہدہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کے درمیان ہوا تھا) اور انصار کے
بارہ نقیبوں میں سے اسعد بن زرارہ سے چھوٹی عمر کا کوئی نقیب نہ تھا۔ اسعد پہلے شخص ہیں جنھوں نے
عقبہ کی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے (بقیہ بر صفحہ ۹

۲۔ عوف بن حارث (بنی نجار میں سے ہیں)[1]

۳۔ رافع بن مالک بن العجلان (بنی زریق میں سے ہیں)[2]

۴۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ (بنی سلمہ میں سے ہیں)[3]

(بقیہ حاشیہ ص ۵۸) مسلمانوں کو جمعہ پڑھایا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ہجرت سے قبل مدینہ میں اسلام کے داعی بن کر آئے، اسعد کی وفات اس وقت ہوئی جب مسلمان مسجد نبوی تعمیر کر رہے تھے۔ اسعد اور ذکوان بن قیس پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام کو مدینہ میں داخل کیا۔ واقدی کے بیان کے مطابق یہ واقعہ یوں ہے کہ یہ دونوں اپنے کسی کام کے لیے مکہ میں عتبہ بن ربیعہ کے پاس آئے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا اور آپ کے پاس آئے۔ پس جب آپ نے ان دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا تو یہ دونوں اسلام لے آئے اور عتبہ بن ربیعہ کو بغیر ملے مدینہ واپس آگئے یہ عقبہ اولیٰ کی بیعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(حواشی صفحہ ہذا) [1] یہ عوف بدر کے معرکہ میں اپنے بھائی معوذ کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ دونوں سرکش ابوجہل کے قتل میں شریک تھے۔

[2] رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق خزرجی، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ آپ بدر میں شامل ہوئے تھے اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رافع پہلے شخص ہیں جو سورہ یوسف کو مدینہ لائے اور زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ میں رافع سے ملاقات کی تو گذشتہ دس سالوں میں جو کچھ آپ پر نازل ہوا تھا آپ نے رافع کو عطا کیا۔ پس رافع اس کے ساتھ مدینہ آئے پھر آپ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور مسجد میں اپنی جگہ پر انھیں قرآن سنایا اور بنی زریق کی مسجد، پہلی مسجد ہے جس میں قرآن پڑھا گیا۔ مجھے رافع رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہوسکا۔

[3] فتح مکہ کے روز، قطبہ کے پاس بنی سلمہ کا جھنڈا تھا، آپ بدر اور دیگر تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپ کی وفات حضرت عمر بن الخطابؓ کی خلافت میں ہوئی اور ابن حبان کا قول ہے کہ آپ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے زمانے میں فوت ہوئے۔

۵۔ عقبہ بن عامر بن نابی (بنی حرام بن کعب سے ہیں)[1]
۶۔ جابر بن عبداللہ بن رئاب (بنی عبید بن غنم سے ہیں)[2]

بیعتِ عقبہ اُولیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مبارک ہراول (چھ آدمیوں) کی ملاقات کے اگلے سال، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے اجتماع میں، عقبہ کے پاس انصار کے بارہ آدمیوں سے ملاقات کی، ان میں چار آدمی وہ بھی تھے جنھوں نے گذشتہ سال آپ سے ملاقات کی تھی اور وہاں انھوں نے ابن اسحاق کے بیان کے مطابق، عورتوں کی بیعت کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور وہ یہ تھی کہ وہ اس بیعت کے مطابق احکامِ اسلام پر عمل کریں گے اور واجبات کی پابندی کریں گے اور محرمات کو ترک کر دیں گے۔ اس بیعت میں عسکری پہلو کا ذکر نہیں آیا۔ کیونکہ یہ بیعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذنِ قتال ملنے سے پہلے ہی مکمل ہو چکی تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر مدینہ میں جب قریش رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگی دینے میں تشدد کر رہے تھے اور آپ کے کمزور پیروکاروں کی ایذا رسانی میں اضافہ کر رہے تھے۔ آپ اس وقت اہلِ یثرب کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کر رہے تھے اور ان سے رابطے کے دائرے کو وسیع کر رہے تھے۔ جب بیعتِ عقبہ اولیٰ مکمل ہو گئی اور حج کا اجتماع ختم ہو گیا تو آپ نے اپنے بیعت کنندوں کے ساتھ اپنے پہلے سفیر کو یثرب بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سکھائے اور انھیں دین کے بارے میں سمجھائے اور مشرکین کے درمیان اسلام کی اشاعت کرے۔ اس سفارت کے لیے حضرت

---

[1] عقبہ کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ اُحد" میں دیکھیے۔
[2] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ اُحد" میں دیکھیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صالح ،متقی اور شجاع نوجوان مصعب بن عمیر العبدری[1] کو منتخب کیا جو قریش کے نوجوانوں میں سے اسلام قبول کرنے والے سابقون الاولون میں سے تھے اور نوجوان مصعب نے ثابت کر دیا کہ وہ اہلِ یثرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین سفیر ہیں. کیونکہ آپؐ نے ان پر اعتماد کیا تھا، آپ نے بہترین رنگ میں اپنا کام کیا۔ آپ نے اپنی خوش اخلاقی اور پاکیزگی سے بہت سے اہلِ یثرب کو اسلام پر اکٹھا کر دیا۔ حتیٰ کہ قبائلِ یثرب میں سے سب سے بڑا قبیلہ (قبیلہ بنی عبدالاشہل) سب کا سب آپ کے ہاتھ پر اپنے سردار سعد بن معاذ کی قیادت میں اسلام لے آیا۔

مکہ کی طرف سفیر کی واپسی جب اسلام کے سفیر اول (مصعب) کو دعوت کی کامیابی کے متعلق اطمینان ہو گیا اور اس نے بڑے رشک کے ساتھ ان عظیم قحطانی قبائل میں، جو اسلام کے عہد اول میں اسلام کی سب سے بڑی حربی قوت تھے، اللہ کے دین کو سرعت سے پھیلتے دیکھا تو وہ اہلِ یثرب میں نو ماہ گزارنے کے بعد مکہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کامیابی کی بشارت لے کر لوٹا اور اس نے آپ کے سامنے ایسی تقریر کی جو واضح کامیابی سے بھرپور تھی جو دعوتِ اسلام کو اوس اور خزرج کے قبائل کے درمیان حاصل ہوئی تھی اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان قبائل کے حالات بھی سنائے اور ان کی قوت و شوکت کے متعلق بھی بتایا اور اس متقی صالح اور نوجوان سفیر مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر دعوتِ اسلام کو یثرب میں جو عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ اس سے خوش ہوئے۔

---

[1] ان کے حالات اس کتاب سے اگلی کتاب میں بیان ہوں گے ؛

مُعاہدہ عقبہ ثانیہ بیعتِ اولیٰ کے اگلے سال (یعنی دوسرے سال ہجرت سے پہلے) اہل یثرب میں سے مناسکِ حج کی ادائیگی کے لیے ۷۳ مرد اور دو عورتیں جو اسلام لا چکے تھے، حاضر ہوئے اور وہ اپنی قوم کے مشرک حاجیوں کے ساتھ آئے۔ جونہی وہ مکہ پہنچے ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خفیہ رابطے قائم ہو گئے اور یہ رابطے اس اتفاق پر ختم ہوئے کہ دونوں فریق ایام تشریق کے دوسرے دن اکٹھے ہوں۔ یہ ملاقات مکمل طور پر خفیہ ہوئی اور رات کی تاریکی میں ہوئی، انھوں نے اس ملاقات کے لیے ایک جگہ کی تعیین بھی کی۔ یعنی منیٰ کا وہ درّہ جو عقبہ کے پاس ہے جہاں پر جمرہ اولیٰ ہے یا آج کل کے عوام کی زبان میں بڑا شیطان ہے۔

اس رات وقت مقررہ پر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ کے پاس درہ میں حاضر ہوئے اور انصار ایک ایک کر کے اس خوف سے رات کی تاریکی میں آپ کے پاس آنے لگے کہ کہیں ان کا معاملہ کفار مکہ اور ان کی یثربی قوم کے مشرکین پر منکشف نہ ہو جائے۔ اب ہم انصار کے ایک لیڈر سے کہتے ہیں کہ وہ ہمیں بتائے کہ یہ تاریخی ملاقات، جو اسلام اور بت پرستی کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب کا آغاز بنی، کیسے مکمل ہوئی... اور وہ لیڈر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں[1] کعب بیان کرتے ہیں کہ:۔

پھر ہم حج کو نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایام تشریق کے دوسرے دن عقبہ میں ملنے کا وعدہ کیا اور وہی رات تھی جس کا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ کیا تھا اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن حرام[2] ہمارا سردار بھی تھا، ہم نے اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا اور ہماری قوم کے جو مشرکین ہمارے

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ اُحد" میں دیکھیے [2] ایضاً

غر تھے ہم ان سے اپنے معاملے کو چھپاتے تھے۔ ہم نے اسے کہا اے ابو جابر!
ارا سردار ہے اور ہم تجھے اس بات سے برتر سمجھتے ہیں کہ تو کل کو آگ کا ایندھن
۔ پھر ہم نے اسے دعوتِ اسلام دی اور اسے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے ساتھ عقبہ میں وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ کعب کہتے ہیں کہ وہ اسلام لے آیا
ہمارے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوا۔ اور وہ نقیب تھا۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ ہم اس
ب اپنی قوم کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر سو گئے۔ جب رات کا تہائی حصہ گزر گیا تو
اپنی قیام گاہوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لیے نکلے
بھٹ تیتر کی طرح چھپ چھپ کر آہستہ آہستہ چلے، یہاں تک کہ ہم عقبہ کے پاس
رے میں جمع ہو گئے اور ہم ۷۳ مرد تھے اور ہمارے ساتھ اپنی عورتوں میں سے
عورتیں بھی تھیں۔ نسیبہ بنت کعب، ام عمارہ جو بنی مازن بن نجار کی ایک عورت
ی اور اسماء بنت عمرو جسے ام منیع کہتے تھے۔ ہم شعب میں اکٹھے ہو کر رسول کریم
لی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس آگئے اور
پ کے ساتھ آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب بھی تھے۔ ان دنوں وہ اپنی قوم
ے دین پر تھے مگر وہ اپنے بھتیجے کے معاملہ میں حاضر ہونا پسند کرتے تھے اور آپ پر
عتماد کرتے تھے اور آپ پہلے مقرر تھے[1]

مذاکرات کا آغاز اور پہلا مقرر

جب مجلس مکمل ہو گئی تو اجتماع کرنے والوں نے اوس اور خزرج کے ان ممتاز اور منتخب لوگوں کے درمیان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عسکری معاہدہ کی مضبوطی کے لیے تمہیدی مذاکرات کا آغاز کیا، اس عظیم تاریخی اجتماع کے پہلے مقرر عباس بن عبد المطلب تھے[2] وہ لوگوں میں تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تاکہ ان کے

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ احد" میں دیکھیے۔ [2] سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۴۴۱۔

سامنے پوری وضاحت کے ساتھ اس بات کی اہمیت کو بیان کریں جسے وہ کر[illegible]
والے ہیں اور ان پر ان کی اس عظیم ذمہ داری کو بھی واضح کر دیں جو اس عسکر[illegible]
معاہدہ کے نتیجے میں ان کے کندھوں پر پڑنے والی ہے۔ ابن اسحاق کے بیا[illegible]
کے مطابق آپ نے انھیں کہا۔

"اے گروہ خزرج!... عرب اس قبیلے کو انصار کا نام دیتے ہیں....
آپ کو معلوم ہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہیں۔ ہم نے
باوجود اپنے اختلاف کے ان کی اپنی قوم سے حفاظت کی ہے، آپ
اپنی قوم میں معزز اور اپنے شہر میں محفوظ ہیں۔ مگر اب انھوں نے آپ
کے پاس جانا چاہا ہے۔ پس اگر تم سمجھتے ہو کہ تم نے جس بات کی انھیں
دعوت دی ہے اسے پورا کرو گے اور مخالفین سے ان کی حفاظت
کرو گے تو یہ تمھاری ذمہ داری کی بات ہے اور اگر تم نے انھیں اپنے
پاس پہنچ جانے کے بعد بے یار و مددگار چھوڑ دینا ہے تو انھیں ابھی
چھوڑ دو، کیونکہ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں معزز اور مامون ہیں۔"

جب عباس اپنی تقریر سے فارغ ہوئے تو یثربی باشندوں نے انھیں کہا
ہم نے آپ کی بات سُن لی ہے۔ پھر انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
ملتفت ہو کر بڑے عزم و شجاعت اور بڑے مصمم ارادے اور ایمان سے کہا یا رسول
اللہ! آپ فرمائیے اور اپنے لیے اور اپنے رب کے لیے جو کچھ آپ پسند فرماتے
ہیں ہم سے عہد لے لیجیے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کی
پھر فریقین کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔

حمایت کا معاہدہ عسکری لحاظ سے اس معاہدے کی اہم دفعات یہ تھیں
کہ اوس اور خزرج کے یثربی باشندوں نے معاہدہ کیا کہ

وہ اپنی جانوں، اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کی طرح، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ آپ نے انھیں اللہ تعالیٰ اور قرآن کی طرف دعوت دی اور اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ آپ نے معاہدہ کی دفعات پر اس چیدہ یثربی مبارک گروہ کی تصدیق چاہتے ہوئے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں تمھاری اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اُس جذبے کے ساتھ میری حفاظت کرو جس جذبے کے ساتھ تم اپنی عورتوں اور بیٹوں کی حفاظت کرتے ہو۔"

پس البراء بن معرورؓ[1] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو پکڑ کر کہنے لگے۔ ہاں ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ ہماری بیعت لیجیے۔ خدا کی قسم! ہم جنگوں اور ہتھیاروں کے پتلے ہیں اور ہم نے یہ باتیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں لی ہیں، ابھی البراء بن معرور، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے التزام کو، جو اس معاہدہ کی رُو سے ان پر فرض ہوتا تھا، بڑے پر زور انداز میں بیان کر رہے تھے کہ ابوالہیثم بن التیہانؓ[2] بیچ میں بول پڑے اور کہنے لگے۔

یارسول اللہ! ہمارے اور آدمیوں کے درمیان معاہدہ ہے۔ ہم ان سے یعنی یہود سے قطع تعلق کرنے والے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اگر ہم یہ کام کردیں، پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمادے تو آپ اپنی قوم کی طرف واپس چلے جائیں اور ہمیں چھوڑ دیں

اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا۔ میرا خون، تمھارا خون میرا عہد، تمھارا عہد، میری حرمت، تمھاری حرمت ہے۔ میں تم سے اور تم مجھ سے ہو

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ اُحد" میں دیکھیے: [2] ایضاً۔

جن سے تم لڑو گے میں ان سے لڑوں گا اور جن سے تم صلح کرو گے، میں ان سے صلح کروں گا۔

جب انصار نے متفقہ طور پر بیعت کی شرائط کو قبول کر لیا اور مصافحہ کے ذریعہ بیعت کرنی چاہی تو عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری[1] نے ان سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا (تاکہ وہ اپنی قوم کی قربانی کی استعداد کو معلوم کرے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معاہدہ اور بیعت کی ہے وہ اس کے مطابق کس حد تک قربانی کر سکتے ہیں) "اے گروہ خزرج! کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم اس شخص کی بیعت کیوں کر رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہاں! اس نے کہا، تم اس کی بیعت اسود و احمر سے لڑنے کے لیے کر رہے ہو۔ اگر تمھارا یہ خیال ہو کہ جب مصیبت سے تمھارے اموال ختم ہو جائیں گے اور تمھارے اشراف قتل سے ختم ہو جائیں گے تو تم اسے چھوڑ دو گے تو ابھی ایسا کر لو؛ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمھارے لیے دنیا اور آخرت کی رسوائی ہو گی اور اگر تمھارا یہ خیال ہو کہ تم اموال کی تباہی اور اشراف کے قتل کے باوجود بھی معاہدہ کی پابندی کرو گے تو اس کے ساتھ رہو۔ خدا کی قسم! یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

انھوں نے کہا "ہم مالی مصائب اور قتلِ اشراف کے باوجود ان کے ساتھ رہیں گے۔" پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ملتفت ہو کر کہا۔ "یا رسول اللہؐ! اگر ہم اس بات کی پابندی کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟"

آپ نے فرمایا "جنت" پھر کہنے لگے، اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو انھوں نے آپ کی بیعت کر لی۔

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ احد" میں دیکھیے۔

غیر مکتوب معاہدہ

اس معاہدہ کو لکھنے اور اس پر مُہر لگانے کی بجائے فریقین نے ہاتھوں کے ذریعے بیعت کرنے کو مطلق اعتماد کا ذریعہ سمجھا۔ وہ (شدتِ ایمانی اور سرشتی وفاداری کی خُو کی وجہ سے) اس امر کو، تحریراً معاہدہ کے پختہ کرنے سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک بڑھا کر یکے بعد دیگرے ان کی بیعت لی۔ اس طرح یہ معاہدہ نافذ العمل خیال کیا گیا۔ یہ بات مردوں کی طرف سے ہوئی۔ اور اس ہراول میں جو زنانہ بازو تھا، جس کی نمائندہ دو عورتیں تھیں، یعنی ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ اور اسماء بنت عمرو۔ ان دونوں نے ہاتھوں کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نہیں کی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک[1] کسی غیر عورت سے مصافحہ نہیں کیا۔ اس لیے ان دونوں کی بیعت، معاہدہ کی دفعات سے مکمل اتفاق پر ہوئی۔

بارہ نقیب

جب سب سے مصافحہ کے ذریعے بیعت کے عام اصول مکمل ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبایعین سے اپیل کی کہ وہ اپنے زعماء میں سے بارہ زعیم انتخاب کریں تاکہ وہ اس معاہدہ کی دفعات کی تنفیذ کے لیے اپنی قوم کے نقیب، کفیل اور ذمے دار ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"اپنے میں سے بارہ نقیب میری طرف بھیجو تاکہ وہ اپنی قوم کے معاہدہ کے ذمہ دار ہوں۔ پس اسی وقت ان کا انتخاب مکمل ہو گیا، انھوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تو آپ نے ان سے ذمہ دار لیڈروں کی طرح عہد لیا۔

---

[1] واقدی نے بیان کیا ہے کہ ام عمارہ کے خاوند (عزیہ بن عمرو) نے معاہدہ کی پختگی کے وقت کہا یا رسول اللہ! یہ دو عورتیں ہیں (ام عمارہ اور ام منیع) جو آپ کی بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہیں، آپ نے فرمایا میں نے ان شرائط پر ان کی بیعت لے لی ہے جن پر تمھاری بیعت لی ہے۔ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔

آپ نے فرمایا

"تم اپنی قوم کے معاہدہ کے کفیل ہو، جیسے حواریوں نے عیسیٰ بن مریم کی کفالت کی تھی اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں۔ یعنی مسلمانوں کا۔"

انھوں نے کہا، بہت اچھا[1]

جاسوس کا معاہدہ کو ظاہر کر دینا

جب یہ عسکری معاہدہ نہایت سکون اور ترتیب سے مکمل ہوگیا اور ابھی لوگ اس معاہدہ کی تکمیل سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ مشرکین مکہ کے شیاطین میں سے ایک شیطان نے جو خبر رسانی کے لیے کام کر رہا تھا اس معاہدہ کو ظاہر کر دیا۔ یہ جاسوس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات کی نگرانی کرتے تھے۔ تاکہ زعمائے قریش کو آپ کی دعوت کی سرگرمیوں کے متعلق اطلاعات فراہم کریں۔ خصوصاً حج کے اجتماع میں ان قبائل عرب کے درمیان آپ کی سرگرمیاں بڑھ جاتی تھیں۔ جن کے لیڈروں کے ساتھ آپ کا رابطہ ہوتا تھا آپ انھیں اور ان کی قوم کو اسلام کی طرف دعوت دیا کرتے تھے جب اس جاسوس کو پتہ چلا کہ انصار، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں، تو یہ اس قدر دیر سے پہنچا کہ اس کے لیے ممکن نہیں تھا کہ خفیہ طور پر اس اجتماع کی خبر زعمائے قریش کو پہنچائے تاکہ وہ اجتماع کرنے والوں کے پاس دفعتہً میں اچانک پہنچ جائیں، اس بات کا علم اسے آخری وقت پر ہوا، جب یہ اجتماع ختم ہونے کے قریب تھا . . . . اس صورت حال کے پیش نظر یہ جاسوس ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر منیٰ کو دیکھنے لگا۔ جہاں حاجیوں نے خیمے لگائے ہوئے تھے اور بلند آواز سے قریش کی نگاہ ڈرانے والے خطرے کی طرف موڑتے لگا۔ اس نے کہا۔

---

[1] سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۴۴۶

"اے خیمہ زن لوگو! کیا تم میں کوئی آدمی ہے جو مذمم[1] اور اس کے صابی[2] ساتھیوں سے نمٹے، انھوں نے تم سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

منیٰ میں انصار کا قریش کو مارنے کے لیے تیار ہونا

جب انصار نے جاسوس کی آواز سنی کہ وہ قریش کو عقبہ میں ہونے والے اجتماع کی خبر دے رہا ہے تو ایک انصاری لیڈر عباس بن عبادہ بن نضلہ نے جو بارہ نقیبوں میں سے ایک تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا... اس وقت اجتماع قریب الاختتام تھا... "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ پسند فرمائیں تو کل ہم اپنی تلواروں کے ساتھ اہلِ منیٰ پر حملہ کر دیں۔"

مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حملے کے اس خیال سے اتفاق نہ کیا اور بہادر انصاری لیڈر سے فرمایا، ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کے مبارک ہراول کو اپنی قیام گاہوں میں واپس جانے کی اجازت دیدی۔ پس عقبہ کے بہادر منیٰ میں اپنی قیام گاہوں میں واپس چلے گئے۔ اور انھوں نے دعوتِ اسلام اور اس کے علمبردار کی حفاظت کے لیے، مسلّح مقابلہ کے اصول مضبوطی سے قائم کر دیے اس طرح انھوں نے اسلام اور بُت پرستی کی کشمکش کے دھارے کی تبدیلی کی تاریخ کی پہلی فصل تحریر کی۔

قریش کا بیعت پر احتجاج کرنا

جس شب یہ عظیم واقعہ (بیعت عقبہ) ہوا، اس کی صبح کو، اور جاسوس کے بیعت کی خبر دینے کے بعد، مکہ کے زعماء اور لیڈروں کا ایک بہت بڑا وفد منیٰ میں اہلِ یثرب کے

---

[1] کفار مکہ کے مجرمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہا کرتے تھے۔

[2] حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب کوئی آدمی مسلمان ہوجاتا تو اسے صابی کہا جاتا تھا۔

خیموں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب کے درمیان ہونے والے
عسکری معاہدہ پر شدید احتجاج کرنے کے لیے آیا۔ انھوں نے اپنے اس احتجاج
میں کہا:۔

"اے گروہِ خزرج! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے ساتھی (یعنی حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہو، کہ اسے ہمارے درمیان
سے نکال کر لے جاؤ، اور تم نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر اس کی
بیعت کی ہے۔ خدا کی قسم! اگر ہمارے اور ان کے درمیان جنگ چھڑ
گئی تو عرب کے تمام قبائل میں سے کوئی قبیلہ ہمارے نزدیک تم سے
زیادہ بُرا نہ ہوگا۔"

اور ابھی تک خزرج کے مشرکین کو بھی اس معاہدہ کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا
جو ان کی قوم کے مسلم گروہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا
کیونکہ وہ شب کی تاریکی میں بڑی رازداری سے ہوا تھا۔ یہ یثربی مشرکین، قریش
کے سامنے قسمیں کھانے لگے کہ اس قسم کی کوئی بات طے نہیں ہوئی یہاں تک کہ
خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول[1] نے قریش کو ثابت کر دیا کہ ایسی کوئی
بات نہیں ہوئی، اس نے کہا۔ خدا کی قسم! یہ ایک بہت بڑی بات ہے، میری قوم
میرے علم کے بغیر اس قسم کا کام نہیں کر سکتی۔[2]

جن لوگوں نے عقبہ کا معاہدہ کیا تھا وہ بھی اس وقت اپنی قوم کی مجلس میں
موجود تھے، جس وقت مکہ کے زعماء نے، یثرب کے زعماء کو اپنا احتجاج پیش
کیا تھا اور وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور ان میں سے

---

[1] اس کے حالات ہماری کتاب "غزوہ اُحد" میں دیکھیے۔

[2] سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۴۴۹۔

کسی نے بھی نفی واثبات میں بات نہیں کی۔ خصوصاً اس وقت جب انھوں نے دیکھا کہ قریش کے زعماء، یثرب کے زعماء کی تصدیق کی طرف مائل ہیں، جو بت پرستی میں ان کے شریک تھے۔

قریش کو بیعت کی خبر کا یقین ہو جانا

جب زعمائے مکہ نے اپنے پیشکردہ احتجاج کا جواب خزرج کے لیڈروں سے سنا تو وہ اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور وہ بیعت کی خبر کے متعلق قریباً قریباً اس یقین پر قائم تھے کہ وہ مبالغہ کی قسم کی بات ہے۔ مگر اس کے باوجود ان کے دلوں میں شک کا کھٹکا لگا رہا۔ اور وہ گہری نظر سے خبر کی تحقیق کرنے لگے پس انھیں معلوم ہو گیا، کہ بیعت عملاً مکمل ہو چکی ہے۔ پس ان کی قیامت آگئی اور ان کے شہسواروں نے یثربیوں پر حملہ کرنے میں جلدی کی کہ شاید انھیں ان لوگوں پر یا ان کے کچھ لوگوں پر فتح حاصل ہو جائے جنھوں نے اس معاہدہ کو طے کیا ہے تاکہ وہ ان سے انتقام لے سکیں، لیکن حملے کی یہ تحریک وقت گزر جانے کے بعد ہوئی اور ابھی قریش وہاں جا کر ٹھہرے ہی تھے کہ تمام حاجی اپنے اپنے وطن کو چلے گئے۔ ہاں حملہ آوروں نے ان یثربی مسلمانوں کے ایک سردار کو گرفتار کر لیا۔ جو اس معاہدہ کے طے کرنے میں شامل تھے اور وہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ تھا جسے وہ مکہ واپس لے آئے۔ اس کے بعد دو آدمیوں نے اسے پناہ دی اور وہ دو آدمی، جبیر بن مطعم[1] اور حارث بن امیہ تھے۔ پھر اسے چھوڑ دیا گیا۔

انصار کے مبارک ہراول کے نام

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کتاب کو اوس اور خزرج کے اس مبارک ہراول کے ناموں سے آراستہ کریں۔ جنھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] ان دونوں کے حالات ہماری کتاب "غزوہ احد" میں دیکھیے۔

اپنے عسکری معاہدے سے دعوت اسلام اور اس کے علمبردار کو بیہودہ لوگوں کی بیہ[illegible]
اور بے عقلوں کے اوچھے پن سے بچانے کے لیے مسلح مقابلہ کی بنیادیں استوار
کیں، اس طرح وہ ان زبردست فوجوں کے ہراول بن گئے جنھوں نے بعد میں بڑے
بڑے سرکشوں کو ادب سکھایا اور نا فرمانی اور طاقت کے جھنڈوں کو سرنگوں کیا۔

معاہدہ عقبہ کے بہادروں کی تعداد اس مبارک عسکری معاہدہ کے بہادر[illegible]
کی تعداد ۷۳ مردوں اور دو عورتوں
تک پہنچ چکی ہے ... جن میں سے گیارہ آدمی اوس کے اور ۶۲ مرد اور دو
عورتیں خزرج کی ہیں[1]۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:۔

اوس کے حاضرین

(الف) بنی عبدالاشہل کے تین آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ اسید بن حضیر[2]

۲۔ ابوالہیثم بن التیہان[3] (یہ ان کے حلیف) اور بلی قبیلے سے تھے۔

۳۔ سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ[4]

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ احد" میں دیکھیے [2] ایضاً [3] ایضاً [4] سلمہ بن سلامہ بدر میں شامل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شمولیت کی اور بیعت عقبہ اولیٰ میں اسعد بن زرارہ کے ساتھ شامل ہوئے، آپ فضلار صحابہ میں سے تھے، حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ کو یمامہ کا والی بنایا تھا اور جب عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ (اگر ہم مدینہ لوٹے تو سب سے معزز سب سے ذلیل کو وہاں سے نکال دیگا)، تو عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، سلمہ بن سلامہ بن وقش کو بھیجیے یہ اس کے سر کو آپ کے پاس لائے گا۔ آپ کی وفات ۴۵ھ میں ہوئی۔

(ب) بنی حارثہ میں سے تین آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ظہیر بن رافع بن عدی[1]

۲۔ ابو بردہ بن نیار[2] (یہ ان کے حلیف تھے) اور قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۳۔ نہیر بن الہیثم[3]

(ج) بنی عمرو بن عوف بن مالک سے پانچ آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ سعد بن خیثمہ[4]

۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر[5]

۳۔ عبداللہ بن جبیر[6]

۴۔ معن بن عدی بن الجد (یہ ان کے حلیف تھے) اور بلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۵۔ عویم بن ساعدہ[7]

عقبہ میں خزرج سے شامل ہونے والوں کی تعداد

(الف) بنی نجار سے گیارہ آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ابو ایوب انصاری ... خالد بن زید بن کلیب[8]۔

---

[1] آپ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ [2] ابو بردہ، بدر اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے آپ کی وفات حضرت معاویہؓ کی خلافت میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ اس سے قبل آپ حضرت علیؓ کے ساتھ ان کے دشمنوں کے ساتھ سب جنگوں میں شامل ہوئے [3] یہ جلیل القدر صحابی بدر میں شامل نہیں ہوئے [4] اس کتاب میں ان کے حالات قبل ازیں بیان ہو چکے ہیں [5] رفاعہ بدر میں شامل ہوئے اور معرکہ خیبر میں شہید ہوئے، آپ مشہور صحابی ابولبابہ کے بھائی ہیں [6] آپ معرکہ اُحد میں تیر اندازوں کے سالار تھے اور آپ کی شہادت معرکہ اُحد ہی میں ہوئی [7] ان کے مکمل حالات اصابہ میں دیکھیے [8] ابو ایوب انصاری مشہور جلیل القدر صحابی ہیں آپ بدر اور دیگر تمام معرکوں میں (بقیہ بر صفحہ ۷۴)

۲۔ معاذ بن حارث بن رفاعہ۔ یہ عفراء کے بیٹے ہیں۔
۳۔ ان کے بھائی عوف بن حارث۔
۴۔ ان کے بھائی معوذ بن حارث [۱]
۵۔ عمارہ بن حزم بن زید
۶۔ اسعد بن زرارہ
۷۔ سہل بن عتیک

(بقیہ حاشیہ ص ۷۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے، ہجرت کے وقت آپ کا گھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہیڈکوارٹر تھا جہاں پر آپ فروکش ہوئے تھے اور آپ، ان کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ مسجد اور آپ کا گھر تعمیر ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور مصعب بن العبدری کے درمیان مواخات کرائی۔ خلفائے راشدین کے عہد میں آپ نے اسلامی فتوحات میں شمولیت کی۔ جب حضرت علی اعراق گئے تو آپ نے انھیں مدینہ کا امیر بنایا اور آپ حضرت علی کے ساتھ خوارج کے جنگ میں شریک ہوئے۔ آپ مسلسل جہاد کرتے رہے۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں آپ نے آخری جنگ لڑی اور وہ قسطنطنیہ کی جنگ تھی۔ حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی سرکردگی میں ایک عظیم فوج تیار کی۔ اس فوج نے قسطنطنیہ کی بری اور بحری ناکہ بندی کر دی۔ حضرت ابوایوب بھی اس فوج میں شامل تھے۔ اس جنگ میں آپ بیمار ہو گئے، فوج کا سالار یزید بن معاویہ آپ کی عیادت کو آیا اور اس نے پوچھا، ابو ایوب! آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا میری خواہش ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے سوار کرا کے دشمن کی زمین میں اس جگہ تک لے جانا جہاں تک تجھے جانے کا موقع ملے اور جب تجھے آگے راستہ نہ ملے تو مجھے وہیں دفن کر دینا۔ اور واپس لوٹ آنا، یزید نے اسی طرح کیا پس ابوایوب رومیوں کی سرزمین میں قسطنطنیہ کے قریب دفن ہوئے اور یہ ۵۵ھ کا واقعہ ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] یہ تینوں جانباز، معاذ، معوذ اور عوف، حارث کے بیٹے ہیں جو بنام عفراء کے نام سے مشہور ہیں۔ معوذ اور عوف کے حالات پیش کیے جائیں گے، معاذ کے متعلق بعض نے ذکر کیا ہے (بقیہ بر صفحہ)

۸۔ اوس بن ثابت بن منذر
۹۔ ابوطلحہ، زید بن سہل[1]
۱۰۔ قیس بن ابی صعصعہ
۱۱۔ عمرو بن غزیہ بن عمرو

(ب) بنی حارث بن خزرج سے سات آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔
۱۔ سعد بن ربیع
۲۔ خارجہ بن زید بن ابی زہیر
۳۔ عبداللہ بن رواحہ
۴۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ
۵۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ
۶۔ خلاد بن سوید بن ثعلبہ
۷۔ عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ

(ج) بنی بیاضہ بن عامر سے تین آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔
۱۔ زیاد بن لبید بن ثعلبہ
۲۔ فروہ بن عمرو بن وذفہ
۳۔ خالد بن قیس بن مالک۔

(د) بنی زریق بن عامر سے چار آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔
۱۔ رافع بن مالک بن عجلان

(بقیہ حاشیہ ص ۷۴) کہ آپ بدر میں شہید ہوئے تھے مگر ابن اسحاق نے مقتولوں میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ عوف اور معوذ بھی ابوجہل کے قتل میں شرکت کے بعد بدر میں شہید ہوئے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] ان کے حالات "غزوہ اُحد" میں بیان ہوں گے۔

۲۔ ذکوان بن قیس بن خلدہ

۳۔ عباد بن قیس بن عامر

۴۔ حارث بن قیس بن خالد

(ک) بنی سلمہ بن سعد سے گیارہ آدمی تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ البراء بن معرور[1]

۲۔ سنان بن صیفی بن صخر

۳۔ مسعود بن یزید بن سبیع

۴۔ یزید بن حرام بن سبیع

۵۔ جبار بن صخر بن امیہ

۶۔ طفیل بن نعمان بن خنساء

۷۔ معقل بن المنذر بن سرح

۸۔ یزید بن المنذر بن سرح

۹۔ ضحاک بن حارثہ بن زید

۱۰۔ بشر بن البراء بن معرور

۱۱۔ طفیل بن مالک بن خنساء

(د) اور بنی سواد بن غنم بن کعب سے ایک آدمی تھا جس کا نام یہ ہے:۔

---

[1] البراء بن معرور بن صخر بن سابق بن سنان خزرجی مشہور فاضل صحابی ہیں، آپ انصار کے سردار اور بڑے عالم تھے، آپ پہلے مسلمان ہیں، جنھوں نے زندگی میں کعبہ کی طرف سب سے پہلے منہ کیا۔ آپ کی وفات، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے ایک ماہ قبل ہوئی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپ نے البراء بن معرور رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔

۱۔ کعب بن مالک بن ابی کعب

(ز) اور بنی غنم بن سواد سے پانچ آدمی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ سلیم بن عمرو بن حدیدہ

۲۔ قطبہ بن عمرو بن حدیدہ

۳۔ یزید بن عامر بن حدیدہ

۴۔ ابوالیسر... کعب بن عمرو

۵۔ صیفی بن سواد بن عباد۔

(ح) اور بنی نابی بن عمرو بن سواد سے پانچ آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ثعلبہ بن غنمہ بن عدی

۲۔ عمرو بن غنمہ بن عدی

۳۔ عبس بن عامر بن عدی

۴۔ عبداللہ بن انیس (یہ ان کے حلیف تھے اور قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے)

۵۔ خالد بن عمرو بن عدی

(ط) اور بنی حرام بن کعب بن غنم سے سات آدمی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام

۲۔ جابر بن عبداللہ

۳۔ معاذ بن عمرو بن الجموح

۴۔ ثابت بن الجذع

۵۔ عمیر بن الحارث بن ثعلبہ

۶۔ خدیج بن سلامہ بن اوس بن عمرو۔ (یہ ان کے حلیف تھے اور بلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے)

۷۔ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس[1]۔

(ی) اور بنی عوف بن خزرج سے چار آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ عبادہ بن الصامت[2]

۲۔ عباس بن عبادہ بن نضلہ

۳۔ یزید بن ثعلبہ بن خزمہ (ابو عبدالرحمٰن)

۴۔ عمرو بن الحارث بن لبدہ بن عمرو۔

(ل) اور بنی سالم بن غنم بن عوف سے دو آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ رفاعہ بن عمرو بن زید

---

[1] معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عابد بن عدی بن کعب انصاری خزرجی، آپ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں آپ حلال وحرام کے علم میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ابوادریس الخولانی کہتے ہیں، آپ سفید رنگ، روشن رُو تھے اور اپنی قوم کے بہترین جوانوں میں سے سخی نوجوان تھے آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شامل ہوئے۔ اور معرکہ بدر میں ۲۱ سال کی عمر میں شامل ہوئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا امیر بنایا۔ اس موقع پر آپ نے اہل یمن کو لکھا کہ میں اپنے گھر کے بہترین آدمی کو تمھاری طرف بھیج رہا ہوں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت معاذ یمن میں تھے آپ حضرت ابوبکر کی خلافت میں مدینہ آئے اور ۱۸ھ میں آپ کی وفات شام میں طاعون سے ہوئی۔ معاذ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۵۵ احادیث روایت کی ہیں۔ [2] عبادہ بن الصامت بن قیس بن احرم بن فہر بن قیس انصاری خزرجی آپ مشہور صحابی ہیں آپ مصر کی فتح میں سالار عمرو بن العاص کے ماتحت فوجیوں کے کمانڈر تھے اور رومیوں کے عہد میں جب ابن العاص نے ایک وفد حاکم مصر مقوقس کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لیے بھیجا تو آپ اس وفد کے لیڈر تھے، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے آپکو حمص اور شام کا امیر بنایا۔ عبادہ طویل قامت جسیم اور خوبصورت آدمی تھے یہی وجہ ہے کہ مقوقس نے آپ سے گفتگو نہ کی کیونکہ اس کا دل آپ کے خوف سے لبریز ہو گیا تھا آپکی وفات رملہ میں ۳۴ھ کو ہوئی جو فلسطین کے علاقے میں ہے اور بعض کے نزدیک ۴۵ھ میں ہوئی۔

۲۔ عقبہ بن وہب بن کلدۃ (یہ ان کے حلیف تھے اور غطفان سے تعلق رکھتے تھے)
) اور بنی ساعدہ بن کعب بن خزرج سے د آدمی تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔
۱۔ سعد بن عبادہ
۲۔ المنذر بن عمرو بن خنیس۔
یہ اوس اور خزرج کے وہ ۷۳ آدمی ہیں جنھوں نے عقبہ میں رسول کریم صلی اللہ
، وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔

ہدہ میں شریک ہونے والی دو عورتیں معاہدہ عقبہ میں شرکت کرنے والی دو عورتیں خزرج قبیلہ سے تعلق
ی تھیں، ان دونوں کے نام یہ ہیں:۔
۱۔ نسیبہ بنت کعب بن عمرو (ام عمارہ)
۲۔ ام منیع۔ (اس کا نام اسماء بنت عمرو بن عدی ہے)

ہ نقیبوں کے نام اوس اور خزرج کے لوگوں نے جن آدمیوں کو اپنا نقیب منتخب کیا کہ وہ اس عسکری معاہدے کی تنفیذ کے کفیل
ں (جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپیل کی تھی) وہ بارہ تھے۔ نو
زرج میں سے تھے اور تین اوس میں سے تھے۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

زرج کے نقیب:۔

۱۔ اسعد بن زرارہ
۲۔ سعد بن الربیع
۳۔ عبداللہ بن رواحہ
۴۔ رافع بن مالک العجلان

۵۔ البراء بن معرور
۶۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام
۷۔ عبادہ بن الصامت
۸۔ سعد بن عبادہ
۹۔ المنذر بن عمرو[1]

اوس کے نقیب

۱۔ اسید بن حضیر
۲۔ سعد بن خیثمہ
۳۔ رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر[2]

عظیم واقعہ اس عظیم واقعہ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب کے درمیان عسکری معاہدہ کے قیام) کے بعد کفار مکہ پر ایسے اضطراب نے حملہ کیا کہ اس کی کوئی نظیر موجود نہ تھی۔ ان کے سامنے عظیم حقیقی خ[طرہ] مجسم ہو کر آ گیا، جو ان کے بت پرستانہ وجود کو دھمکانے لگا۔ یہ عسکری معاہد[ہ کے] نتیجہ میں ہوا۔ اہل مکہ اوس اور خزرج کی قوت سے واقف تھے اور ان دونو[ں] قبیلوں کے درمیان جو خانہ جنگیاں ہوتی تھیں ان سے ان دونوں قبیلوں ک[ے]

---

[1] المنذر بن عمرو بن خنیس بن حارثہ بن لوذان خزرجی انصاری، آپ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں آ[پ] جنگ بدر میں شامل ہوئے، آپ ان شہداء میں سے ایک ہیں جن کے ساتھ نجد میں قبائل عام[ر نے] بئر معونہ کے واقعہ میں غداری کی تھی۔ آپ نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روا[یت] کی ہے۔ [2] رفاعہ بن المنذر بن رفاعہ بن زبیر، مشہور صحابی ابولبابہ کے بھائی ہیں۔ آپ [بدر] میں شامل ہوئے اور معرکہ خیبر میں شہید ہوئے۔

انشوروں کا دل تنگ ہو چکا تھا۔ اس سے ان دونوں کے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اشاعت آسان ہو گئی۔ کیونکہ اس دعوت کے اصولوں میں خونریزی کو بند کرنے کی ترغیب دینے اور بھائی چارے کی طرف دعوت دینے، اور کینہ توزی کو ترک کرنے کا اصول شامل تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر اس میں دعوتِ اسلام کامیاب ہو گئی تو وہ مکہ کے سیاسی، دینی اور عسکری تسلط کا خاتمہ کر دیگی یہی وجہ ہے کہ قریش نے گذشتہ اوقات کی نسبت اس معاملے میں زیادہ غور و فکر کرنا شروع کر دیا۔ کہ اسلامی دعوت کے نور کی لہر کو ختم کرنے کے لیے انتہائی سریع اور فیصلہ کن عملی اقدامات کیے جائیں۔ اس لیے مکہ کی پارلیمنٹ کے کئی اجتماعات ہوئے۔ جن میں اس خوفناک عسکری معاہدہ کے باعث دعوتِ اسلامی پر آنے والے انقلاب پر بحث و گفتگو ہوئی، جو معاہدہ اس دعوت کے علمبردار نے مدینہ میں اوس اور خزرج کے قبائل سے کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مسلمانوں کی ہجرت

جب مکہ کے مشرکین اپنی پارلیمنٹ میں موجودہ موقف پر گفتگو کے لیے مسلسل اجلاس کر رہے تھے تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش کی سوچ بچار اور ان کے تیار کردہ ناجائز منصوبوں سے غافل نہیں تھے جو وہ آپ کے اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کے لیے بنا رہے تھے۔

جب یثرب میں دعوتِ اسلام مضبوط ہو گئی اور اسے طاقتور حمایتی میسر آگئے جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ اس دعوت اور اس دعوت کے علمبردار کے دفاع میں اپنی جانیں دے دیں گے تو آپ نے اپنے مکی اصحاب کو جلد یہ حکم دیا کہ وہ جلد یثرب آجائیں اور اس جدید محاذ کو مدد دیں جس کے متعلق خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ عظیم جنگی اڈہ ہو۔ جس پر بعد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے کفار سے لڑی جانے والی ہر جنگ میں اعتماد کیا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی اصحاب نے اس مقدس شہر کو چھوڑ کر یثرب کی طرف جانا شروع کر دیا اور ان کی ہجرت متفرق اور فرداً فرداً یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں ہوتی تھی اور انھوں نے ایسا پر حکمت سیاسی تجویز کے مطابق کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ قریش کو پتہ نہ چلے تاکہ وہ مقصد ظاہر نہ ہو جو اس ہجرت کے پیچھے پوشیدہ تھا۔

علاوہ ازیں قریش کی جاسوس آنکھ بھی مسلمانوں کی نگرانی سے غافل نہ تھی حقیقت کھل گئی اور انھیں معلوم ہو گیا کہ یثرب کی طرف مسلمانوں کی ہجرت ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق استمرار و انتظام کے ساتھ اور فوجی مقصد کو پورا کرنے کے لیے ہو رہی ہے جس کا اولین مقصد بت پرستی کے وجود کو ختم کرنا ہے۔

پس مسلمانوں کو ہجرت مدینہ سے روکنے کے لیے کئی کوششیں کی گئیں مگر یہ کوششیں ناکام ہو گئیں۔ کیونکہ ان سے صرف کمزور لوگ ہی ہجرت کرنے سے رکے (اور وہ قلیل تعداد تھے) بعض کو ان میں سے محبوس کیا گیا اور بعض کو عذاب دیا گیا لیکن بقیہ مسلمانوں کی اکثریت ہجرت کر گئی اور انھیں روکنے پر کوئی شخص قادر نہ ہو سکا، ان لوگوں میں حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ العبدری اور حضرت عثمان بن عفانؓ وغیرہ شامل تھے۔

عظیم انقلابات

قریش تیرہ سال تک مختلف طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا مقابلہ کرتے رہے انھوں نے تہدید تنگی اور دہشت گردی کے تمام طریقوں کو آزمایا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور آپ کی دعوت کے خلاف وسیع اور منظم پروپیگنڈہ جنگ کی اور آپ کے اور آپ کے مددگاروں کے خلاف بھوک اور بائیکاٹ کی سیاست کاری

ی کی اور آپ کے کمزور پیروکاروں کو محبوس و معذّب بھی کیا گیا اور ان پر نفسیاتی
نگ بھی مسلط کی گئی۔ حق بات یہ ہے کہ یہ ایک سخت ظالمانہ مقابلہ تھا۔ مگر یہ
قابلہ باوجود اپنی شدت اور شوق کے اعلانِ جنگ کرنے اور ہتھیار اٹھانے تک
پہنچا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاران تمام مصائب و متاعب
ر ہلاکتوں کو برداشت کرتے رہے۔ آپ اپنی دعوت کی نشر و اشاعت، اور اپنی
سالت کے ابلاغ میں جہاں کہیں بھی رابطہ ہوتا، آگے قدم بڑھاتے جاتے۔ مگر
س پُرامن مقابلہ کے آخری سال میں مشرکینِ مکہ کی جانب سے ایسے عظیم انقلاب
در پذیر ہوئے جنھوں نے مقابلے کے دھارے کو کلیۃً بدل کر رکھ دیا۔

المانہ قرار داد جب دعوتِ اسلامی کے مقابلہ اور گھوارے میں اس کے
خاتمہ کے تمام غیر جنگی منصوبے ناکام ہوگئے تو مشرکین کا دل
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے تنگ پڑ گیا اور انھیں محسوس ہو گیا کہ
خطرہ جو ان کے بُت پرستانہ وجود کو تباہ کرنا چاہتا ہے، بڑھ رہا ہے۔ خصوصاً
یب سے انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل یثرب کے عسکری
اہدے کے بعد اپنا دشمنانہ مضبوط محاذ قائم کیا تھا پس وہ اس خطرے کو دور
نے کے لیے جس کا واحد منبع دعوتِ اسلام کا علمبردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
ا۔ کارگر وسائل تلاش کرنے لگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تیرھویں سال کے ماہ ربیع الاول کے
ئل میں مکہ کی پارلیمنٹ نے اپنی تاریخ کا سب سے اہم اجلاس منعقد کیا۔

ں پارلیمنٹ کا تاریخی جلسہ اس تاریخی دن میں، قریشی قبائل کے
تمام عوامی نمائندے مکہ کی پارلیمنٹ میں
ئے اور انھوں نے اس عظیم اجتماع میں ضروری، سریع اور فیصلہ کن اقدامات

کرنے پر غور و فکر کیا جو دعوتِ اسلامی کے علمبردار کے خاتمہ اور اس دعوت کے نور کی رَد کے وجود کے قلع قمع کے ضامن ہوں۔ کیونکہ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ اگر اسلام جو بُت پرستی کا مضبوط مدمقابل ہے، کا جلد خاتمہ نہ ہوا تو ان کی بُت پرستی کے نہایت ہی تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ کیونکہ اسلام کے علمبردار نے ان کے کچلنے اور زمین کو اس کی گندگی سے پاک کرنے کے لیے تیاری شروع کر دی ہے۔

اس عظیم اجتماع میں، قریشی قبائل کے نمایاں عوامی نمائندے یہ تھے:

۱۔ قبیلہ بنی مخزوم سے ——— ابوجہل بن ہشام

۲۔ قبیلہ بنی نوفل بن عبد مناف سے ——— جبیر بن مطعم، حارث بن عامر بن نوفل اور طعیمہ بن عدی۔

۳۔ قبیلہ بنی عبد شمس بن عبد مناف سے ——— عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ اور ابوسفیان بن حرب۔

۴۔ النضر بن حارث بن کلدہ، یہ بنی عبد الدار کا نمائندہ تھا (اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ بدر کے بعد وادی صفراء میں باندھ کر قتل کیا تھا)

۵۔ قبیلہ بنی اسد بن عبد العزیٰ سے ——— ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود ابن المطلب اور حکیم بن حزام۔

۶۔ قبیلہ بنی سہم سے ——— حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ۔

۷۔ قبیلہ بنی جمح سے ——— امیّہ بن خلف[1]

اسی طرح دیگر تمام قریشی قبائل کے نمائندے بھی اس اجتماع میں حاضر تھے۔

---

[1] یہ امیہ بن خلف ان زعمائے مکہ میں سے ہے جنھیں مسلمانوں نے معرکہ بدر میں قتل کیا تھا۔

پارلیمنٹ کے صدر نے محافظوں
ہلِ تہامہ کو جلسہ میں حاضر ہونے سے روکنا کو حکم دیا کہ وہ اہل تہامہ کو،
بن میں یثرب بھی ہے) جلسہ میں حاضر ہونے سے روک دیں کیونکہ وہ (بقولِ
ریش) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا خواہ ہیں اور انھیں حکم دیا کہ وہ
دسرے لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت دیں۔ خصوصاً اہل نجد کو، معلوم ہوتا ہے
، قریش کا دستور یہ تھا کہ وہ غیر نمائندہ لوگوں کو بھی مکی پارلیمنٹ میں بحث کے
یے شامل ہونے کی اجازت دیا کرتے تھے۔

جب قبائل کے نمائندے پورے ہوگئے تو ان کے درمیان طویل بحث ہوئی
ر نمائندوں نے مختلف حل اور تجاویز پیش کیں۔ مگر نمائندوں کی غالب اکثریت
نے اکثر تجاویز کو رد کر دیا۔ قبیلہ بنی عامر بن لوی کے ایک نمائندے ابو الاسود
بیعہ بن عمرو نے ایک تجویز پیش کی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے
بلا وطن کر کے نکال دیا جائے مگر ایک نمائندے کی تنقید اور اس کے نفاذ میں
ریش کے مستقبل کے لیے جو خطرات تھے، ان کی وضاحت کے بعد اس تجویز کو
س وقت رد کر دیا گیا۔ اس نمائندے نے کہا:-

"تمھاری یہ رائے کچھ نہیں، کیا تم اس (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے
حسنِ گفتگو اور شیریں گفتاری کو نہیں دیکھتے جو اسے لوگوں کے دلوں پر غالب کر دیتی
ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم نے ایسا کیا تو تم امن میں نہیں رہو گے۔ وہ عرب کے کسی
قبیلے کے پاس فروکش ہو جائیگا اور اپنی گفتار سے ان پر غالب آ جائے گا اور وہ
س کے پیرو کار بن جائیں گے، یہاں تک کہ وہ ان کے ذریعے، تمھیں تمھارے
شہر میں روند ڈالے گا اور تمھاری حکومت تمھارے ہاتھ سے لے لے گا۔ پھر جو
چاہے گا تم سے کرے گا"۔ پھر اس نمائندے نے اس تجویز پر اپنی تنقید کو یہ کہہ کر

ختم کیا کہ "اس بارے میں کوئی اور رائے دو"۔

اس موقع پر بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے ایک نمائندے ابوالبختری بن ہشا
نے ایک تجویز پیش کی، جو یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر قید خانے
ڈال دیا جائے، اس نے کہا۔

"اسے بیڑیوں میں جکڑ دو اور دروازہ بند کر دو، پھر انتظار کرو کہ اسے
موت پہنچے جو اس سے قبل کے شعراء، زہیر اور نابغہ اور ان کے دیگر گذشتہ لو
پہنچی تھی"۔

لیکن ایک نمائندے کے شور مچانے پر یہ تجویز بھی مکہ کی پارلیمنٹ نے
کر دی۔ اس نے کہا:۔

"خدا کی قسم! تمھاری یہ رائے کچھ بھی نہیں، خدا کی قسم! اگر تم نے اسے قید
جیسے کہ تم کہتے ہو... وہ اس دروازے کے پیچھے سے جسے تم اس کے در
کرو گے، اپنے امر کو اپنے اصحاب تک پہنچا دے گا اور قریب ہے کہ وہ تم پر حم
کر دیں اور اسے تم سے چھین کرلے جائیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ تمھارا مقابلہ کر
گے، یہاں تک کہ وہ تمھاری حکومت پر غالب آجائیں گے، تمھاری یہ رائے کو
چیز نہیں، کسی اور رائے پر غور کرو"۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق

آخر میں مکہ کی پارلیمنٹ نے ایک ناجائز تجویز
پر اتفاق کیا جسے مکہ کے عظیم مجرم ابوجہل
ہشام نے پیش کیا (جو قبیلہ بنی مخزوم کا ای
نمائندہ تھا) جو یہ تھی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل میں قریش کے تم
قبائل شریک ہوں تاکہ وہ سب کے سب آپ کے خون کے مطالبہ کرنے وا
کے مدمقابل ہوں۔ پس وہ اس کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ اس سرکش شیطا

(ابوجہل) نے اپنی تجویز میں کہا:۔

"خدا کی قسم! میری اس کے متعلق ایک رائے ہے، میرے خیال میں تم ابھی اس کا اندازہ بھی نہیں کرسکے، انھوں نے کہا۔ ابوالحکم! وہ کیا رائے ہے؟۔ اس نے کہا۔

"میرے خیال میں ہم ہر قبیلے سے ایک بہادر، خاندانی اور نمایاں نوجوان کو لے لیں۔ پھر ان میں سے ہر نوجوان کو ایک تیز تلوار دیں۔ پھر انھیں اس کی طرف بھجوادیں اور وہ اسے ایک آدمی کی طرح بیک وقت تلواریں مار کر قتل کردیں اس طرح ہم اس سے راحت حاصل کرسکیں گے یعنی جب وہ اس طرح کریں گے تو اس کا خون تمام قبائل میں متفرق ہوجائے گا اور بنو عبدمناف اپنی تمام قوم سے جنگ کرنے کی سکت نہیں پائیں گے اور وہ ہمارے ساتھ دیت پر راضی ہوجائیں گے اور ہم اس کی دیت انھیں دے دیں گے۔"

اس ناجائز تجویز کو مکہ کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر منظور کرلیا اور قریش نے اس ظالمانہ قرارداد پر بھروسہ کرلیا اور نمائندے پارلیمنٹ سے واپس چلے گئے اور انھوں نے اس قرارداد کو فوری طور پر نافذ کرنے کا عزم کرلیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ

جب مکہ کی پارلیمنٹ نے یہ ظالمانہ قرارداد پاس کی، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی خبر دے دی۔ اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا، ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ:۔

"جبریل علیہ السلام، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ جس بستر پر سوتے ہیں، اس بستر پر آج رات کو نہ سونا۔"

اس شب کو جس کی صبح کو مکہ کی پارلیمنٹ نے یہ قرارداد پاس کی، قریش کے

تمام قبائل کا ایک نمائندہ گروپ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے محاصرہ کے لیے تیار ہوگیا تاکہ اس خطرناک سازش کا نفاذ کرے جس کا ہدف آپ کی زندگی کا خاتمہ کرنا تھا اور جس وقت مسلح نوجوانوں نے جن کے سپرد آپ کے قتل کا کام لگایا گیا تھا، آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اس وقت آپ اپنے گھر میں موجود تھے

سازش کی ناکامی اور ہجرت کی کامیابی

اس وقت کفر، ایمان کے دروازے پر اس کے شعلے کو ہمیشہ کے لیے بجھانے اور عالم کو اس کے روشن نور کی موجوں سے، جو جہل وکفر اور ظلم و انحراف میں پھنسی ہوئی اکنافِ عالم کو روشن کرنے کے لیے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا، محروم کرنے کے لیے کھڑا تھا۔ اور مشرکین کے لیڈر اپنی فوجوں کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو گھیرے کھڑے تھے تاکہ تاریخ آدم کی ذلیل ترین، اور گھناؤنی سازش کے نفاذ کا مشاہدہ کریں اور ابوجہل بذات خود بڑے فخر اور تکبر سے کھڑا تھا۔ گویا اس نے سازش کی کامیابی کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اس نے بیتِ نبوی کا محاصرہ کرنے والے گروپ سے مخاطب ہو کر بڑے استہزا اور تمسخر سے کہا:۔

> "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خیال ہے کہ اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو تم عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر تم اپنی موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمھیں اردن کے باغات جیسے باغات ملیں گے اور اگر تم نے اس کی بات نہ مانی تو وہ تمھیں قتل کرے گا۔ پھر تم اپنی موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمھارے لیے آگ تیار کی جائے گی جس میں تمھیں جلایا جائے گا"

اس سازش کے نفاذ کا وقت نصف شب کے بعد مقرر ہوا تھا اور مکہ کے

پڈر اوران کی فوجیں، صفر کے گھنٹے کے انتظار میں جاگ رہے تھے تاکہ وہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے میں غالب ہے۔

"واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین[1]"

یہ خوفناک سازش اس طرح ناکام ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے شر سے بچا لیا اور آپ ڈکٹیٹروں کے سامنے آئے اور وہ آپ کو دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ آپ ان کے پاس گئے اور ان کی صفوں کے درمیان چلے گئے اور آپ کے ہاتھ میں مٹھی بھر مٹی تھی، آپ نے اسے یہ آیت پڑھتے ہوئے

"وجعلنا من بین ایدیھم سدًّا ومن خلفھم سدًّا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون[2]" ان کے کفر و سرکشی سے بھرے ہوئے سروں پر بکھیر دیا۔

بعض کا قول ہے کہ ابھی صفر کے گھنٹے میں کچھ تھوڑا سا وقت باقی تھا کہ کفر پر اپنی امید کی، اور سرکشی پر اپنے منصوبے کی ناکامی و نامرادی واضح ہوگئی۔ اور جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر کھڑے صفر کے گھنٹے کا انتظار کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے جو ان کے ساتھ نہیں تھا، ان کے پاس آکر کہا۔ "تم کس کا انتظار کر رہے ہو" تو ان کے دلوں میں حسرت کی آندھیاں چل پڑیں اور وہ کہنے لگے، ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس نے کہا، خدا تعالیٰ نے تمھیں ناکام کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے پاس آئے تھے پھر انھوں نے تمھارے ہر آدمی کے سر پر مٹی رکھی اور اپنے کام کو چلے گئے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمھاری حالت کیا ہے .... پس ہر آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا تو اس پر مٹی پڑی ہوئی تھی لیکن ابھی انھیں یقین تھا

---

[1] انفال: ۳۰۔ [2] یٰس: ۹

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے اندر ہیں، اس لیے انھوں نے آپ کے گھر کے دروازے پر بھیڑ کر کے اس کی دراڑوں سے دیکھا تو انھوں نے حضرت علی رضؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے بستر پر لیٹے دیکھا، انھوں نے آپ کا رسول اللہ خیال کیا اور کہنے لگے خدا کی قسم! یہ محمد ہیں جو اپنی چادر میں سوئے ہوئے ہیں. پس وہ تردد اور شک کا شکار ہوگئے اور کوئی فیصلہ کن کام نہ کر سکے[۲] یہاں تک کہ صبح ہوگئی، کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر سے اٹھ رہے ہیں، اس طرح انھیں اس آدمی کے قول کی صداقت معلوم ہوگئی جس نے انھیں بتایا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکل گئے ہیں۔ اس موقع پر کفار مکہ کو یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عملاً ان کے قبضہ سے نکل گئے ہیں۔ پس شرک کا جنون اس بری ناکامی پر چھپ گیا اور اس پر ان کی

---

[۱] ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے اس عزم کا علم ہوا کہ وہ آپ پر حملہ کرنے والے ہیں تو آپ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ حضرمی سبز چادر اوڑھ لو اور اس میں سو جاؤ، آپ کو ان کی طرف سے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو اپنی اس چادر میں سویا کرتے تھے۔

[۲] محاصرین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے دیوار پھاندنے کی کوشش کی، تو ایک عورت گھر سے چیخ اٹھی، تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ خدا کی قسم! عربوں میں یہ ایک عیب کی بات ہے کہ ہمارے متعلق یہ بات ہو کہ ہم نے عمزادیوں کی دیوار پھاندیں تھیں اور اپنی حرمت کی پردہ دری کی تھی۔ اس وجہ سے وہ قتلِ رسول کے معاملے کو مؤخر کرتے رہے اور صبح تک آپ کے باہر نکلنے کے منتظر رہے۔ پھر ان کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور وہ آپ کو نکلتے وقت دیکھ نہ سکے۔ سہیلی کی روض الانف میں ایسے ہی بیان ہوا ہے۔

خبیث سازش کا خاتمہ ہو گیا۔

ہجرت کیسے کامیاب ہوئی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب سے عظیم ساتھی ابوبکر صدیق رضؓ سے رابطہ کیا، تاکہ دونوں کسی ایسی تجویز پر متفق ہو جائیں جس کے مطابق وہ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ چلے جائیں آپ نے یہ پروگرام اس ظالمانہ قرارداد کی اطلاع کے بعد بنایا، جسے مکہ کی پارلیمنٹ نے آپ کے خلاف پاس کیا تھا۔ آپ اس غرض کے لیے حضرت صدیق کے گھر گئے۔ کیونکہ ہجرت کی کارروائی (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے) ایک بڑی جانبازی کا کام تھا اس لیے اس کو نہایت پوشیدہ رکھا گیا یہاں تک کہ جب آپ حضرت صدیق کے گھر پروگرام طے کرنے کے لیے مشورہ کے واسطے پہنچے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ جو لوگ بھی آپ کے پاس موجود ہیں، آپ انھیں باہر چلے جانے کا حکم دیں تاکہ اس اہم موضوع پر ہونے والی گفتگو کی کوئی بات باہر نہ نکل جائے۔

ابن اسحاق، حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتا ہے کہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضؓ کے گھر دن میں ایک مرتبہ بلاناغہ آیا کرتے تھے، خواہ صبح کو آئیں یا شام کو۔ مگر جس روز آپ کو ہجرت کرنے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر مکہ سے چلے جانے کی اجازت دی گئی تو آپ دوپہر کو ایسے وقت میں ہمارے پاس آئے جس وقت کوئی شخص ہمارے پاس نہیں آیا کرتا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر رضؓ نے آپ کو دیکھا تو کہا اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عظیم کام کے لیے آئے ہیں۔ آپ بیان فرماتی ہیں جب آپ داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر آپ کی خاطر اپنی چارپائی

سے پیچھے ہٹ گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت ابوبکرہ کے پاس میرے اور میری بہن اسماء بنت ابوبکر کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کے پاس جو آدمی ہیں انھیں باہر نکال دیجیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صرف میری یہ دو بیٹیاں ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت اور خروج کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکرہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بھی ساتھ لے چلیے۔ آپ نے فرمایا آپ بھی ساتھ چلیں گے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں خدا کی قسم! جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو اس دن روتے دیکھا تو اس دن سے پہلے مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ کوئی شخص خوشی سے بھی رویا کرتا ہے۔ پھر آپ نے عرض کیا یا نبی اللہ! یہ دو اونٹنیاں ہیں، میں نے انھیں اس کام کے لیے تیار کیا ہوا ہے پس آپ دونوں نے عبداللہ بن ادقط کو راستہ بتانے کے لیے کرائے پر حاصل کیا... یہ شخص بنی الدئل بن بکر سے تھا اور مشرک تھا اور دونوں نے اپنی اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور وہ مقررہ وقت تک ان دونوں کو چرایا کرتا تھا۔[1]"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے کس طرح نکلے

اس تاریخی رات میں، تاریخ اسلام میں ایک عظیم انقلاب کا آغاز ہوا۔ جب قریش نے اپنے زعماء اور لیڈروں کے ساتھ، رسول اعظم صلی اللہ

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۴۸۴؛

علیہ وسلم کے مکان کا گھیراؤ کیے، حملہ کرنے کے لیے صبح کے انتظار میں تھے[۱]...
تاکہ قریش کی پارلیمنٹ کی قرارداد کو نافذ کر سکیں... محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ
کے ساتھی حضرت صدیق، پچھلے دروازے سے آخری گھر کو چھوڑ رہے تھے تاکہ
جلدی سے طلوع فجر سے قبل ہی مکہ سے نکل جائیں۔

غار میں چھپنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ جب قریش کو صرف
اتنا ہی پتہ چلا کہ آپ مکہ سے روپوش ہیں تو وہ آپ کی
تلاش میں بڑی کوشش کریں گے۔ اسی طرح آپ کو یہ بھی علم تھا کہ سب سے
پہلے مرحلہ میں نظریں جس راستہ کی طرف متوجہ ہونگی وہ مدینہ کی شاہراہ ہے جو
شمال کو جاتی ہے تاکہ وہ کھوجیوں کی نگرانی میں رہے۔ آپ نے ایسا راستہ اختیار
کیا جس کے متعلق مستبعد تھا کہ قریش اس کی نگرانی کے متعلق سوچ بھی نہ سکیں
(خصوصاً تلاش کے پہلے مرحلے میں) اور وہ مکہ کے جنوب میں ہے اور یمن کو
جاتا ہے۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو بے خبر رکھنے میں کامیاب
رہے اور بغیر اس کے کہ آپ کے دشمنوں میں سے کسی کو معلوم ہو کہ آپ کہاں
گئے ہیں، آپ نے مکہ سے باہر بہت بڑی مسافت طے کر لی۔ اس تجویز کے
پہلے مرحلے میں کامیاب ہونے کے ساتھ ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس امر کا بھی جائزہ لیا کہ تلاش اور تعاقب کی کارروائی کس قدر بڑھ گئی ہوگی۔
اور اس کا حلقہ کس قدر وسیع ہو گیا ہوگا اور تمام وہ علاقہ جس میں آپ ہجرت کے
لیے چلے تھے، زیر نگرانی ہوگا۔ لہٰذا اس تاریخی رات کی صبح کو رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے مسلسل سفر جاری رکھنے کو وقتی طور پر روک دیا تاکہ لوگ پُرسکون

---

[۱] ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قریش نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ صبح تک مؤخر کر دیا تھا کیونکہ ایک
عورت نے کفار مکہ کو گھر کی دیوار پھاندنے کا ارادہ کرتے دیکھ لیا تھا اور اس نے گھر کے اندر سے چیخ ماردی تھی۔

ہو جائیں اور زعمائے مکہ کا جوش بھی ٹھنڈا پڑ جائے۔ اور آپ نے اپنے ساتھی حضرت صدیق کے ساتھ اسی غار میں چھپنے پر اتفاق کیا جو اس پہاڑ میں واقع ہے جو مکہ کے جنوب میں ہے۔ اور اس کا نام ثور ہے۔

تعاقب جب قریش کو یقین ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبضہ سے نکل گئے ہیں اور ان کی سازش کے شر سے بچ گئے ہیں، تو ان کے ہوش اڑ گئے اور وہ نہایت شرمندہ ہوئے اور ان کے زعماء کو وہ عظیم خطرہ مجسم ہو کر نظر آنے لگا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے ہاتھ سے نکل جانے کے نتیجہ میں ان کے بُت پرستانہ وجود کو خوفزدہ کر رہا تھا اور آپ کے قتل پر ان کے اصرار کا مقصد آپ کی ذات کو قتل کرنا نہ تھا بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کی دعوت کو ختم کرنا تھا اس وجہ سے انھیں معلوم تھا کہ آپ کے صحیح وسالم یثرب پہنچ جانے کا مفہوم یہ ہے کہ مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ایک طاقتور، منظم اور مسلح فوج ان کے مقابل میں اسلام کی حمایت میں کھڑی ہو گی اور اس سے ان کی مکہ اور شام کے درمیان ہونے والی تجارت کو شدید خطرہ لاحق ہو گا اور خود مکہ بھی، مدینہ کی مسلح جنگ کی زد میں ہو گا۔ اور وہ قریش کے بت پرستانہ وجود کو اڑا کر رکھ دے گی اس لیے زعمائے مکہ نے ہر ممکن وسیلہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب پہنچنے سے روکنے کے لیے فیصلہ کن اور مؤثر اقدامات کرنے کے لیے فوری طور پر ایک ہنگامی اجلاس منعقد کیا اور جلد ہی مکہ کی پارلیمنٹ نے فیصلہ کر لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو ہجرت سے روکنے اور ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے مکہ کے تمام راستوں کو مسلح فوجوں کی نگرانی میں دے دیا جائے (خصوصاً ان راستوں کو جو مدینہ جاتے ہیں)

سو اونٹ انعام اسی طرح مکہ کی پارلیمنٹ نے اس فیصلہ پر بھی اتفاق کیا کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑے اور انھیں ...مردہ یا مردہ حالت میں قریش کے پاس واپس لائے اسے ایک سو اونٹ انعام ...یا جائے گا اور مکہ کے عوام میں اس کا اعلان کر دیا اور تمام مکہ نے حضرت نبی ...یم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو تلاش کرنے کے لیے پارٹیاں بنائیں ...ر اس کے شہسوار اور پیادے، گھاٹیوں، گڑھوں اور وادیوں میں کھوج تلاش ...رنے والے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو تلاش کرتے ...ے اور اس مقصد کے لیے بڑی باریک بینی سے تلاش کی گئی۔

...ضرت صدیق رضؓ کے گھر کی تلاشی زعمائے مکہ میں سے ابوجہل، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی خبیث سازش ...ے شر سے بچ جانے کی وجہ سے، بڑا پرجوش اور سب سے زیادہ غضبناک ...ا۔ یہ کینہ توز (زعمائے مکہ کی ایک پارٹی کے ساتھ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ...ی تلاش کے لیے حضرت صدیق کے گھر گیا اور جب یہ لوگ دروازے پر کھڑے ...وئے تو حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق ان کے پاس آئیں تو انھوں نے ...سے کہا اے دختر ابوبکر! تمھارا باپ کہاں ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ ...جھے معلوم نہیں، اس موقعہ پر مجرم ابوجہل نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ابن اسحاق ...ے بیان کے مطابق یہ بڑا بداخلاق اور خبیث آدمی تھا، اور آپ کے رخسار پر ...تھپڑ مارا یہاں تک کہ تھپڑ کی شدت سے آپ کی ایک بالی گر گئی۔

کھوجی، غار کے دروازے پر تین دن متواتر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت صدیق کی تلاش جاری ...ہی لیکن بے فائدہ۔ کیونکہ انھیں آپ کا کوئی سراغ نہ ملا۔ آپ تین دن تک

اپنے ساتھی کے ساتھ اس غار میں چھپے رہے۔ جس کا علاقہ قریش کی دقیق تلاش سے محفوظ نہ تھا، کھوجی اپنی تلاش میں اس غار کے دروازے پر پہنچ گئے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی چھپے ہوئے تھے۔ اگر عنایتِ الٰہی شاملِ حال نہ ہوتی تو قریب تھا کہ وہ ان دونوں کو تلاش کر لیتے۔

تاریخِ انسانیت کی نازک گھڑی

اس موقع پر (غار سے قریب ہی) کفارِ مکہ نے ایک چرواہے سے پوچھا، کہ اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا، میں نے کسی کو نہیں دیکھا لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ اس غار میں ہوں۔ اور اس نے غارِ ثور کی طرف اشارہ کیا۔ اس موقع پر تاریخ کی نبضیں رک گئیں اور دکھی انسانیت چوراہے پر کھڑی ہو گئی کہ یا تو دوبارہ نئے سرے سے ظلم و سرکشی اور فساد کی طرف لوٹ جائے اور یا اس سے نجات پا جائے اور اس آدمی کے ہاتھ پر جو غار میں پوشیدہ ہے اور جس کے سر کی تلاش میں قریش آئے ہیں، نئے اور روشن صفحہ کو کھولے۔

خدا ہمارے ساتھ ہے

ان گھڑیوں میں جن میں تمام دنیا کے انجام کا فیصلہ ہونا تھا، بعض قریشی کھوجی، چرواہے کی بات سننے کے بعد، غار کی جانب چٹانوں سے چمٹ گئے تاکہ وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کی تلاش کریں اور حضرت ابوبکر صدیق (جنھوں نے چرواہے کی بات سن لی تھی اور محسوس کر لیا تھا کہ قریش کے جوان غار کے قریب آگئے ہیں) خوف کے مارے پسینے سے شرابور تھے، آپ نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر (خوف اور گھبراہٹ سے) آہستگی سے کہا ..." اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے دونوں قدموں کے نیچے دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو اپنے رب کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے نہایت اطمینان سے کہا۔ "اے ابوبکر! تیرا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔"

اور یہ ایک معجزہ تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سرفراز کیا اور جو قریشی چٹانوں سے چمٹے ہوئے تھے وہ غار کے دروازے پر کھڑے ہونے کے بعد اس میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹ گئے اور ان کے درمیان اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کے درمیان صرف چند قدم باقی رہ گئے تھے اور جب وہ اس طرح واپس لوٹے تو ان کے ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ انھوں نے غار میں کیوں نہیں دیکھا جبکہ وہ اس کے دروازے تک پہنچ گئے تھے؛ ان کا جواب یہ تھا کہ:۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی قبل اس کے دروازے پر ایک مکڑی رہتی ہے اور ہم نے غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتر دیکھے ہیں جس سے ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ اس غار میں کوئی شخص نہیں ہے۔" پس کھوجیوں کے لیڈر نے تسلیم کیا کہ غار، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی سے خالی ہے پس وہ جن راستوں سے گئے تھے انھی راستوں سے واپس آگئے۔ اور وہ تلاش سے اکتا گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے متعلق اطلاع پانے سے مایوس ہو گئے۔ اس موقع پر درماندہ انسانیت نے ازسرنو لمبا سانس لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے فیصلہ کر دیا کہ وہ کچھ عرصے بعد اس انسان کے ہاتھ سے سعادت حاصل کرے گی جو اپنے ساتھی کے ساتھ غار میں روپوش تھا اور جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے دشمنوں کے شر سے بچا لیا تھا۔

غار کے تین دن جتنا عرصہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی غار میں روپوش رہے ان کے متعلق عبداللہ بن ابوبکر[1]، اور حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ[2] کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کی طے شدہ اسکیم کے مطابق) عبداللہ بن ابوبکر کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ جاسوسانہ کارروائیاں کرے اور قریش کا جاسوس بن جائے اور ان کی باتوں کو سنے اور تین دن تک ان کے کاموں کی نگرانی کرتا رہے پھر یہ سب باتیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو غار میں پہنچا دے۔

وہ سارا دن مکہ کے مشرکین کے ساتھ ان کے قول و فعل کی نگرانی کرتے گذارتا اور جب شام ہو جاتی تو غار کی طرف جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو تمام رپورٹ پہنچا دیتا۔

اور حضرت صدیق کے غلام عامر بن فہیرہ کی ڈیوٹی یہ تھی کہ غار میں روپوشی کے دوران وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو خوراک پہنچانے کا کام کرتا رہے اور اس کے علاوہ عبداللہ بن ابوبکر کے پاؤں کے نشانات کو مٹانے کا

---

[1] عبداللہ نے اپنے باپ کے بعد حضرت ابوبکر کے سب اہل و عیال کے ساتھ طلحہ بن عبید اللہ کی مصاحبت میں ہجرت کی۔ ہجرت کے وقت آپ نوعمر جوان تھے اور مؤرخین نے فتح مکہ، حنین اور محاصرۂ طائف کے سوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی اور معرکے میں ان کے شامل ہونے کا ذکر نہیں کیا، آپ کی وفات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن بعد اپنے باپ کی خلافت میں ایک تیر لگنے سے طویل مدت بعد ہوئی۔ [2] عامر بن فہیرہ، اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں، آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں قریش کے سپاہیوں کے ہاتھوں شدید تکلیف پہنچی۔ عامر، ازد کے غلام تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رض نے انھیں طفیل بن عبداللہ بن سخبرہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔ مجھے ان کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

کام کرتا رہے۔ کیونکہ وہ روزانہ غار میں آیا جایا کرتے تھے۔ عامر بن فہیرہ پروگرام کے مطابق سارا دن، مکہ کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتا رہتا اور جب شام ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے پاس چلا جاتا۔ وہ دونوں دودھ دوہتے اور ذبح کرتے اور اسی وقت وہ غار کی طرف جاتے وقت عبد اللہ بن ابو بکر کے پاؤں کے نشانات کو بکریوں کے پاؤں سے مٹا دیتا اور وہ یہ کام اس وقت کرتا جب عبد اللہ غار سے مکہ کی طرف واپس آجاتے تاکہ قریش کو عبد اللہ کے پاؤں کے نشانات سے پتہ نہ چل جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی غار میں ہیں اور بکریوں اور ان کے چرواہوں کے نشانات کو اس علاقہ میں کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ یہ ایک عام بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازسرِ نو یثرب کی طرف روانگی

مسلسل تین دن تک بغیر کسی فائدہ کے زبردست کھوج لگانے کے بعد قریش، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے متعلق اطلاع پانے سے مایوس ہو گئے اور ان کا جوش بھی ختم گیا اور گشتی تفتیش کی کارروائیاں بھی آخری حد تک رک گئیں تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی نے غار کو چھوڑ دیا اور ازسرِ نو مدینہ کی طرف رواں ہو گئے، ان کی سواریاں ان کو پہنچا دی گئیں اور دونوں اپنے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر کوچ کر گئے، ان کا مشرک رہنما عبد اللہ بن اریقط[1] ان کے آگے آگے چل رہا تھا اور ان دونوں کے ساتھ

---

[1] عبد اللہ بن اریقط، اسے (ابن الارقط) بھی کہا جاتا ہے، ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے صحابہ کے ذکر میں اس کو نہیں دیکھا ہاں ذہبی نے التجرید میں اس کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور عبد الغنی المقدسی نے السیرۃ میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ اس کے اسلام کو نہیں جانتے اور نووی نے التہذیب میں ان کا اتباع کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کا غلام عامر بن فہیرہ بھی تھا اور کوچ سے قبل ان دونوں کی خدمت میں حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر بھی زادراہ لے کر حاضر ہوئیں جو انھوں نے اس طویل اور اہم سفر کے لیے تیار کیا تھا۔

ذات النطاقین[۱] اور جب حضرت اسماء نے زادسفر کو اونٹ کے پالان سے لٹکانا چاہا تو آپ کو لٹکانے کے لیے رسی نہ ملی تو آپ نے

---

[۱] اسماء بنت ابوبکر، مسلمانوں کی جلیل القدر بلند شان اور نہایت دانشور مستورات میں سے ہیں، آپ اسلام کے سابقین الاولین میں سے ہیں۔ آپ نے سترہ آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ مکہ میں ہجرت سے قبل حضرت زبیر بن العوام نے آپ سے شادی کی آپ ہجرت کے وقت حاملہ تھیں، اس حمل سے آپ کے ہاں مشہور شہسوار عبداللہ پیدا ہوئے جسے آپ نے مدینہ پہنچنے کے بعد جنم دیا آپ اپنے بیٹے کے خلافت سنبھالنے تک زندہ رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹے کی شہادت کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کو وفات دے دی۔ آپ بڑی مضبوط دل عورت تھیں اور شاندار اسلامی غیرت سے آراستہ تھیں۔ ایک دفعہ آپ حجاج بن یوسف کے پاس گئیں اور اسی نے آپ کے بیٹے عبداللہ کو مکہ میں حجون کے مقام پر صلیب پر چڑھایا تھا۔ جس لکڑی پر آپ کو صلیب دیا گیا تھا اس کے قریب ہو کر آپ نے کہا جسے حجاج نے بھی سنا کہ "کیا اس شہسوار کے لیے پیدل چلنے کا وقت نہیں آیا۔ (یعنی ان کے بیٹے عبداللہ مصلوب کے لیے) تو حجاج نے آپ سے کہا، آپ کا بیٹا تو منافق ہے، آپ نے جواب دیا خدا کی قسم! وہ منافق نہ تھا وہ بڑا روزے دار اور شب بیدار تھا۔ اس نے کہا چلی جا تو ایک بے عقل بوڑھی ہے، آپ نے جواب دیا خدا کی قسم! میں بے عقل نہیں ہوں۔ پھر اسے کہنے لگیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک بربادی افگن نکلے گا۔ کذاب تو ہم نے دیکھ لیا ہے (یعنی مختار بن ابی عبید کو) اور بربادی افگن تو ہے

آپ کی عمر سو سال ہوئی آپ کا کوئی دانت نہیں گرا اور نہ عقل میں خرابی پیدا ہوئی۔

نی پیٹی کو چیر کر اس کے دو حصے کیے، ایک حصے سے آپ نے اسے باندھا اور
سرے حصے سے اسے لٹکا دیا۔ اس کی وجہ سے بعد میں آپ کا نام "ذات النطاقین"
گیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسی وجہ سے حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کو "ذات
نطاقین" کہا جاتا ہے۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ میں نے کئی اہلِ علم سے سنا ہے
"ذات النطاقین" کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ "انھوں نے جب زادِ سفر کو لٹکانا چاہا
انھوں نے اپنی پیٹی کو چیر کر دو حصے کر دیے، ایک سے زادِ سفر کو لٹکا دیا اور
دسرا خود باندھ لیا۔

مدینے کا راستہ

زیادہ احتیاط کرنے اور قریش کو مزید بے خبر رکھنے کے لیے گائیڈ،
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک متروک راستے سے لے گیا۔
جس سے لوگ مالوف نہ تھے جس طرح کہ وہ دشمن کو مزید بے خبر رکھنے کے لیے یمن
کی جانب، جنوب کی طرف دور تک چلا گیا اور جب مکہ کے علاقے سے دور ہو گیا
تو مغرب کی جانب ساحل کی طرف ہو گیا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا
ساتھی ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جو لوگوں کے مالوف راستے سے الگ تھی تو ان کا
گائیڈ انھیں شمال کی جانب ایک ایسے راستے سے ساحلِ سمندر کے قریب لے
گیا جس پر کوئی شاذ و نادر شخص ہی چلتا تھا اور یہ اس کے چلنے کا طریق تھا، یہاں تک
کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبا، بستی میں پہنچ گئے جو مدینہ کے نواح میں
واقع ہے۔

تعاقب کرنے والا شہسوار سراقہ بن مالک

اگرچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کا ساتھی عظیم خطرے کے
علاقے سے گزر چکے تھے مگر وہ تمام سفر میں ہنگامی طور پر پیش آجانے والے حالات
سے چوکنے رہے خصوصاً اس لیے کہ مکہ والوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

زندہ یا مردہ حالت میں لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ بات مکہ کے بعض شہسوار نوجوانوں کو اس بات پر آمادہ کر سکتی ہے کہ وہ اس عظیم انعام کے حصول کے لیے ان دونوں کا، کامیابی کی امید پر تعاقب کریں اور عملاً ایسا ہوا بھی، اس دوران میں کہ سراقہ بن مالک بن جعشم[1]، مکہ میں اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگ بھی پُر سکون ہو گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش بھی موقوف ہو چکی تھی کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر قوم کی مجلس میں کہا، خدا کی قسم! میں نے تین سواروں کو دیکھا ہے جو ابھی میرے پاس سے گزرے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے اصحاب ہیں۔

اس موقعہ پر سراقہ نے اپنی دونوں آنکھوں سے اس آدمی کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ پھر سراقہ حاضرین مجلس کو بے خبر رکھتے اور خود اس عظیم انعام کو حاصل کرنے کے لیے کہنے لگا، وہ تو فلاں قبیلہ کے آدمی ہیں جو اپنے گمشدہ جانور کو تلاش کر رہے ہیں اور جب مجلس میں دوسری باتیں ہونے لگیں تو سراقہ بن مالک وہاں سے کھسک گیا اور اسی وقت اپنے گھر چلا گیا۔ پس اس نے اپنا گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ اور اس کے لیے اس پر زین ڈال دی گئی۔ پھر اس نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ اسے وادی میں فلاں جگہ پر باندھ دے۔ پھر اس نے اپنے ہتھیار لیے اور اپنے گھر کے عقبی دروازے سے باہر نکل گیا تاکہ اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گیا اور اسے اس جگہ کی طرف دوڑانے لگا جس کا ذکر اس آدمی نے کیا تھا کہ اس نے وہاں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تاکہ وہ آپ کو گرفتار یا قتل کر کے اکیلا ہی قریش سے انعام پانے کا حقدار بن جائے۔

---

[1] سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی، فتح مکہ کے سال مسلمان ہوا۔ یہ کنانہ کے سرداروں میں سے تھا، اس کی وفات حضرت عثمان رضؓ کی خلافت میں ۲۴ھ کو ہوئی۔

ارادۂ قتل سے آنے والے کا آپ سے امان طلب کرنا

سراقہ کا خیال درست نکلا اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو اس علاقے کے قریب پا لیا جس کی طرف ان دونوں کے متعلق خبر دینے والے آدمی نے اشارہ کیا تھا۔ جب سراقہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو دیکھا تو اس عظیم انعام کو دیکھ کر اسکی رال ٹپک پڑی جو قریش نے اس آدمی کے لیے مقرر کیا ہوا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ یا مردہ حالت میں لائے گا۔ اس موقع پر سراقہ فیصلہ کن گھڑی کے لیے تیار ہو گیا اور جب اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نگاہ کے فاصلے پر دیکھا تو اس نے آپ کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کے لیے آپ کی طرف گھوڑا دوڑا دیا۔ لیکن گھوڑے کو (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کے قریب ہی) سوار سمیت سخت ٹھوکر لگی جس سے سوار اس کی پشت سے لڑھک گیا۔ اس موقع پر سراقہ کے دل میں خوف پیدا ہو گیا، کہ وہ کسی حالت میں بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قابو نہیں کر سکتا پس وہ اپنے منصوبے سے باز آ گیا۔

اب ہم قریش کے اس تعاقب کرنے والے شہسوار سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے اس عجیب واقعہ کو ہمارے سامنے بیان کرے۔ ابن اسحاق نے اس سے بیان کیا ہے کہ اس کے گھوڑے نے (آخری زبردست ٹھوکر سے قبل) دو دفعہ ٹھوکر کھائی۔ لیکن اس نے اپنا تعاقب مسلسل جاری رکھا اور تیسری زبردست ٹھوکر کے بعد جس سے وہ اپنے گھوڑے کی پشت سے لڑھک گیا تھا اس نے آپ کے تعاقب کا سلسلہ بند کر دیا۔

سراقہ اس فیصلہ کن گھڑی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں سوار ہوا اور جب وہ لوگ میرے سامنے آئے اور میں نے

انھیں دیکھا تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر اس نے اپنے اگلے پاؤں زمین سے نکالے تو اس کے پیچھے بگولے کی طرح دھواں اٹھا، وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ بات دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ میں آپ پر قابو نہ پا سکوں گا اور آپ غالب آ جائیں گے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے لوگوں کو آواز دے کر کہا کہ میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ میری طرف دیکھو، میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں، خدا کی قسم! میں تم سے دھوکہ نہیں کروں گا۔ اور نہ تم کو مجھ سے کوئی ناگوار بات پہنچے گی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اسے کہو کہ اسے ہم سے کیا کام ہے؟ وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات کہی۔ سراقہ کہتا ہے۔ میں نے کہا، مجھے ایک تحریر لکھ دیجیے جو میرے اور آپ کے درمیان نشان ہو۔ آپ نے فرمایا، ابوبکرؓ! اسے لکھ دیجیے۔ سراقہ بیان کرتا ہے کہ آپ نے ہڈی یا کپڑے کے ٹکڑے یا ٹھیکرے پر مجھے تحریر لکھ دی، پھر اسے میری طرف پھینک دیا اور میں نے اسے اپنے ترکش میں رکھ دیا۔ پھر میں واپس آ گیا اور خاموش ہو گیا اور جو کچھ ہوا تھا اس کے متعلق کچھ بیان نہ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں کس طرح داخل ہوئے

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا ساتھی آخر کار خطرناک علاقے سے گزر گئے کیونکہ دونوں حضرات کو سراقہ کے واقعہ کے بعد کسی قسم کی نگرانی یا تعاقب سے واسطہ نہیں پڑا۔ تیرہ یوم سے زیادہ کے پُرخطر، اور خوفناک سفر کے بعد، یثرب آپ کی آمد سے مشرف ہوا۔ اور آپ کے آنے سے مدینہ کے مسلمانوں میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اہل مدینہ تک آپ کے پہنچنے سے قبل یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ہجرت کر کے یثرب آ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے مسلمان (خصوصاً وہ لوگ جنھوں نے آپ کے روئے مبارک کو

ں سے قبل نہ دیکھا تھا) آپ کے دیدار کے لیے شوق سے فریاد کناں تھے اس لیے ہ رجب سے انھیں آپ کی ہجرت کی خبر ملی تھی) ہر روز صبح کی نمازکے بعد آپ کی ش میں مدینہ سے باہر نکل جاتے، یہاں تک کہ دھوپ تیز ہو جاتی اور وہ اپنے ہروں کو واپس آجاتے۔

اسی دوران میں کہ وہ شوق اور افسوس کی حالت میں تھے کہ ایک یہودی نے بس نے سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی کو آتے لیھا) انصار کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دیتے ہوئے چلا کر کہا.....

"اے انصار! تمھارا صاحب آگیا ہے"[۱]

مدینہ کا تاریخی دن

اس موقعہ پر تمام مدینہ، انسانیت کے رسول اور بشریت کے نجات دہندہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے اُمڈ آیا، یہ ایک تاریخی دن تھا۔ مدینہ نے اپنی تاریخ میں ایسا دن نہیں دیکھا تھا اور قباء (جو مدینہ کے نواح میں ہے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی منزل تھی، جہاں آپ فروکش ہوئے اور یہ انصار کے بنی عمرو بن عوف کی منازل ہیں۔ آپ ان لوگوں کے درمیان چار روز تک قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ کے وسط میں چلے گئے۔

مدینہ کی پہلی مسجد

ان چند دنوں میں جن میں آپ نے قباء میں قیام کیا، آپ نے قباء کی مشہور مسجد کی بنیاد رکھی اور یہ وہی مسجد ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں

ان چار دنوں کے بعد، جو آپ نے قباء میں گزارے، آپ مدینہ کے وسط میں چلے گئے

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۴۹۲۔ اس میں صاحب کی جگہ جد کا استعمال ہے

جو صرف آپ کے پہنچنے پر ہی اسلام کا دارالخلافہ بن گیا۔ جب آپ دارالخلافہ کے وسط میں جا رہے تھے تو یثربی قبائل کے زعماء میں سے ہر ایک نے کھڑے ہو کر آپ کو یہ پیشکش کی کہ آپ اس کے ہاں چند روز جماعت کے ساتھ بحفاظتِ تمام قیام فرمائیں۔ مگر آپ نے سب سے عذر کیا اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ اور اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی۔ وہ یثرب کے راستوں پر چلنے لگی اور مسلمان اس کے ارد گرد جمگھٹا کیے ہوئے اس کے لیے راستہ خالی کر رہے تھے اور یثرب کے دیگر باشندے یہودی اور مشرکین بھی اس نئی زندگی کی طرف دیکھ رہے تھے، جو ان کے شہر میں در آئی تھی اور اس عظیم آنے والے کی طرف بھی دیکھ رہے تھے جس پر اوس اور خزرج نے اتفاق کر لیا تھا۔ حالانکہ اس سے قبل وہ جنگجو دشمن تھے اور کسی انسان کے دل میں اس گھڑی کے متعلق خیال بھی نہ گزر سکتا تھا جس پر تاریخ کا ترازو درست ہو گیا تھا۔ ان کے مدینہ کے عظمت و جلال کے کیا کہنے جب تک زمانہ باقی رہے گا یہ عظمت و جلال بھی باقی رہے گا۔

اونٹنی چلتے چلتے بنی نجار کے دو یتیم لڑکوں کے اونٹوں کے باڑے کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نیچے اُتر آئے اور دریافت فرمایا، یہ باڑہ کس کا ہے؟ معاذ بن عفراء نے آپ کو جواب دیا ... یہ سہل، اور سہیل کا باڑہ ہے جو عمرو کے بیٹے ہیں۔ اور دونوں یتیم ہیں، ان دونوں کو راضی کر لیجیے اور اس نے آپ سے خواہش کی کہ آپ اسے مسجد بنا لیں۔ جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ اور حکم دیا کہ اس جگہ پر آپ کی مسجد اور گھر بنایا جائے[1]

---

[1] حیاۃ محمد۔ ص ۲۱۸

فصل سوم

- مدینہ کی زندگی کا تاریخی دن
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں
- جدید معاشرہ کی تعمیر کا آغاز
- انصار عسکری میزان میں
- ہجرت کے بعد، یثرب میں غیر مسلم
- عہدِ نو کی مشکلات

اس طرح ہجرت کامیاب ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انصار کے قلعہ (مدینہ) میں پہنچ گئے. جہاں آپ کے حکم سے اکثر مہاجرین پہلے ہی پہنچ چکے تھے. پس وہ اسلام کے لیے دار السّلام اور توحید کے لیے مضبوط چھاؤنی بن گیا، جسے قریش (جو اسلام کے سخت ترین لیچڑ دشمن تھے) ہزار گنا طاقتور سمجھتے تھے اور سوتے جاگتے اس سے خوف اور گھبراہٹ محسوس کرتے تھے۔

جدید معاشرہ پہلا مسئلہ جس کے انتظام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب پہنچتے ہی سب سے زیادہ زور لگایا وہ جدید معاشرہ کی تعمیر کے متعلق غور و فکر کرنا تھا تاکہ آپ اسے ارادہ الٰہی کے مطابق قائم کر سکیں، وہاں پر کچھ ایسی مشکلات تھیں جن پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قابو پانا ضروری تھا تاکہ آپ آسانی کے ساتھ جدید معاشرہ کی مضبوط بنیادیں رکھ سکیں، ان میں سے اہم مشکلات یہ تھیں :-

۱۔ یثرب کے اوس اور خزرج کے قبیلوں کے درمیان پرانی دشمنی اور مستحکم فخر پایا جاتا تھا۔ جو ہمیشہ دونوں قبیلوں کی مشہور تباہ کن خانہ جنگیوں میں ان کے ساتھ رہتا تھا۔

۲۔ پناہ گزین مکی مہاجرین کی مشکل، جو اپنے تمام مملوکہ اموال اور جائدادیں مکہ میں چھوڑ آئے تھے اور بھاگ کر اپنے دین کے ساتھ مدینہ آگئے تھے۔

۳۔ علاقہ میں موجود یہودی عناصر کی مشکل، جنھیں یثربی معاشرہ میں سیاسی، عسکری اور اقتصادی قوت حاصل تھی، جن کے شر سے بچنا، اور قریش کے متوقع مظالم کے مقابلہ کے لیے ان کی دوستی حاصل کرنا ضروری تھا۔

مسجد نبوی کی تعمیر | جدید اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا پہلا قدم، مسجد نبوی کا قیام تھا تاکہ اس میں دین جدید کے شعائر کا اظہار ہو۔ نیز وہ ایک یونیورسٹی ہو جس میں مسلمان اسلامی تعلیمات، اور اس کے اصلاحی کاموں کی تعلیم حاصل کریں اور وہ ایسی مجلس ہو جس میں مختلف قبائل کے عناصر آپس میں محبت کے ساتھ مل کر بیٹھیں، جن کے درمیان ان جاہلی طعنوں نے نفرت اور بُعد پیدا کر دیا تھا جو ان قبائل کا بڑا ذی شان نظام تھا۔

جس مقام پر، مکہ سے فوراً آتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی، آپ نے وہاں مسجد کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ پس مسلمانوں نے تعمیر کے مطلوبہ سامان کو جمع کرنے میں جلدی کی اور وہ کھجوروں کے تنے کاٹنے لگے اور اینٹیں بنانی شروع کر دیں۔ پھر انھوں نے مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ جس کی مساحت تقریباً سو ہاتھ ضرب سو ہاتھ تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا، آپ بھی ان کی طرح اپنے کندھے پر مٹی اور اینٹیں اٹھاتے تھے

جب صحابہ نے دیکھا کہ آپ نے کوئی امتیاز روا نہیں رکھا تو تعمیر میں صحابہ کی سرگرمی دوچند ہوگئی، آپ مٹی اور دیگر میٹریل کو اپنی پشت پر ان کی طرح اٹھاتے تھے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے اپنے بھائیوں کو خوش کرنے کے لیے کہا ؎

"اگر ہم بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کام کرتے رہے تو یہ ہمارا ایک گمراہ کن کام ہوگا"

اور مسجد نبوی کی تعمیر بڑی وسعت سے تکمیل کو پہنچی، اس کی دیواریں مٹی اور اینٹوں سے کھڑی کی گئیں اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی جن سے بسا اوقات بارشوں کا پانی اندر آجاتا تھا اور مسجد کی زمین ریت اور سنگریزوں سے فرش کی گئی اور جن ستونوں پر چھت کھڑی تھی وہ کھجور کے تنوں کے تھے۔

مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا خطبہ

جب اس مسجد کی خاکسارانہ تعمیر مکمل ہوگئی، یہ دنیا کی پہلی مثالی درسگاہ تھی، جس میں بقول استاذ غزالی، فرشتہ سیرت انسان، اور سرکشوں کو ادب سکھانے والے، اور دارِ آخرت کے بادشاہ تربیت حاصل کرتے تھے۔ اسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہلا خطبہ دیا آپ نے اس میں فرمایا (جیسا کہ بیہقی نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے) "اے لوگو! اپنی جانوں کے لیے کچھ پیش کرو، خدا کی قسم! اگر کوئی تم میں سے جان لے تو غش کھا جائے۔ پھر اپنی بکریوں کو بغیر چرواہے کے چھوڑ دے۔ پھر اس کا رب اس سے پوچھے گا اور اس کا کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ اسے کوئی دربان اس سے چھپا سکے گا... کیا میرے رسول نے تیرے پاس آکر تجھے پیغام نہیں پہنچایا تھا اور میں نے تجھے مال دیا تھا اور تجھ پر احسان کیا تھا، پس تو نے اپنی جان کے لیے کیا پیش کیا ہے پس وہ جہنم کے سوا کچھ نہ دیکھے گا پس جو اپنے آپ کو آگ سے بچا سکتا ہے

خواہ کھجور کا ٹکڑا دے کر بچ پائے وہ ضرور ایسا کرے، اور جو کچھ نہ پائے وہ اچھی بات ہی کہہ دے۔ کیونکہ نیکی کی جزا دس سے سات سو گنا تک ملتی ہے۔ تم پر اور اللہ کے رسول پر سلامتی ہو۔"

مسلمانوں کے درمیان مواخات کانفرنس

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے (مسجد کی تعمیر کے ذریعے) رب العالمین کے حضور بغیر کسی واسطے اور سفارش کے نمازوں کے ذریعے اکٹھے ہونے، اصلاح کرنے اور تعارف و تالف اور ارتباط کے لیے مرکز قائم کیا تو آپ نے اپنی حکمتِ مستقلہ اور سیاستِ صحیحہ سے جاہلیت کی متروکہ عادات اور عصبیت کی تلچھٹوں کو مٹانا شروع کر دیا، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، یثرب سینکڑوں سالوں سے تباہ کن قبائلی جنگوں کا شکار تھا، جنھوں نے اس کے شباب کی تازگی اور اس کی وحدت کو نہایت بری طرح فنا کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے دخیل یہودیوں کو جزیرہ عرب کے اس مبارک خطہ میں مرکز بنانے کا موقع مل گیا۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کن حکیمانہ فعل سے قدیم جاہلیت کے بغض کے بیجوں اور اوس اور خزرج کے درمیان پرانے اور مستحکم عنصری غصے کو اکھاڑ پھینکا اور وہ اس طرح کہ آپ نے مدینہ میں تمام مسلمانوں (مہاجرین اور انصار) کے درمیان ایک کانفرنس میں مواخات کرادی، آپ نے ان میں دو دو آدمیوں کے درمیان مواخات کرائی۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہاجرین اور انصار صحابہ کے درمیان مواخات کرائی اور فرمایا۔ ہم اس امر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ اس کے متعلق وہ بات کہیں جو اس نے نہیں کہی... خدا کی خاطر

دو دو بھائی بن جاؤ[1]۔ پس وہ سب بھائی بھائی بن گئے اور اس بھائی چارے کا رابطہ، جدید معاشرہ کے عناصر کے درمیان سیاسی، انتظامی اور قانونی وحدت کے قیام کے لیے عربوں کے حلیفی رابطہ سے زیادہ قوی اور مؤثر تھا اور انصار نے، اور خصوصاً ان کے زعماء نے... اس بھائی چارے کو رشک کی نگاہوں سے دیکھا کیونکہ اس میں انھیں اپنی مطلوبہ آرزو پوری ہوتی نظر آئی اور وہ امن وسلامتی کی آرزو تھی جس سے یثرب سینکڑوں سالوں سے ان تباہ کن خانہ جنگیوں کی وجہ سے محروم تھا، جن کی آگ سے اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے جل رہے تھے۔ حالانکہ وہ ایک ہی قبیلہ تھے[2]۔

اسی طرح مہاجرین نے (اس بھائی چارے کے نتیجے میں) اپنے انصار بھائیوں کی پناہ میں ایسی مدد و مساعدت پائی جس نے ان کے شدید فقر کو کم کر دیا، جو مکہ سے ہجرت کے نتیجہ میں ان کے شامل حال تھا، جہاں پر وہ اپنے تمام اموال چھوڑ آئے تھے، جن پر مشرکینِ قریش نے قبضہ کر لیا تھا۔

نصف مال کی پیشکش

انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کا نہایت اعزاز و اکرام سے استقبال کیا اور انھوں نے (مواخات کے بعد) اس حد تک ان کی مدد کی کہ بعض انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو یہ پیش کش کی کہ وہ آپس میں تمام مملوکہ اموال نصف نصف تقسیم کر لیں، لیکن مہاجرین کو..... اس عظیم کریمانہ پیش کش کے سامنے جو اُن پاک نفوس نے کی..... یہی چارہ کار نظر آیا کہ وہ اس بذل و کرم کی صحیح قدر کریں اور اس کے مقابل میں اس قسم کے کرم کا اظہار کریں، پس انھوں نے انصار کے فیاضانہ کرم سے اسی قدر نفع حاصل کیا، جو ان کے ٹیڑھے پن کو سیدھا رکھے اور ان کے زراعت اور تجارت وغیرہ کے شریفانہ

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۵۰۵ [2] اوس اور خزرج کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ اُحد" میں دیکھیے۔

کاموں میں مدد کرے جن سے مستقل خوشی اور حلال کمائی حاصل ہوتی ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ سعد بن ربیع[1] نے عبدالرحمٰن بن عوف[2] کو یہ پیشکش کی کہ وہ ان کا نصف مال لے لیں (ان دونوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کروائی تھی)، سعد نے عبدالرحمٰن سے کہا میں انصار کا بڑا مالدار آدمی ہوں اپنے مال کو نصف نصف تقسیم کرتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں، ان کو دیکھ کر جو تمھیں اچھی لگے اس کا نام مجھے بتاؤ۔ میں اسے طلاق دے دوں گا پس جب اس کی عدت ختم ہو جائے تو تم اس سے شادی کر لینا، عبدالرحمٰن نے کہا... تعالیٰ تمھارے اہل اور مال میں برکت دے، تمھارا بازار کہاں ہے؟ انھوں نے اسے بنی قینقاع کے بازار کے متعلق بتایا۔ پس جب عبدالرحمٰن وہاں سے واپس لوٹے تو ان کے پاس بچا ہوا پنیر اور گھی تھا، پھر انھوں نے متواتر صبح کو وہاں جانا شروع کر دیا، ایک دن وہ آئے تو ان پر زردی کے کچھ نشان تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال پوچھا تو کہنے لگے میں نے شادی کی ہے، آپ نے فرمایا تو نے اسے کیا دیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا سونے کی گٹھلی۔

جدید معاشرہ کے اہم ستون

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جدید اسلامی معاشرہ کو مضبوط ستونوں پر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سب سے اہم ستون وحدت صحیحہ تھی، جسے آپ نے اوس اور خزرج کے قبیلوں کے درمیان قائم کیا۔ اس قسم کی وحدت کا یثرب نے اپنی تاریخ میں مشاہدہ نہیں کیا تھا .... اس وحدت کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوں سے جاہلیت کے متروکہ، متکبرانہ غصے اور عصبیت کے کینے کھینچ کر باہر نکال دیے اور اس وحدت سے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اور خزرج کے درمیان قائم کیا تھا، دعوت اسلامی نے بہت فائدہ اٹھایا۔ خصو...

---

[1] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوہ اُحد" میں دیکھیے [2] ان کے حالات عنقریب اسی کتاب میں بیان ہوں گے۔

[عس]کری میدان میں۔

[انص]ار، جنگ کے ترازو میں

اوس اور خزرج کے قحطانی قبائل عظیم حربی قوتوں کے مالک تھے اور جزیرۂ عرب میں [ا]ن کی بڑی اہمیت تھی، لیکن یہ قوتیں (یثرب) میں انوار محمدی کے طلوع سے قبل [ا]ن جاہلانہ جنگیوں میں ختم ہو جاتی تھیں جن سے مدینہ کے یہودی علاقہ میں اپنے [تس]لط کو مضبوط کرنے کے لیے نفع حاصل کرتے تھے (خصوصاً اقتصادی تسلط کو) [ج]ن وہ جنگ کے شعلوں کو اپنے خاص طریقوں سے بھڑکاتے رہتے تھے۔ مگر جب [ا]سلام آیا اور اس نے ایک عقیدے کے زیر سایہ ان قبائل کو متحد کیا اور ان قبائل [ک]ی حربی قوتوں سے استفادہ کیا اور ان کی صحیح جانب رہنمائی کی تو یہ قبائل (رسول [ک]ریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) ہی سب سے پہلی اور بڑی حربی قوت تھے۔ [ج]س پر اسلام نے جزیرۂ عرب کی اکناف میں توحید کی اشاعت اور امن واستقرار اور عدل و انصاف کے قائم کرنے میں اعتقاد کیا اور خصوصاً ان فیصلہ کن معرکوں میں جو اس نے اپنے بڑے دشمنوں کفار قریش سے کیے۔

یثرب میں غیر مسلم

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مسلمانوں کے درمیان سیاسی، عقائدی اور انتظامی وحدت قائم کر کے اسلامی معاشرہ کے اصولوں کو مضبوطی سے قائم کر دیا تو اس کے بعد آپ نے غیر مسلموں کے ساتھ، یعنی ان یہودیوں کے ساتھ جو مدینہ میں مقیم تھے، تعلقات استوار کرنے شروع کیے۔

آپ بادشاہت یا جاہ وحشمت یا مال کے طالب نہیں تھے (یہ وہ امور ہیں جو اپنے طالب کو تسلط اور ظلم وجور کے راستے پر ڈال دیتے ہیں) آپ صرف نبی اور رسول تھے اور آپ کا مقصد یہ تھا کہ تمام بشریت خیر وسعادت سے بہرہ اندوز ہو۔

اس لیے آپ نے یہودیوں کے ساتھ بڑی فراخدلی کے مذاکرات کیے اور نہ چا
(حالانکہ آپ یثرب میں سب سے بڑھ کر حربی قوت والے لیڈر تھے) کہ آپ انکی
دینی اور مالی آزادی کو سلب کریں بلکہ آپ نے ان کو اس بارے میں کھلی آزادی
دی اور دینی اختلاف کی وجہ سے ان کو مدینہ سے نکالنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ بلکہ
آپ نے ان کے وجود کو، اہل کتاب کی امت کی مانند تسلیم کیا، ان کا اپنا دین تھا
اور مسلمانوں کا اپنا۔

بلکہ آپ تو اس سے بھی بہت دور چلے گئے، آپ نے ان یہودیوں کے ساتھ
ایک معاہدہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلمان اور یہودی آپس میں اچھے پڑوسیوں کی
طرح رہیں اور باہم صلح و سلامتی سے رہیں گے۔ اس کے علاوہ اس میں یہ بات
بھی تھی کہ وہ یثرب کا مشترکہ دفاع کریں گے اور اس معاہدہ میں حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو آزادی رائے اور آزادی عقیدہ اور مملوکہ اموال میں
آزادانہ تصرف کی ضمانت دی۔

اسلامی معاشرہ کی تکمیل جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سیاسی اور اجتماعی
معاہدات کر رہے تھے تو ان کے دوران میں تمام
یثرب اسلام سے متاثر ہو رہا تھا اور اس کے باشندے اپنی رضامندی، اور
اختیار سے دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہو رہے تھے۔ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ تصرفات اور شریفانہ معاملات، تمام لوگوں کے دلوں میں
انتہائی گہرا اثر ڈال رہے تھے جس کی وجہ سے یثرب کے تمام باشندے دھڑا دھڑ
مہینوں میں، حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے اور دین توحید کو اختیار کرنے لگے۔
(یہود کے سوا) یہاں تک کہ وہ غیر یہودی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
اور آپ کی دعوت کو ناپسند کرتے تھے وہ بھی اس دین اور اس دین کی رسالت

کے علمبردار کے ساتھ بغض و کینہ رکھنے کے باوجود اپنے اسلام کا اعلان کرلے پر مجبور ہوگئے۔

یہ اہل مدینہ میں سے وہ منافق تھے جنھیں اسلام سے غصہ تھا لیکن وہ (اپنی قلت کی وجہ سے) اس بڑھتی ہوئی لہر کے آگے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے وہ مجبوراً مسلمانوں کے سوادِ اعظم میں شامل ہوگئے۔ اس طرح مدینہ ہجرتِ نبوی کے تقریباً چھ ماہ بعد اسلام کا حقیقی دارالخلافہ بن گیا اور اس میں مسلمانوں کا حکم چلتا تھا اور انھی کو وہاں پر تسلط حاصل تھا اور یہی وہ بات تھی جس کے ظہور سے قریش خائف تھے، پس انھوں نے اپنی پوری قوت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔

معاشرہ کے لیے قوانین نظامِ جدید کے قوانین کا آسمان سے نزول شروع ہوگیا اور زکوٰۃ فرض ہوگئی (یہ اسلام کا اہم سوشل نظام ہے) جیسا کہ اس سے پہلے دشمنانِ اسلام کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے اذن کا قانون بنا تھا، ہجرت سے قبل مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی، اسی طرح نماز کے اجتماع کے لیے اذان کا قانون بنا اور اسی طرح قرآن نے دیگر قوانین نازل کیے جن سے جدید معاشرہ کو منظم و مہذب کیا گیا، یہ ان کی تفصیل کا مقام نہیں۔

عہدِ جدید کی مشکلات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یثرب آنے پر یہود نے کسی قسم کی مقاومت یا خصومت کا اظہار نہیں کیا، حالانکہ انھیں آپ کی آمد سے اپنے اقتصادی نفوذ اور سیاسی تسلط اور روحانی اثر کے خاتمہ کا خوف تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان کے عقائد و اموال اور ارواح کے متعلق اطمینان دلانے میں جلدی کی اور آپ نے ان کے ساتھ یہ معاہدہ کیا، جس کا

مقصد علاقے کے تمام باشندوں کو اپنے عنصری اور اعتقادی اختلاف کے باوجود امن و امان اور سکون فراہم کرنا تھا، یہود نے اس معاہدے پر دستخط کیے، اور مسلمانوں کی طرح اس کی نصوص کی تنفیذ کی پابندی کی، اور یہ بات یہود کے اختیار میں تھی کہ وہ جدید اسلامی عہد کے زیر سایہ اپنے عقائد، ارواح، اور اموال کے بارے میں مطمئن ہو کر سعادت مندی کی زندگی بسر کرتے اور یہ ان کے لیے بہتر تھا کاش وہ ایسا کرتے۔ لیکن دسیسہ کاری اور ڈکٹیٹر شپ ان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے جو ان کے وجود کا حصہ بن گئی ہے۔ وہ یہ کام کرتے رہتے ہیں بلکہ اس نے ان کو ان کے مالوف کاموں یعنی اضطراب اور مشکلات پیدا کرنے اور فتنے برپا کرنے تک پہنچا دیا ہے۔ مسلمانوں نے اس معاہدہ کی نصوص کی پابندی کی جو ان کے اور یہودیوں کے درمیان طے ہوا تھا اور مسلمانوں کے تصرفات میں یہ بات بڑی واضح نظر آتی ہے کہ وہ ان کے ساتھ امن و سلامتی کے ساتھ رہنے میں حسنِ نیت اور شدید رغبت رکھتے ہیں، لیکن آویزش، جھگڑا اور ایذا رسانی یہود کی جانب سے ہوئی... انھوں نے دیکھا کہ اسلام کی حکومت، ان کی توقعات کے برخلاف بڑی خوفناک سرعت سے یثرب پر اپنا دامن پھیلا رہی ہے۔ اس امر نے انھیں خوفزدہ کر دیا اور ان کی نیندیں حرام کر دیں اور اس بات سے ان کے دلوں میں مزید غم و غصہ بڑھ گیا۔ انھیں یہ یقین ہو گیا کہ یثرب آنے والے محمد بن عبداللہ قرشی ہی موعود نبی ہیں، جیسا کہ وہ اپنی کتب میں لکھا ہوا پاتے تھے...
اور بجائے اس کے کہ وہ آپ پر ایمان لانے میں جلدی کرتے اور آپ کی رسالت کے ظہور سے خوش ہوتے، ان کے دل آپ کے بغض و حسد سے بھر گئے۔
اور ان دو عالموں کے دلوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے یقین نے بوجھل اور بیمار کر دیا اور وہ دو عالم یہ تھے حیی بن اخطب ام المومنین

حضرت صفیہ[1] رضی اللہ عنہا کے والد اور اُن کا بھائی یاسر

[1] ام المؤمنین صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سمنہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب، بنی نضیر میں سے ہیں اور یہ لوگ لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے ہیں۔ پھر یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران کی نسل سے ہیں، آپ سلام بن مشکم کی بیوی تھیں (جو یہود کا ایک لیڈر تھا) پھر آپ سے کنانہ بن ابی الحقیق نے شادی کی جو خیبر کے یہودیوں کا ایک لیڈر تھا جو معرکہ خیبر میں قتل ہو گیا تھا اور اس کی بیوی، صفیہ، اسلامی فوج کے ایک آدمی کے ہاتھ میں قید ہو کر آئی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے واپس لے کر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی جیسا کہ بخاری و مسلم میں بیان ہے۔۔۔ اسلامی فوج کے ایک سپاہی نے صفیہ کو اس کی ایک عمزادی کے ساتھ قید کر لیا اور ان دونوں کے ساتھ وہ یہود کے مقتولوں کے پاس سے گزرا۔ جب صفیہ کی عمزادی نے انھیں دیکھا تو اس نے اپنے چہرے پہ طمانچے مارے اور مٹی ڈالی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا جو ان دونوں کو مقتولوں کے پاس سے لے کر گزرا تھا "جب تو دو عورتوں کے ساتھ ان کے مقتولوں پر سے گزرتا تھا، کیا اس وقت تیرے دل سے رحمت سلب کر لی گئی تھی"۔ اور ابن حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے کہ معرکہ خیبر سے قبل، صفیہ نے خواب میں دیکھا کہ چاند اس کی گود میں آپڑا ہے اس نے اپنی ماں سے اس کا ذکر کیا تو اس نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا اور کہنے لگی، تو اپنی گردن لمبی کر کے عرب کے بادشاہ کے پاس ہوگی۔ (یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ام المؤمنین حضرت صفیہ عقلمند، بردبار اور صاحب فضل عورت تھیں، ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ آپ کی ایک لونڈی حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور آپ سے کہنے لگی کہ صفیہ سبت کو پسند کرتی اور یہود سے صلہ رحمی کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے کہا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سبت کے بدلے میں جمعہ دیا ہے میں اسے پسند نہیں کرتی اور یہودیوں میں میرے رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتی ہوں۔ پس حضرت عمر نے یہودی رشتہ داروں سے ان کے صلہ رحمی کرنے پر بُرا نہ منایا۔ پھر حضرت صفیہؓ نے اپنی لونڈی سے پوچھا تجھے اس (بقیہ پر صفحہ ۱۱۸)

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کیا کہ مجھے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے متعلق بتایا گیا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ "میں اپنے باپ اور چچا یاسر کی بہت چہیتی تھی۔ جب کبھی میں ان دونوں کے بچوں کے ساتھ انھیں ملتی تو وہ مجھے پکڑ لیتے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے تو میرا باپ حیی بن اخطب اور چچا یاسر منہ اندھیرے آپ کے پاس گئے اور غروبِ آفتاب کے ساتھ واپس آئے، آپ فرماتی ہیں کہ وہ دونوں تھکے ماندے گرتے پڑتے، آہستہ آہستہ چلتے آئے۔ آپ فرماتی ہیں، میں حسبِ عادت خوش ہو کر ان کے پاس گئی تو خدا کی قسم! ان دونوں میں سے کوئی بھی میری طرف غم کی وجہ سے متوجہ نہ ہوا۔ آپ فرماتی ہیں، میں نے اپنے چچا یاسر کو اپنے باپ حیی بن اخطب سے یہ کہتے سنا کہ "کیا یہ وہی نبی ہے؟" اس نے جواب دیا خدا کی قسم! وہی ہے"۔ اس نے کہا "کیا تو اسے جانتا اور پہچانتا ہے؟" اس نے جواب دیا "ہاں!" اس نے کہا تیرے دل میں اس کے متعلق کیا ہے؟" اس نے جواب دیا "خدا کی قسم! جب تک زندہ رہوں گا اس سے عداوت کروں گا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۷) شکایت پر کس نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے جواب دیا شیطان نے، آپ نے فرمایا جا تو آزاد ہے ..... اصحابِ حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔ جب فتنہ پردازوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تو آپ خفیہ طور پر ان کے گھر کھانا اور پانی بھجواتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ بحیثیت ام المؤمنین حضرت عثمان کا دفاع کرنے گئیں آپ اپنے خچر پر سوار تھیں، پس آپ سے اشتر نخعی ملا جو حضرت عثمان کے خلاف فتنہ پردازوں کا ایک بڑا لیڈر تھا اس نے ام المؤمنین حضرت صفیہ کو روک لیا اور خچر کے منہ پر زور سے ضرب لگائی اور آپ کو اجازت نہ دی۔ آپ نے فرمایا مجھے واپس کر دو اور ذلیل نہ کرو۔ آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی۔

اسی طرح کی ایک روایت ابن اسحاق نے عبداللہ ابن سلام[۱] سے بھی بیان کی ہے (آپ یہودی تھے پھر اسلام لے آئے) آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ سے کہا

"یا رسول اللہ! یہودی ایک الزام تراش قوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے ایک گھر میں داخل کر دیں اور ان سے مجھے پوشیدہ کر دیں پھر ان سے میرے بارے میں دریافت کریں تاکہ وہ آپ کو بتائیں کہ میں ان میں کیسا آدمی ہوں

---

[۱] عبداللہ بن سلام بن حارث۔ ابو یوسف، آپ یوسف نبی علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ خزرج کے نوافل قبیلے کے حلیف ... اسرائیلی پھر انصاری ہیں، آپ بنی قینقاع کے یہودی تھے، عبداللہ ابن سلام، یہود کے علماء میں سے تھے۔ اصحاب سنن نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو میں ان لوگوں میں سے تھا جو بے قرار ہوتے ہیں اور جب میں نے آپ کے چہرے کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کذاب کا چہرہ نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دس جنتی آدمیوں میں سے دسواں قرار دیا ہے بخاری نے زید بن عمیر سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل کی وفات کا وقت آیا، تو ان سے پوچھا گیا ہمیں کوئی وصیت کیجیے، آپ نے فرمایا ابو الدرداء، سلمان، ابن مسعود اور عبداللہ بن سلام سے علم حاصل کرو۔ آپ یہودی تھے پھر آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ وہ دس جنتی آدمیوں میں سے دسواں ہے فتنہ کے ایام میں عبداللہ بن سلام نے کسی فریق کا ساتھ نہ دیا (نہ جمل میں نہ صفین میں) اور بغوی نے المعجم میں جید سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے امیر المومنین علی کو عراق جانے سے روکا اور کہا منبر رسول پر قائم رہیئے، اگر آپ نے اسے چھوڑ دیا تو کبھی اسے نہ دیکھ سکیں گے حضرت علی نے عبداللہ بن سلام کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ہمارا (اولاد آدم) سے ۔ آپ کی وفات ۴۳ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

مگر میرے اسلام لانے کا انھیں علم نہ ہو، اگر انھیں اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ مجھ پر عیب اور الزام لگائیں گے۔ آپ بیان کرتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ایک گھر میں داخل کر دیا اور وہ بھی آپ کے پاس آگئے اور آپ سے باتیں کرنے لگے۔ پھر آپ نے ان سے پوچھا، تم میں عبداللہ بن سلام کون ہے وہ کہنے لگے وہ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے اور ہمارا عالم ہے، آپ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کے پاس آکر ان سے کہا۔

"اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ یہ تمھارے پاس لائے ہیں اسے قبول کرو، خدا کی قسم! تمھیں یقیناً معلوم ہے کہ یہ رسول ہیں اور تمھارے پاس تورات میں ان کا نام اور صفات لکھی ہوئی موجود ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کو پہچانتا ہوں" تو وہ کہنے لگے

"تو جھوٹا ہے" پھر مجھ سے الجھ پڑے آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں نے آپ کو بتایا نہیں تھا کہ یہ بڑی الزام تراش، دھوکے باز، جھوٹی اور فاجر قوم ہے۔

سازش کرنے اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش

یہودیوں کے دلوں میں جو مستحکم دشمنی اور قاتل حسد پایا جاتا ہے اس کے نتیجہ میں انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت سے مختلف طریقوں سے جنگ شروع کی، شروع شروع میں ان کی جنگ، دعوت اسلامی کی راہ میں ایذا رسانی کے ذریعے رکاوٹ پیدا کرنے اور جاہلی غرور کو ہوا دے کر، جس کا اسلام نے خاتمہ کر دیا تھا اور یثرب کو اس کے شر سے بچایا تھا مسلمانوں کی

وحدت کو پارا پارا کرنے کے لیے ان کے درمیان انتشار پیدا کرنے کی کوششوں تک محدود تھی۔ اس جنگ میں یہودیوں نے منافقین کے ساتھ مسلمانوں میں مل کر اضطراب پیدا کرنے اور ان میں سے بعض کو شک میں ڈال کر دوبارہ کفر کی طرف واپس لانے کی کوششوں کے لیے ایک محاذ تشکیل کیا۔

یہودیوں اور منافقوں کی سازشوں کی ایک مثال

شاس بن قیس جو ایک عظیم الکفر یہودی اور مسلمانوں کے ساتھ بڑا کینہ رکھنے والا آدمی ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسی اور خزرجی اصحاب کے پاس سے گزرا جو ایک مجلس میں بیٹھے محبت کرنے والے بھائیوں کی طرح گفتگو کر رہے تھے۔ اسے ان کی اسلامی الفت اور تعلقداری دیکھ کر بہت غصہ آیا کیونکہ جاہلیت میں ان کے درمیان بڑی عداوت تھی۔ اس نے کہا، اس شہر میں بنی قیلہ کے سردار جمع ہو گئے ہیں، خدا کی قسم! ہمیں ان کے ساتھ چین نصیب نہیں اس موقع پر اس نے (یہود کی سازش اور تدبیر کے مطابق) ایک یہودی نوجوان کو طلب کیا جو مسلمانوں کے اس گروہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اسے کہا، ان کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ پھر جنگ بعاث اور اس سے پہلے کی جنگوں کا ذکر کرو اور اس میں انھوں نے جو اشعار کہے تھے وہ انھیں سناؤ۔ اوس اور خزرج کے درمیان جاہلیت میں جو تباہ کن خانہ جنگیاں ہوئیں، ان میں جنگ بعاث ایک تاریخی دن ہے اس میں اوس کو خزرج پر فتح ہوئی تھی۔ یہودی نوجوان نے اپنے لیڈر کے حکم کے مطابق کام کیا، قریب تھا کہ یہ یہودی اپنی خبیث مہم میں کامیاب ہو جاتے، جونہی اس نوجوان نے جنگِ بعاث کا ذکر کیا، فریقین کے درمیان فتنہ سر اٹھانے لگا۔ لوگ آپس میں فخر کرنے اور لڑنے لگے، حتیٰ کہ ان کے درمیان صورتِ حال اس حد تک بگڑ گئی کہ خزرج کے ایک لیڈر نے چیلنج کرتے ہوئے

اوس کے ایک لیڈر سے کہا، اگر آپ چاہیں تو ہم خانہ جنگی کے لیے تیار ہیں پس دونوں فریق غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے ہم تیار ہیں، تمھارے لیے میدان مقررہ جگہ ہے پھر انھوں نے ایک دوسرے کو آواز دی کہ ہتھیار لاؤ ہتھیار لاؤ اور مقررہ جگہ کی طرف جنگ کے لیے بڑھنے لگے۔ قریب تھا کہ ان کے درمیان خانہ جنگی ہو جاتی اور یہ یہودیوں اور منافقین کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ جنگ سے قبل، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچ گئی، آپ مہاجرین کے ساتھ جلدی سے ان کے پاس گئے اور اس فتنہ کی آگ کو سرعت کے ساتھ فرو کرنے کا عمل شروع کر دیا۔ جو یہودیوں کی سازش سے تیار ہوا تھا۔ جونہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پہنچے جو جنگ کے لیے ان کے جمع ہونے کی جگہ تھی۔ آپ نے ان میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو، کیا میری موجودگی میں تم جاہلیت کے دعوے کرتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی ہدایت دی ہے اور اس کے ذریعے تمھیں معزز بنایا ہے اور تم سے امر جاہلیت کو دور کیا ہے اور تمھیں کفر سے نجات دی ہے اور تمھارے دلوں میں الفت پیدا کی ہے۔"

اس موقع پر دونوں فریق (اوس اور خزرج) ہدایت کی طرف واپس آ گئے۔ اور انھیں معلوم ہو گیا کہ یہ ایک شیطانی وسوسہ اور یہودیوں کی سازش تھی۔ پس انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رو دیئے پھر اوس اور خزرج کے لوگوں نے ایک دوسرے سے معانقہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے بھائی بن کر واپس لوٹے، اس طرح یہود کی خفیہ کوششیں ناکام ہوئیں اور خدا تعالیٰ نے ان کی تدبیر کو ان کے سینوں میں دے مارا۔ حالانکہ قریب تھا کہ وہ

مسلمانوں کی وحدت ملی کو پارہ پارہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

یہودیوں نے (منافقین کی مدد سے) دعوتِ اسلامی کے متعلق اضطراب پیدا کرنے اور اس کے علمبردار کے لیے مصائب پیدا کرنے پر بس نہ کیا بلکہ ان کے تمام فرقے بلکہ ان کا ہر فرد اس تخریبی کام میں لگ گیا۔ جب یہودی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے متعلق شکوک و اضطراب پیدا کر رہے تھے، اور آپ کے متعلق بے فائدہ جھگڑے کر رہے تھے اور ایسے دکھ دہ سوالات کر رہے تھے جن کا علمی بحث سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس وقت منافقین مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے تھے (کیونکہ وہ بظاہر اسلام کا اظہار کرتے تھے) اور عہد جدید کے لیے رکاوٹیں کھڑی کر کے مصائب اور پریشانیاں پیدا کر رہے تھے اور جھوٹی افواہیں اڑا رہے تھے اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے سازشیں کر رہے تھے۔

سازش اور آمریت کا اڈہ

ان منافقین کو مسلمانوں کی وحدت کے کچلنے کی خواہش نے اس حد تک پہنچا دیا کہ انھوں نے سازشیں کرنے اور مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے کے لیے جمع ہونے کے واسطے ایک اڈہ بنایا تاکہ وہ کامل آزادی کے ساتھ یہ کام کر سکیں۔ انھوں نے اپنے لیے ایک مسجد بنائی جس میں بظاہر وہ نمازیں ادا کرتے تھے کیونکہ وہ حلقہ بگوش اسلام ہونے کی وجہ سے بظاہر اسلام کے حکم ہی میں تھے اور ان کو کسی نے اس مسجد کے بنانے سے نہیں روکا۔ ابھی اس مسجد کی تعمیر پر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ اس مسجد کو منافقین نے امت کی وحدت اور سلامتی کو نقصان پہنچانے کے لیے سازشیں اور منصوبے تیار کرنے کے لیے بنایا ہے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حقیقت کا یقین ہو گیا تو آپ نے اس مسجد کے گرانے کا حکم دے دیا جس کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے

خلاف آمریت کا اڈہ تھا اور جن منافقین نے یہ مسجد تعمیر کی ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

"والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المؤمنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ واللہ یشہد انہم لکاذبون[1]"

"لا یزال بنیانہم الذی بنوا ریبۃ فی قلوبہم الا ان تقطع قلوبہم واللہ علیم حکیم[2]"

مسجد نبوی سے منافقین کا اخراج

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے اڈے دمسجد ضرار کو گرادیا تو ان منافقین کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان اضطراب پیدا کرنے کی سرگرمیوں کے تسلسل میں اور آن سے استہزا کرنے میں اور دعوت اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور وہ عہد جدید کے خلاف اپنی دھڑے بندی میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں مسلمانوں کے ساتھ نماز کے لیے جمع ہوتے وقت بھی وہ دھڑے بندی کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے اور اسلامی عقیدے کے خلاف اپنی تخریبی سرگرمیاں جاری رکھتے تاکہ مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کردیں۔

اور جب ان کی شرارت بڑھ گئی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خلاف ان کی دشمنانہ سرگرمیاں اوقات عبادت میں مسجد نبوی تک پہنچ گئیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ طور پر ان کی تادیب کے لیے اور ان کی سازشوں کے شر سے بچنے کے لیے انھیں مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا

[1] التوبہ ۹: ۱۰۷

[2] التوبہ ۹: ۱۱۰

کیونکہ مسجد، اوقاتِ نماز میں تمام امت کے جمع ہونے کی جگہ ہے اس طرح ان منافقین کے لیے فیاض دل لوگوں کے درمیان اپنا زہر پھیلانا آسان ہوتا ہے۔
ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ یہ منافق لوگ مسجد میں حاضر ہوتے اور مسلمانوں کی باتیں سنتے اور ان کے دین سے تمسخر واستہزاء کرتے، ایک روز مسجد میں ان کے کچھ آدمی جمع ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آپس میں آہستہ آواز سے باتیں کرتے دیکھ لیا، وہ ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے آپ نے ان کے متعلق حکم دیا اور انھیں سختی سے مسجد سے نکال دیا گیا، اس طرح یہودی اور منافقین مصائب کا سبب بنتے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکلات پیدا کرتے اور جدید اسلامی معاشرہ کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے، حالانکہ ابھی وہ نیا نیا ہی تھا۔
لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کو ذلیل کرتا رہا اور ان کی تمام کوششوں کو ناکام بناتا رہا، حالانکہ یہودیوں اور منافقوں کے فتنہ و فساد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت سے مصائب اور پریشانیاں پیدا کیں۔ مگر اب ان کے خبیث اعمال نے مسلمانوں پر ان کی حقیقت واضح کر دی اور وہ (عہد جدید کے آغاز سے) ان کی نگرانی کرنے لگے۔ اور کسی بھی حالت میں ان کی طرف مائل نہ ہوتے، خصوصاً سیاسی اور جنگی حالات میں کیونکہ وہ انھیں مسلمانوں کے درمیان ان کے خلاف کام کرنے والا ففتھ کالم سمجھتے تھے۔ چونکہ جدید اسلامی عہد کی نسبت سے حالات نہایت خطرناک تھے اور ہر جانب سے مسلمانوں کو خطروں نے گھیرا ہوا تھا کیونکہ وہ عہد جدید کے آغاز میں تھے اور جزیرہ عرب کے اکثر باشندے اس سے دشمنی اور خصومت رکھتے تھے، خصوصاً قریش، تجربہ سے دین جدید کی اہمیت کو سمجھتے تھے جس کے غلبے کا مقصد ان کے بُت پرستانہ وجود کی تباہی سے زیادہ

کچھ نہ تھا۔

اس قسم کے اہم حالات میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں، اور منافقین کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی۔ حالانکہ آپ کو یقین تھا کہ جدید معاشرہ کے جسم کے اندر ان کی حیثیت بیماری کی گلٹی کی سی ہے۔ جب تک اسے جسم سے نکال نہ دیا گیا یہ اس جسم کے لیے آلام کا باعث رہے گی، آپ نے ان کو ان کے حالات پر چھوڑ دیا، یہاں تک کہ انتہائی صفائی کا دور آگیا، خصوصًا ان یہودیوں کے لیے جنھیں بدعہدی نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانے، معاہدات توڑنے اور نہایت نازک حالات میں ان کے محارب دشمنوں کے ساتھ مل جانے تک پہنچا دیا تھا جیسا کہ غزوہ احزاب میں بنو قریظہ نے کیا، انھوں نے اس عہد کو توڑ دیا جو ان کے اور مدینہ میں محاصر مسلمانوں کے درمیان تھا، ان نازک حالات میں ان کی بدعہدی کی سزا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام مردوں کو قتل کرنے اور ان کے اموال و اولاد اور عورتوں پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اسے ہم غزوہ احزاب میں مفصل بیان کریں گے۔ انشاء اللہ!

فصل چہارم

- معرکہ بدر سے قبل مسلمانوں کی عسکری سرگرمیاں
- علاقہ کے قبائل سے سیاسی تعلقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی
- فیصلہ کن معرکہ
- قریش کے قافلہ پر قبضہ کے لیے مسلمانوں کا نکلنا۔

- قافلے کا بچ نکلنا اور مکی فوج کا بدر کی طرف بڑھنا۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب سے مکی فوج سے مقابلہ کرنے کے لیے مشورہ کرنا۔
- جنگ کرنے پر صحابہ کا اتفاق کرنا۔
- بدر میں فریقین کی جنگ
- مشرکین کی تباہ کن شکست۔

جن حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی وہ جنگی حالات تھے جنھیں خود مکی لیڈروں نے آپ کے خون کو مباح کر کے اور آپ کے عہد کو توڑ کر پیدا کیا تھا اور وہ جنگ کے سوا کچھ نہ تھے۔ اس صورت میں قدرتی بات ہے کہ دونوں فریقوں نے (مکہ اور مدینہ) ایک دوسرے کے خلاف عسکری، سیاسی اور اقتصادی تیاریوں کا کام کرنا تھا۔ پس کسی بھی طریقے سے ہتھیاروں کا استعمال کرنا اور دشمن کی طاقت کو کمزور کرنا ایک ایسی بدیہی بات ہے جو جدل اور جھگڑے کو قبول نہیں کرتی۔ پس جس جس فریق کے خلاف اعلانِ جنگ ہوا اور اس کے دشمنوں نے جہاں کہیں بھی وہ ملے اس پر حملہ کرنے کا پکا ارادہ کیا ہوا ہو اسے ملامت نہیں کی جا سکتی، نہ ہی اسے اس وقت ملامت کی جا سکتی ہے جب وہ ان کے خلاف گردشِ روزگار کے منتظر ہوں اور ان کی قوت کو کم کرنے اور ان کی ایذاء کو روکنے کے لیے تجاویز کر رہے ہوں۔ پس معرکہ بدر، جس میں مسلمانوں نے مشرکین کے مقابلہ میں شرکت کی، ایک عادلانہ معرکہ ہے، مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کے درمیان جو عسکری حالات قائم تھے، ان کی فطرت نے مسلمانوں پر یہ جنگ واجب کر دی تھی

معرکہ سے قبل عسکری سرگرمی

ہجرت رسول سے معرکہ بدر تک کا زمانہ تقریباً ۹ ماہ بنتا ہے اس دوران میں مکہ اور مدینہ کے درمیان کوئی خونی معرکہ نہیں ہوا، صرف اس سریہ میں کچھ خونریزی ہوئی تھی جسکی کمان عبداللہ[۱] بن جحش کر رہے تھے جس کے فوراً بعد بدر کا معرکہ ہوا۔

معرکہ بدر سے قبل مسلمانوں کی گشتی پارٹیاں

بقیہ عسکری کارروائیاں جاسوسی پارٹیوں سے زیادہ مشابہ تھیں جنھیں مسلمانوں نے مدینہ کا گھیراؤ کرنے والے راستوں اور مکہ پہنچاتے والے راستوں کے حالات معلوم کرنے اور ان قبائل کی طاقت کا جائزہ لینے کے لیے تیار کیا تھا جو علاقہ کو گھیرے ہوئے تھے اور کم ازکم ان کا مقصد بعض قبائل سے مصالحانہ اور حلیفانہ تعلقات پیدا کرنا تھا، نیز یہ مقصد بھی تھا کہ مشرکین اور یہود کو بتا دیا جائے کہ مسلمان ہر پیش آمدہ زیادتی کو رد کرنے کی قوت رکھتے ہیں ان گشتی پارٹیوں اور سرایا کو مسلمانوں نے معرکہ بدر سے قبل تیار کیا ان کا خلاصہ درج ذیل ہے

۱- جنگی گشتی پارٹی، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی کمان میں تیار کی گئی، اس میں تیس مہاجرین شامل تھے، یہ گشتی پارٹی قریش کے تجارتی قافلے سے ملی جس کی حفاظت قریش کے تین سو جانباز ابوجہل بن ہشام کی کمان میں کر رہے تھے یہ واقعہ ساحل سمندر کے پاس عیص[۲] کی جانب ماہ رمضان میں ہجرت کے پہلے سال پیش آیا اور فریقین کے درمیان مجدی بن عمرو جہنی کی مداخلت کی وجہ سے جنگ نہ ہوئی۔ اس شخص نے سلامتی کی کبوتری کا پارٹ ادا کیا اور ان دونوں کے درمیان

---

[۱] عبداللہ بن جحش بن رباب اسدی بنی عبد شمس کے حلیف تھے آپ نے دو ہجرتیں کیں، آپ پہلے امیر ہیں جن کے لیے اسلام کا جھنڈا باندھا گیا۔ آپ اُحد کے روز شہید ہوئے۔

[۲] سمندر کی جانب ینبع اور مروہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

رکاوٹ بن گیا۔

۲۔ جنگی گشتی پارٹی جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھی جسے عبیدہ بن حارث وادیٔ رابغ تک لے گیا، یہ واقعہ ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں ہوا۔ اس گشتی پارٹی کا مقصد قریش کی تجارت کو تہدید کرنا تھا، اس پارٹی نے قریش کے دوسو سے بھی زیادہ جانبازوں کے ساتھ ملاقات کی، جن کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا مگر فریقین میں کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اس غزوہ میں مکی فوج کے دو آدمی عبیدہ بن حارث کی گشتی پارٹی میں شامل ہو گئے، یہ دو آدمی مقداد بن عمرو الجعراتی اور عتبہ بن غزوان تھے۔ یہ دونوں مسلمان تھے جو مکی فوج میں آ گئے تھے۔

۳۔ جاسوس گشتی پارٹی، جس میں آٹھ مہاجرین شامل تھے، جن کی کمان سعد بن ابی وقاص کر رہے تھے، یہ پارٹی مکہ اور شام کے درمیان قریش کے تجارتی راستے کی تہدید کے لیے الغرار تک پہنچ گئی۔ لیکن یہ گشتی پارٹی، دشمن کے ساتھ کسی جنگ میں نہیں الجھی، یہ واقعہ ہجرت کے پہلے سال ماہ ذوالقعدہ کا ہے۔

۴۔ غزوۂ ودان۔ یہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جس میں دوسو جانباز شامل تھے۔ جن کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال صفر کے مہینے میں ودان کے علاقے تک کی اور آپ بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے، ہاں آپ نے بنی حمزہ بن بکر بن کنانہ کے قبائل سے عدم جارحیت کا معاہدہ کیا۔

۵۔ غزوۂ بواط۔ یہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جس کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقۂ بواط تک اس راستے پر کی جو شام سے مکہ پہنچاتا ہے۔ یہ ربیع الاول ۲ھ کا واقعہ ہے، اس گشتی پارٹی کا مقصد قریش کے قافلہ پر حملہ کرنا تھا لیکن قافلہ بچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر جنگ کیے واپس آ گئے اس گشتی پارٹی میں دوسو سوار شامل تھے۔

۶۔ غزوہ العشیرہ۔ یہ ایک جنگی گشتی پارٹی تھی جس میں دو سو جانباز شامل تھے اس کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی تجارت کی تہدید کے لیے العشیرہ مقام تک کی جو ینبع کے علاقہ میں واقع ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے کیونکہ قریش کا قافلہ اس علاقے سے گزر کر بچ گیا تھا، ہاں آپ نے (اس غزوہ کے دوران) بنی مدلج اور ان کے حلیفوں بنی حمزہ سے عدم جارحیت کا معاہدہ کیا، یہ جمادی الاولیٰ ۲ھ کا واقعہ ہے۔

۷۔ غزوۂ بدر الاولیٰ۔ یہ ایک گشتی پارٹی تھی جو دو سو جانبازوں پر مشتمل تھی، اس کی کمان خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ یہ واقعہ جمادی الآخرہ ۲ھ کا ہے آپ نے اس کے ذریعے مشرکین کی معمولی فوجوں کو بھگا دیا، جنھوں نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر کے بعض مویشی لوٹ لیے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں وادی سنوان تک پہنچ گئے جو بدر کے قریب ہے لیکن آپ کو غارتگری کرنے والی فوجیں نہ ملیں اور آپ بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے۔

ماہِ حرام میں جنگ معرکہ بدر سے قبل مسلمانوں نے جو آخری عسکری کارروائی کی وہ ایک جاسوس گشتی پارٹی کی تھی، جسے عبداللہ بن جحش کی کمان میں آٹھ مہاجرین سے تیار کیا گیا یہ رجب ۲ھ کا واقعہ ہے۔

اس گشتی پارٹی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی خبروں کی جاسوسی کے لیے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ مکہ اور طائف کے درمیان گھات لگائے رکھے، آپ نے اسے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، نخلہ مقام پر اس گشتی پارٹی کا قریش کے ایک قافلہ سے مقابلہ ہو گیا جو سامان اٹھا کر مکہ جا رہا تھا۔ اس پارٹی نے ان کے ایک آدمی کو قتل کرنے کے بعد اس پر حملہ کر دیا، وہ قتل ہونے والا آدمی عمرو بن حضرمی تھا، اور دو آدمی ان میں سے قید کر لیے۔ اس قافلہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد یہ گشتی پارٹی

انھیں مدینہ واپس لے آئی، ابن حضرمی پہلا مشرک تھا جسے مسلمانوں نے قتل کیا۔ اسی طرح وہ قافلہ جس پر عبداللہ بن جحش نے قبضہ کیا وہ پہلا مال قریش کا تھا جس پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔

نازک مقام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ابن جحش کی گشتی پارٹی پہ قتل کا واقعہ کرنے اور مال پر قبضہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے اور آپ نے مقبوضہ مال میں سے کچھ لینے سے انکار کر دیا کیونکہ قتل اور قبضہ کا واقعہ ماہ رجب میں ہوا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ہے جن میں جنگ کرنا حرام ہے۔ اور قریش نے بھی اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور انھوں نے مسلمانوں پر طعن و تشنیع کا حملہ کر دیا کیونکہ انھوں نے حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی کی تھی جن میں عرب قبائل کے اتفاق سے جنگ کرنا حرام ہے، وہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب نے حرمت والے مہینے کو حلال کر لیا ہے اور اس میں خونریزی کی ہے اور اموال لوٹے ہیں اور آدمیوں کو قید کیا ہے۔ اس گشتی پارٹی کے آدمیوں کی اس الجھن سے اس وقت رہائی ہوئی جب آسمان سے وحی نازل ہوئی کہ مشرکین کے ساتھ ہر وقت جنگ کرنے کی اجازت ہے پس قرآن کریم نے سالار ابن جحش اور اس کی گشتی پارٹی کے افراد کی جنگی کارروائی کو درست تسلیم کیا اور اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ ، قل قتال فیہ کبیر و صد عن سبیل اللہ و کفر بہ و المسجد الحرام و اخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ - و الفتنہ اکبر من القتل (بقرہ : ۲۱۶)

جنگ کے انقلابی قانون کے بعد

اس انقلابی قانون کے بعد جس نے ہر زمانے میں دشمن سے جنگ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ فریقین کے درمیان، مسلح جنگ سخت فیصلہ کن مراحل میں داخل ہوگئی۔ اور دونوں چھاؤنیوں کے درمیان میدان وسیع ہوگیا۔ اور مسلمانوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ انھیں دشمن پر حملہ کرنے کا جو موقع بھی ملا، وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اسی طرح مکہ کے لیڈروں نے بھی محسوس کر لیا کہ انھوں نے مسلمانوں کے حق میں جو برائی بھی کی ہے وہ اس کے عسکری محاسبہ پر تلے بیٹھے ہیں۔

مکہ کی تجارت کو خطرہ

سب سے پہلے مشرکین کو جس خطرے کا احساس ہوا وہ یہ تھا کہ ان کی بڑی تجارت شام کے ساتھ تھی .... جو ان کی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی تھی .... اور جب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب[1] کے علاقے کو مرکز بنایا تھا جو مکہ اور شام کے درمیان قافلوں کی شاہراہ پر حکمران تھا۔ اس وقت سے ان کی تجارت کو عظیم خطرہ درپیش تھا اور مکہ اپنے قبضہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکل جانے سے جن نتائج سے ڈرتا تھا ان میں سے ایک نتیجہ یہ تھا۔

---

[1] یثرب اس علاقے کا نام ہے جس میں مدینہ آباد ہے۔ اس کا نام اس کے سب سے پہلے باشندے کے نام پر ہے اور وہ یثرب بن قانیہ تھا جو سام بن نوح کی اولاد سے تھا۔

معرکۂ بدر

معرکۂ بدر... تاریخ اسلام میں پہلا فیصلہ کن معرکہ ہونے کے لحاظ سے خونریز مقابلہ کا پہلا مرحلہ ہے جس میں اسلام نے شرک کے خلاف شمولیت کی۔ اور علی الاطلاق یہ پہلا معرکہ ہے جس میں فریقین نے ایک دوسرے کا سامنا کیا اور جب سے دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا ہے اور اس کے اور کفر کے درمیان جنگ ٹھنی ہے انھوں نے اس سے قبل جنگ کی بھٹی میں فوج کو اس طرح نہیں جھونکا۔

معرکہ کے اسباب مشرکین کا خوف سچ ثابت ہوا۔ اور مکہ جس بات میں پڑنے سے ڈرتا تھا اس میں اسے پڑنا پڑا۔ اور مدینہ بھی نہایت بیدار مغزی اور تاک کے ساتھ، مکہ اور شام کے درمیان، قریش کی تمام تجارتی سرگرمیوں کو حملہ کرنے کے لیے دیکھ رہا تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال، خریف کے اوائل میں مدینہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے خبر ملی کہ ابوسفیان بن حرب مکہ سے شام کی طرف بہت بڑے تجارتی مال کے ساتھ گیا ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے دوسو جانبازوں کے ساتھ اسے روکنے کے لیے مدینہ سے نکلے، یہ غزوہ عشیرہ کی بات ہے لیکن یہ قافلہ بچ کر شام چلا گیا اور مسلمان اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبید اللہ[1] اور سعید بن زید[2] پر مشتمل

---

[1] طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان تمیمی قرشی، تعریف سے بے نیاز ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، تمام معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی، معرکہ اُحد میں انھیں چوبیس زخم آئے آپ مالدار اور سخی صحابہ میں سے تھے آپ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن ہوئے۔

[2] سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی قرشی، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں (بقیہ صفحہ ۱۳۴ پر)

ایک گشتی پارٹی بھیجی اور اسے حکم دیا کہ وہ قافلہ کے انتظار کے لیے شمال کی طرف چلی جائے، یہ گشتی پارٹی "الحوراء" مقام تک پہنچی اور وہیں ٹھہر گئی، یہاں تک کہ ابو سفیان ایک ہزار اونٹوں کے قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آتے ہوئے وہاں سے گزرا۔ اس موقع پر، طلحہ اور زید نے بسرعت تمام آکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے نکلنا

مدینہ کی چھاؤنی کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ خصوصاً ان مہاجرین کے لیے جن کے اموال اور مملوکہ اشیاء اہل مکہ نے ان کی ہجرت کے وقت اپنے قبضہ میں لے لیں تھیں۔ اور یہ ایک تباہ کن عسکری، سیاسی اور اقتصادی چوٹ تھی جو مکہ میں شرک کی چھاؤنی پر لگی، کاش! یہ زبردست دولت مسلمانوں کے ہاتھ لگی، پس مدینہ اس وقت اس عظیم دولت پر قبضہ کرلے کے لیے حرکت میں آگیا۔ جسے مشرکین کا قافلہ اٹھائے ہوئے تھا۔ کیا اس میں کوئی حرج کی بات ہے۔؟

کیا مدینہ، مکہ کے ساتھ جنگ کی حالت میں نہ تھا؟ کیا جن لوگوں نے ظلم و سرکشی سے اس جنگ کا اعلان کیا تھا وہ اہلِ مکہ اور اس قافلہ والے نہیں تھے؟ کیا اس قافلے والے وہ لوگ نہیں تھے جنھوں نے ظلم و سرکشی سے مہاجرین کے اموال اور مملوکات پر مکہ میں قبضہ کرلیا تھا، صرف اس وجہ سے کہ وہ دین جدید پر ایمان لے آئے تھے۔ کیا جس کے خلاف اعلانِ جنگ کیا جائے اور اس کے اموال پر قبضہ کرلیا جائے، اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اعلانِ جنگ کرنے والوں کے ساتھ

(بقیہ ص۱۳۳) بڑے صاحب الرائے اور دلیر تھے، یرموک اور محاصرۂ دمشق میں شامل ہوئے، ابو عبیدہ نے آپ کو اس شہر کی امارت سپرد کی، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۱ھ کو ہوئی۔

لڑے اور اس کے ہاتھ میں جو بھی مملوکات آئیں اس پر قبضہ کر لے۔ ؛ ہاں ! یہ تمام انسانوں کے عرف میں جنگ کا اصول اور قانون ہے[1]

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قافلے کے در پے ہونے، اور اس پر قبضہ کرنے کا جو عزم کیا اس میں کچھ عجوبہ پن نہیں پایا جاتا۔ یہ تو محارب دشمن کے مال کا حصہ تھا، بہت سے مستشرقین اور شرق اسلامی میں ان کے بعض چوزے، معرکۂ بدر کو ڈکیتی اور لوٹ مار کی کارروائی خیال کرتے ہیں، اس نظریے کا منبع وہ سیاہ کینہ ہے جو حقائق سے اندھا کر دیتا ہے اور خواہشات کو من مانی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو شخص اعلان جنگ کرنے والے اور قتل کا فیصلہ کرنے والے اور وجود کے خاتمہ کا مصمم ارادہ کرنے والے اور تمام اموال و مملوکات پر قبضہ کر لینے والے کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے اس کی کارروائی کو چوری اور ڈکیتی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

عجیب منطق یہ ایک عجیب اور الٹی منطق ہے یہ استعمار کے چوزوں کے ان سرداروں کی منطق کے مشابہ ہے جو اقوام کی آزادیاں سلب کر لیتے ہیں اور ان کی حرمات کی بیحرمتی کرتے ہیں اور ان کے خون کو مباح قرار دیتے ہیں۔ پھر ان کا نام وحشی و چور رکھ دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک انگریز فوجی سپاہی نے اپنے ساتھی سے کہا . . . وہ افریقیوں کو اپنے پر ظلم کرنے والا بیان کرتا ہے . . . . "خدا کی قسم ! یہ افریقی وحشی ہیں، وحشی ہیں"۔ اس نے اسے پوچھا "کیسے"؟ کہنے لگا "ذرا تصور کیجیے، اگر ان میں سے کوئی مجھے دانت سے کاٹے تو میں اسے قتل کر دوں گا"

---

[1] القانون الاولی العام کا مطالعہ کیجیے۔

فوج کا مارچ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ قافلہ سرزمین حجاز میں داخل ہو گیا ہے تو آپ نے اپنی فوج کے ساتھ اس پر قبضہ کرنے کے لیے مدینہ سے مارچ کیا اور یہ ایک نہایت ہی واضح بات ہے کہ اس قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے اسلامی افواج کا مدینہ سے نکلنا جبری بھرتی نہ تھا (جیسا کہ ان عظیم معرکوں کا دستور ہے جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیاری کر کے شامل ہوئے جیسا کہ معرکہ اُحد ہے) بلکہ آپ نے اس موقعہ پر فوج کو پکارا جو صرف ترغیب کے قائم مقام تھی۔ آپ نے اس پکار میں فرمایا... یہ قریش کا قافلہ ہے جس میں ان کے اموال ہیں اس کی طرف جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ اس سے تمھیں غنیمت دے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ معرکہ بدر میں شمولیت اختیار کرنے سے پیچھے رہ گئے۔ کیونکہ کسی مسلمان کو مدینہ سے نکلتے وقت اس کے وقوع کی توقع ہی نہ تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیچھے رہنے والے مسلمانوں میں سے کسی پر ناراض نہ ہوئے بلکہ آپ نے فوج کے ساتھ نکلنے پر کسی کو ترغیب بھی نہ دی بلکہ اس معاملے کو صرف رغبت اور اختیار پر چھوڑ دیا۔

اور یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر ان لوگوں کو جو قافلے کے مقابلہ کے لیے نکلنے والی فوج میں شامل نہیں ہوئے تھے، معلوم ہوتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں مکی فوج کے ساتھ زبردست مقابلہ کریں گے تو ان میں سے ہتھیار اٹھانے کی طاقت رکھنے والا کوئی شخص پیچھے نہ رہتا۔ لیکن انھیں یقین تھا کہ قافلے کا پیچھا کرنے سے سخت مقابلہ نہ ہوگا بلکہ متوقع یہ تھا کہ قافلے کے محافظ (جو چالیس سواروں سے زیادہ نہ تھے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کو جو تین سو جانبازوں سے کم نہ تھی، دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے، یہی وجہ ہے کہ فوج سے پیچھے رہنے والے پیچھے رہ گئے اس حقیقت کو اسید بن الحضیر نے بیان کیا ہے جو انصار کے

سرداروں میں سے ایک سردار ہیں[1]۔ انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معذرت کرتے ہوئے عرض کیا... جب آپ الروحا میں حضور علیہ السلام کو فتح کی مبارکباد دے رہے تھے.... یارسول اللہ! قسم بخدا، اگر مجھے خیال ہوتا کہ آپ دشمن سے جنگ کریں گے تو میں بدر سے پیچھے نہیں رہ سکتا تھا بلکہ میں نے خیال کیا کہ وہ ایک قافلہ ہے، اگر مجھے خیال ہوتا کہ وہ دشمن ہے تو میں پیچھے نہ رہتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تُو سچ کہتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے بدھ کے روز ۸ رمضان ۲ھ کو نکلے۔

امیر مدینہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے ابن ام مکتوم کو مقرر کیا، اور مدینہ کی امارت ابولبابہ[2] کے سپرد کی، آپ نے انھیں بدر کی فوج میں

---

[1] اسید بن الحضیر بن سماک بن عتیک انصاری اشہلی، یہ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں، بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور اس میں ایک نقیب تھے اور انصار میں یہ ایک مطاع اور صاحبِ شرف سردار تھے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ انصار میں تین آدمی ایسے ہیں جن سے فضیلت میں کوئی آدمی نہیں مل سکتا اور وہ سارے بنی الاشہل میں سے ہیں، سعد بن معاذ، اسید بن الحضیر اور عباد بن بشر۔ اسید اُحد میں شامل ہوئے اور یہ شکست کے بعد ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے اس معرکہ میں آپ کو سات زخم آئے آپ کی وفات ۲۱ھ میں ہوئی۔

[2] ابولبابہ کا نام رفاعہ بن عبدالمنذر اوسی انصاری ہے آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور اس کے بارہ نقیبوں میں سے ایک نقیب تھے، آپ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے ساتھ انھیں معاف فرمادیا، آپ فتح مکہ میں شامل ہوئے، آپ کے پاس اپنی قوم بنی عوف کا جھنڈا تھا، آپ کی وفات حضرت علی رض کی خلافت میں ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ آپ ۵۰ھ کے بعد تک زندہ رہے۔

شامل ہونے سے معافی دینے کے بعد الروحاء میں ان کی عیادت کی۔

کمانوں کی تقسیم

مدینہ سے فوج کی روانگی کے وقت آپؐ نے عام کمان کا جھنڈا (جو خود آپ کے پاس تھا) مصعب بن عمیر قرشی کے سپرد کیا اور یہ جھنڈا سفید تھا، آپ نے اپنی فوج کو دو دستوں میں تقسیم کیا اور یہ تقسیم قبائلی بنیاد پر ہوئی، مہاجرین کا دستہ انصار کے دستہ سے الگ تھا، مہاجرین کے دستے کا جھنڈا آپؐ نے حضرت علی[1] رضؓ کو اور انصار کے دستے کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ[2] کو دیا اور ان دونوں کی ہائی کمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی کیونکہ آپ فوج کے سالار اعلیٰ تھے۔ فوج کے میمنہ کی کمان آپ نے حضرت زبیر بن العوام کو دی اور میسرہ کی مقداد بن عمرو کو، اور مدنی فوج میں صرف یہی دو سوار تھے اور ساقہ (پچھلے حصے) کی کمان آپ نے قیس بن ابی صعصعہ کو دی۔

مدنی فوج کی طاقت

مدنی فوج تین سو سترہ جوانوں پر مشتمل تھی جن میں سے ۲۳۱ انصار تھے، ۱۷۰ خزرج سے تھے اور ا

---

[1] علی بن ابی طالب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمزاد ہیں اور تعریف سے بے نیاز ہیں، چوتھے خلیفہ راشد اور فاطمہ بتول کے خاوند اور سب سے پہلے اسلام لانے والے اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور بنی عبدمناف کے شہسوار اور جری فہ بہادر ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شامل ہوئے۔ جب فتنہ نے امت اسلامیہ پر اپنا تسلط کر لیا تو آپ خلیفہ بنے آپ عدل و عفت اور پاکیزگی کا نمونہ تھے، آپ کو لعین عبدالرحمٰن بن ملجم نے ۲۷ رمضان ۴۰ھ کی شب کو دھوکے سے قتل کیا۔ [2] سعد بن معاذ بن نعمان انصاری، اوسی جاہلیت اور اسلام میں اوس کے سردار تھے، یہی وہ شخص ہیں جن کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موت پر فرمایا "سعد کی موت سے عرش بھی لرز گیا ہے" آپ جنگ خندق میں زخمی ہوئے اور اس زخم سے ایک ماہ بعد ۵ھ میں فوت ہوئے۔

اوس سے تھے اور مہاجرین کے ۸۶ آدمی تھے[۱]

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان مہاجرین میں اہم قریشی جوانوں کے سوا اور کوئی شامل نہ تھا۔ بنی ہاشم میں سے تین، اور بنی مطلب میں سے چار اور بنی عبد شمس سے ایک اور بنی عبد العزیٰ سے ایک اور بنی عبد الدار سے دو، اور بنی زہرہ سے تین اور بنی تمیم سے ایک اور بنی مخزوم سے تین اور بنی عدی سے چار اور بنی جمح سے پانچ اور بنی سہم سے ایک اور بنی عامر سے پانچ اور بنی حارث سے چھ۔ باقی ۴۵ آدمی غلاموں اور حلیفوں میں سے تھے۔ غلام بارہ تھے جن میں سے چار عربی اور آٹھ عجمی تھے۔ غیر قریشی عرب حلیف ۳۳ تھے۔

اس فوج کے اسلحہ بردار ستر اونٹ اور فقط دو گھوڑے تھے جن میں ایک گھوڑا مقداد بن اسود اور دوسرا زبیر بن العوام کے پاس تھا۔

سالار اور سپاہی کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا

فوج کے افراد اپنے سالاروں کے ساتھ باری باری ستر اونٹوں پر سوار ہوتے تھے۔ ہر پارٹی کے لیے اونٹ مقرر کیے ہوئے تھے جن پر وہ باری باری بدر تک سوار ہوتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مرثد بن ابی مرثد[۲] اور علی بن ابی طالب باری باری اونٹ پر سوار ہوتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

---

[۱] مورخین نے بیان کیا ہے کہ ان آٹھ میں سے تین مہاجر تھے، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن زید اور پانچ انصار تھے جو جنگ سے شدید مقابلہ میں غائب ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ انھیں بھی معرکہ میں شامل ہونے والوں کا سارا اجر ملے گا اور آپ نے ان کا حصہ شامل ہونے والوں کی طرح لگایا اس وجہ سے وہ بدریوں میں شمار ہوئے اگرچہ وہ بدر میں شامل نہیں تھے۔

[۲] مرثد بن ابی مرثد الغنوی، آپ مضر کے قبیلہ قیس بن غیلان سے تھے۔ ۳ھ کو غزوہ ذات الرجیع میں شہید ہوئے۔

دونوں ساتھیوں ابن ابی طالب اور ابن ابی مرثد سے اپیل کی کہ وہ اپنے اپنے حصے کے مطابق اونٹ پر سواری کریں۔ ان دونوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کی طرف سے بھی پیدل چلیں گے، آپ نے فرمایا "تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ ہی میں تمھاری طرح اجر سے بے نیاز ہوں" اور آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا حصہ بھی تم میں سے ہر ایک کے مطابق ہوگا۔

نبوی انٹیلی جینس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں اتارنے کا حکم دیا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ کام فوج کی حرکت کو مخفی رکھنے کے لیے کیا۔ کیونکہ اونٹوں کے چلنے سے گھنٹیوں سے بلند آواز نکلتی ہے جس سے دشمن کو فوج کی جگہ معلوم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اس وجہ سے (واللہ اعلم) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھنٹیوں کو اونٹوں کی گردنوں سے اتارنے کا حکم دیا۔ جنگی حالات کا عام دستور ہے اور ان حالات کا تقاضا ہوتا ہے کہ احتیاط اختیار کی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے قافلہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس بھیجے۔

موجودہ دور میں انھیں انٹیلی جینس یا حالات معلوم کرنے کے آلات کہا جاتا ہے۔ انٹیلی جینس کے آدمی فوج کے آگے ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں، ان میں سے ایک بسبس بن عمرو جہنی اور دوسرا عدی بن ابی الزغباء تھا۔ یہ دونوں پہلے شخص ہیں جنھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جانب ابوسفیان کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔

بدر کا راستہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے بدر کی طرف مدینہ کے دڑے کے راستے چلے پھر عقیق، پھر ذوالحلیفہ، پھر اولات الجیش، پھر تربان، پھر ملل، پھر غمیس الحمام، پھر صخیرات الیمامہ، پھر سیالہ، پھر فج الروحاء، پھر شوکہ

گئے۔ بئر الروحاء کو چھوڑتے وقت آپ نے مکہ کے راستے کو بائیں جانب چھوڑ دیا۔ پھر آپ دائیں جانب نازیہ کی طرف بدر جانے کے لیے مڑ گئے۔ جب آپ نازیہ اور مضیق الصغراء کے درمیان وادی رحقان میں چلے تو اس سے سیدھے ہو گئے۔ پھر آپ نے وادی صغراء کو بائیں جانب چھوڑ دیا اور دائیں جانب وادی ذفران میں چلنے لگے۔ اس وادی سے نکلتے وقت آپ کو مکی فوج کے خروج کی اطلاع ملی کہ وہ بدر کی طرف آ رہی ہے۔ وادی ذفران سے نکلنے کے بعد آپ ثنایا پر چلے، جسے اصافر کہتے ہیں پھر آپ وہاں سے بدر کے قریب ایک شہر کی طرف سے گئے۔ جسے الدبہ کہتے ہیں اور آپ نے الحنان کو دائیں جانب چھوڑ دیا پھر بدر کے قریب اُتر گئے۔

ابُوسفیان کا مکہ سے مدد طلب کرنا

ابو سفیان، جو قریشی قافلے کا ذمہ دار اول تھا، نہایت محتاط آدمی تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مکہ کا راستہ خطرات سے گھرا ہوا ہے۔ اس لیے جونہی اس کے قدم شمال میں حجازی علاقے پر پڑے اس کے جاسوس اس کے آگے آگے خبریں معلوم کرنے کے لیے پھیل گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے کیا کیا عسکری تیاریاں ہو رہی ہیں، ابو سفیان کو زیادہ تجسس نہیں کرنا پڑا۔ اس کے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ قافلے کے مقابلہ کے لیے نکل آئے ہیں اور انھوں نے اس پر حملہ کرنے کے لیے مدینہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اس موقع پر ابو سفیان شرمندہ ہوا اور اس کے آگے خوفناک خطرہ منڈلانے لگا۔ لہٰذا اس نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ مکہ میں قریش کے لیڈروں کو اس خطرے کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے جو ان کے قافلے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان سے اپیل کی جائے کہ وہ اس کو بچانے کے لیے جلدی کریں۔

اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں پڑنے سے بچائیں۔

انتباہ کرنے والا مکہ میں ابھی تھوڑی مدت ہی گزری تھی کہ ابوسفیان کا ایلچی (ضمضم بن عمرو غفاری) مکہ کے کشادہ نالے کی چوٹی پر اپنے اونٹ پر کھڑے ہوئے نمودار ہوا۔ اس نے اپنا پالان الٹا کیا ہوا تھا اور چادر پھاڑی ہوئی تھی اور بلند آواز سے پکار رہا تھا، اے گروہِ قریش، جو نافۂ مشک ہو، تمھارے اموال ابوسفیان کے پاس ہیں، انھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے روک لیا ہے۔ میرے خیال میں تم انھیں حاصل نہیں کر سکو گے، مدد، مدد۔ اس عظیم خبر سے مکہ والے بے قرار ہو گئے اور اس کے فوراً بعد انھوں نے قافلے کو بچانے کے لیے ممکن حد تک جلد بازی سے طاقتور فوج تیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس فوج کی تیاری میں قریش کے تمام قبائل کے اموال اور آدمی شامل ہوئے اسی طرح قریش کے تمام زعماء اور لیڈر بھی سوائے ابولہب کے شامل ہوئے وہ ایک بیماری کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا اور اس کے عوض کوئی اور آدمی بھیجا گیا تھا، اور صفوان بن امیہ بھی اس میں شامل ہوا کیونکہ اس کا باپ اور بھائی بھی اس فوج میں شامل تھے۔

کنانہ کے قبائل بنی بکر کی الجھن فوج کی تیاری کے بعد، زعمائے مکہ کو یاد آیا کہ ان کے اور کنانہ کے بنی بکر کے درمیان جنگ ہے، انھیں خدشہ ہوا کہ کہیں یہ قبائل پیچھے سے ان پر حملہ نہ کر دیں اور وہ دو آگوں کے درمیان پھنس جائیں۔ قریب تھا کہ یہ خیال انھیں قافلہ کو بچانے کے لیے روانگی سے روک دیتا مگر ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں انکے سامنے آ گیا، یہ کنانہ کے اشراف میں سے تھا اور انھیں کہنے لگا کہ میں تمھیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ کنانہ تمھارے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو

تمھیں ناگوار ہو۔ پس وہ جلدی سے نکل گئے۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ[1] میں بیان کیا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مفہوم ہے:۔

ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرًا ورئاء الناس و یصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط، اذ زین لھم الشیطٰن اعمالھم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفئتان نکص علیٰ عقبیہ و قال انی بریٓء منکم انی اریٰ ما لا ترون انی اخاف اللہ واللہ شدید العقاب[2]

مکی فوج کا مارچ مکہ (بنی بکر کی ضمانت کے بعد) حرکت میں آگیا، پھر اپنے سرداروں کے ساتھ نکلا اور اس کے عوام کوہِ آتش فشاں کی طرح جوش مار رہے تھے اور اس سے ایک بہت بڑی فوج نکلی جس کی تعداد تیرہ سو جانبازوں تک پہنچی ہوئی تھی ..... اس فوج نے نہایت سرعت کے ساتھ شمال کی طرف بدر کی جانب مارچ کیا اور قافلے کو، مدنی فوج کے قبضہ میں آنے سے قبل ہی بچانے کے ارادے سے نشیب و فراز کو پھلانگتے گئے، بدر کو جاتے ہوئے یہ وادیٔ عسفان گئے، پھر قدید، پھر جحفہ، پھر ابواء، پھر بدر۔ ان کے پاس ساٹھ گھوڑے، چھ سو زرہیں اور بہت سے اونٹ تھے جن کی تعداد کسی نے نہیں لکھی۔

مکی فوج کو سرمایہ مُہیّا کرنے والے مکی فوج کو خوراک اور اخراجات فراہم کرنے والے نو لیڈر تھے:۔

- ابوجہل بن ہشام نے مکہ سے نکلتے وقت ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
- امیہ بن خلف نے عسفان میں ان کے لیے نو اونٹ ذبح کیے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۲۵۹۔ [2] الانفال: ۴۷، ۴۸۔

* سہیل بن عمرو نے قدید میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
* شیبہ بن ربیعہ نے قدید کے قریب سمندر کے پانیوں پر ان کے لیے نو اونٹ ذبح کیے۔
* عتبہ بن ربیعہ نے جحفہ میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
* حجاج کے بیٹوں نبیہ اور منبہ نے ابواء میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
* عباس بن عبدالمطلب نے ابواء اور بدر کے درمیان ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔
* ابوالبختری بن ہشام نے بدر میں ان کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔

جب مکی فوج سرعت کے ساتھ بدر کی جانب مارچ کر رہی تھی، اس وقت ابوسفیان مسلسل مکہ کی جانب رواں دواں تھا حالانکہ اسے یقین تھا کہ مکہ جلد ہی اس کی امداد کو پہنچ جائے گا مگر وہ بڑی بیدار مغزی اور احتیاط سے ان تمام احتمالات کے پیش نظر منصوبے بناتا رہا، جو اسے مکی فوج کے ساتھ ملنے سے قبل پیش آسکتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ قریش کی مدد کی انتظار میں سو بھی نہ سکا اور اس نے اپنی جاسوسانہ کارروائیوں میں اضافہ کر دیا اور مدنی فوج کے حالات کے معلوم کرنے کے لیے جو کچھ بھی اس کے مقدور میں تھا، اس نے کیا۔ تاکہ اس کا مقابلہ کرنے اور اس کے قبضہ میں آنے سے بچ جائے۔ ابوسفیان نے بیدار مغزی اور احتیاط کے باوجود مکہ کی جانب جاتے ہوئے اس قدرتی اور عام راستہ کو تبدیل نہیں کیا، وہ قافلہ کے ساتھ شمال سے جنوب کی جانب مدینہ کو اپنے بائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے بدر کی جانب چلتا رہا۔

نازک گھڑی

ابوسفیان کے لیے بدر کے قریب وہ گھڑی بڑی نازک تھی جب وہ قافلہ سمیت مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والا تھا۔

قسمت نے اس کی یاوری کی اور اسے مجدی بن عمرو ملا، اس نے اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا میں نے کوئی ناپسندیدہ آدمی نہیں دیکھا۔ ہاں! میں نے سواروں کو اس ٹیلے کے پاس بیٹھے دیکھا ہے پھر انھوں نے اپنے مشکیزے سے پانی پیا اور چلتے بنے۔ اس موقع پر ابوسفیان نے دو آدمیوں کے اونٹوں کی فرودگاہ کی طرف جانے میں جلدی کی اور ان کی مینگنیاں اٹھائیں اور تحقیق پر اس نے ان میں گٹھلیاں پائیں (کھجور کا بیج) اور کہنے لگا خدا کی قسم! یہ یثرب کا چارا ہے اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ دو آدمی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں اور بلا شبہ ان کی فوج قافلے کے قریب ہی ہے جو ابھی ان کے قبضہ میں آنے والا ہے۔ وہ فوراً قافلے کی طرف واپس آیا اور اس کا منہ مغرب کی جانب ساحل کی طرف پھیر دیا۔ اس طرح قافلہ مدنی فوج کے قبضہ میں آنے سے بچ گیا۔

مکی فوج اور قافلے کا بچاؤ جب ابوسفیان کو قافلے کے بچاؤ کا یقین ہو گیا تو اس نے قریش کو اس کی اطلاع دی، اور انھیں مشورہ دیتے ہوئے اپیل کی کہ وہ فوج کے ساتھ مکہ واپس چلے جائیں۔ (اس نے انھیں ایک پیغام بھیجا جو انھیں جحفہ میں ملا) اس میں اس نے کہا تم اپنے آدمیوں، اموال اور قافلے کو بچانے نکلے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا ہے۔ پس واپس چلے جاؤ۔

لیکن ابوجہل نے (جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے دشمنوں میں سے تھا) ابوسفیان کے مشورے کو رد کر دیا اور فوج کے بدر تک جانے پر اصرار کیا۔ اس نے بڑے تکبر اور غضب سے کہا خدا کی قسم! ہم واپس نہیں جائیں گے، ہم بدر تک جائیں گے اور تین دن وہاں ٹھہریں گے اور اونٹ ذبح کریں گے اور

کھانا کھلائیں گے اور شراب نوشی کریں گے اور گلوکارائیں ہمارے لیے گانے گائیں اور عرب ہمارے متعلق اور ہمارے مارچ کے متعلق اور ہماری فوج کے متعلق سنیں گے تو ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ چلو، چلو!

مکّی فوج میں پہلا افتراق ابوجہل نے مکی فوج کے بدر تک جانے پر اصرار کیا (حالانکہ قافلہ بچ گیا تھا) کہ یہ مارچ ایک عظیم عسکری مقابلہ ہوگا جس میں مکہ کی قوت نمایاں ہوگی اور قبائل عرب کے سامنے اس کی ہیبت چھا جائے گی۔ خصوصاً مکہ اور مدینہ کے درمیان رہنے والے زبردست قبائل میں .... جن کے علاقے سے یہ عظیم فوج گزرے گی، اس جیسی عظیم فوج عرب ممالک نے ظہور اسلام سے لے کر آج تک نہ دیکھی تھی۔

بزدلی میرے ذمے لگا دو لیکن اخنس بن شریق ثقفی[۱] نے ... جو بنی زہرہ کا حلیف تھا اور اس لام بندی میں اپنے قبیلے کا سالار تھا ... ابوجہل سے اس کی رائے پر معارضہ کیا اور اس نے بنی زہرہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے بنی زہرہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے اموال کو بچا لیا ہے اور تمہارے ساتھی مخرمہ[۲] بن نوفل کو بھی بچا لیا ہے، تم اسے اور اس کے

---

[۱] اخنس بن شریق بن وہب ثقفی، بنی زہرہ کا حلیف تھا اور اپنی قوم کا سردار، عقلمند اور مطاع تھا، اس کا نام اخنس اس لیے رکھا گیا کیونکہ وہ قافلے کے بچ جانے کے بعد بنی زہرہ کے ساتھ الگ ہو گیا تھا، فتح مکہ کے سال مسلمان ہوا اور حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا۔

[۲] مخرمہ بن نوفل بن عبد مناف زہری، یہ قافلے کے ان نوجوانوں میں سے ایک تھا جن کے ذریعے ابوسفیان نے نجات پائی۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوا۔ اور ۱۱۵ سال کی عمر میں ۵۵ھ کو وفات پائی۔

مال کو بچانے نکلے تھے، بزدلی کو میرے ذمے لگا دو اور واپس لوٹ جاؤ۔ کیونکہ تمھیں کوئی ضرورت نہیں کہ مال کے علاوہ کسی چیز کے لیے نکلو، اس طرح نہ کرو جیسے یہ شخص (ابوجہل) کہتا ہے۔"

اخنس اپنی قوم بنی زہرہ میں سردار اور مطاع تھا، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس کی اطاعت کی اور سب کے سب جحفہ سے واپس لوٹ آئے اور بدر میں ایک زہری بھی شامل نہیں ہوا اور وہ تقریباً تین سو جوان تھے۔

مسلمانوں کے لیے نازک مقام مکی فوج انتہائی فخر و تکبر کے ساتھ، ابوجہل کی رائے کے مطابق، جس نے اسے ایسی بری شکست سے دوچار کیا جس جیسی شکست قریش نے اپنی طویل تاریخ میں نہیں دیکھی تھی، شمال کی جانب بڑھتی گئی۔

مسلمانوں کو بھی اطلاع مل گئی کہ ابوسفیان قافلہ سمیت بچ گیا۔ مگر قافلے کے بچ جانے سے اہم خبر عظیم مکی فوج کی مارچ کی تھی۔ جو قافلے کے بچ جانے کے باوجود بدر کی طرف مسلسل بڑھ رہی تھی، حالانکہ وہ صرف قافلے کو بچانے نکلی تھی بلاشبہ مشرک فوج کو اس حساس علاقے کے مقامات میں پھرتا چھوڑنے اور مکہ اور مدینہ کے زبردست قبائل کے درمیان اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے میں، مدینہ کی مسلم چھاؤنی کے لیے کھلا چیلنج تھا اور نیز قریش کے عسکری مقام اور اس کی سیاسی حکومت کے پھیلاؤ میں مدد دینا اور نفوذِ اسلام کو کمزور کرنا تھا، جو ان علاقوں میں پھیل رہا تھا جو ہجرت سے ان عسکری سرایا کی جولانگاہ تھے۔ جنھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلائے کلمۃ اللہ اور کلمۂ کفر کی توہین کے لیے تیار کیا کرتے تھے۔ پس مکی فوج کا مدنی فوج سے الجھے بغیر بدر تک چلے جانا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ وہ جنگ کرنے سے پیچھے ہٹ گئے ہیں اور اگر یہ بات محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی فوج سے ظاہر ہو تو اس علاقے میں مسلمانوں کی ہیبت اور ان کی عسکری شہرت پر بہت برا اثر پڑے گا اور یہ بزدلی ابوجہل کی حوصلہ افزائی کرے گی اور وہ جنگ کو مدینہ کی دیواروں تک لے جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے گھر میں جنگ کرے گا۔

اعلیٰ فوجی کمیٹی

اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اہم انقلابات کا حد درجہ اہتمام کیا۔ آپ کی بڑی خواہش تھی کہ ہر قیمت پر مکی فوج سے بدر میں جھڑپ ہو۔ مگر باوجود اس کے کہ آپؐ اللہ کے نبی اور رسول تھے اور باوجود اس کے کہ آپؐ فوج کے سالارِ اعلیٰ تھے، آپؐ نے فیصلہ کیا کہ آپ اکیلا فیصلہ نہ کریں اور اپنی رائے کو ان اچانک عسکری انقلابات کے مقابلہ میں ترجیح نہ دیں اور اسلام کے شورائی اصول کے مطابق کام کریں (وشاورھم فی الامر)۔ اس لیے آپ نے، ہمارے زمانے کی زبان کے مطابق، جلد ایک اعلیٰ فوجی کمیٹی کا اجلاس بلایا جس میں اپنی فوج کے سالاروں کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا تاکہ اس اہم موقف کے مقابل میں آپ ان کے نقطۂ نظر کو معلوم کر سکیں۔

موقف کی اہمیّت

انقلابی موقف کا اس درجہ تک اہمیت اختیار کر جانا، دراصل چھوٹی سی مدنی فوج کا اچانک امتحان تھا، جو اس قسم کے معرکے میں شامل ہونے کے لیے تیار نہ تھی۔ آغاز میں اس کے نکلنے کا مقصد قافلے پر قبضہ کرنا تھا جس کے محافظوں کی تعداد چالیس جانبازوں سے زیادہ نہ تھی اور یہ ایسی بات ہے جس کے لیے اتنی ہی تیاری کی ضرورت تھی جتنی اس فوج نے کی تھی لیکن یہ آسان سی بات (اچانک طریقے سے) بڑے اہم معاملے میں بدل گئی جس نے مسلمانوں کو ایک دلدل میں پھنسا دیا۔ چالیس سوار اپنے قافلے کے ساتھ بچ گئے اور اس چھوٹی سی مدنی فوج نے اپنے آپ کو.... قافلے کے

چالیس محافظوں کے بجائے .... ایک پُرغوغا لشکر کے سامنے پایا جسے فخر وتکبر، اور تحدی لیے آئی تھی۔ اور اس میں مکہ کے سردار اور شہسوار جمع تھے، اور اس عظیم لشکر سے ٹکراؤ مسلمانوں کے لیے لازم قرار دیتا تھا کہ وہ اس کے مقدمات اور نتائج پر غور و فکر کرلیں اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اعلیٰ شورائی[1] فوجی کمیٹی کا اجلاس بلایا اور چاہا کہ آپ اس نازک وقت میں اپنی فوج کے سالاروں کی آراء کی حقیقت سے آگاہ ہوں۔

مکی فوج سے مڈبھیڑ پر سالاروں کا اتفاق

لیکن جونہی یہ اجلاس منعقد ہوا مہاجرین کے سالار، ہر قیمت پر شرک کی فوج کے ساتھ الجھنے کے عزم کا اعلان کرنے لگے اور ان کے ایک سالار مقداد بن عمرو[2] نے اجلاس میں کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"یا رسول اللہ! آپ اللہ کی رہنمائی میں چلیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں خدا کی قسم! ہم آپ کو وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی (فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون)

---

[1] وادی ذفران سے مدنی فوج کے خروج کے فوراً بعد بدر سے قریب یہ اجلاس منعقد ہوا۔

[2] مقداد بن عمرو بن ثعلبہ عامری، انھیں مقداد بن اسود کندی حضرمی بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کے باپ نے اپنی قوم میں ایک خون کیا تھا پس وہ حضرموت چلا گیا اور کندہ کا حلیف بن گیا اور ان کی ایک عورت سے شادی کرلی۔ جس سے مقداد پیدا ہوئے۔ جب مقداد بڑے ہوئے تو ان کے اور ابی شمر بن حجر کندی کے درمیان جھگڑا پیدا ہوگیا تو آپ نے اس کی ٹانگ پر تلوار ماری اور مکہ بھاگ آئے، اور اسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے۔ اسود نے انھیں لے پالک بنالیا اس لیے ان کو مقداد بن اسود کہتے ہیں اور یہی نام ان پر غالب آگیا جب آیت (ادعوھم لآبائھم) اتری تو انھیں مقداد بن عمرو کہا جانے لگا، آپ نے دو ہجرتیں کیں، آپ بڑے دلیر تھے۔ آپ کی وفات ۳۳ھ میں ہوئی۔

آپ اور آپ کا رب دونوں جاکر لڑیں، ہم آپ دونوں کے ساتھ مل کر لڑیں گے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں برک الغماد[1] تک لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ لڑتے جائیں گے، یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا :"بہت اچھا"

انصار کی آخری بات

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجلاس میں مہاجرین کی رائے معلوم کر لی (اور وہ فوج میں اقلیت تھے) اور ابھی آپ نے انصار کے موقف کی حقیقت معلوم نہیں کی تھی جن کے کندھوں پر اس آنے والے معرکے کا بار تھا کیونکہ وہ اس فوج کی غالب اکثریت کے نمائندہ تھے اور معاہدہ عقبہ کی نصوص واضح طور پر ان کو مدینہ سے باہر جنگ کا پابند نہ کرتی تھیں کیونکہ اس کی ایک دفعہ میں بیان ہوا ہے کہ

" انصار، مدینہ پہنچنے تک آپ کی ذمہ داری سے بری ہیں۔ جب آپ ان کے پاس پہنچ جائیں گے تو آپ ان کی ذمہ داری میں ہونگے اور وہ آپ کی اپنی عورتوں اور بیٹیوں کی طرح حفاظت کریں گے"۔

اس لیے آپ کو خدشہ تھا کہ کہیں انصار کی یہ رائے نہ ہو کہ وہ آپ کی اس آدمی کے خلاف مدد کریں گے جو آپ سے مدینہ میں لڑے گا، لہذا آپ نے مناسب سمجھا کہ آپ (خاص طور پر) آنے والے معرکہ کے متعلق انصار کے موقف کی حقیقت کو معلوم کریں، آپ نے مہاجرین کے اتفاق کے بعد فرمایا، لوگو! مجھے مشورہ دو، یعنی انصار مشورہ دیں، اس موقع پر انصار کے سردار اور ان کے دستے کے سالار سعد بن معاذ نے اٹھ کر کہا:-

---

[1] کہتے ہیں برک الغماد، معمورہ ارض کا انتہائی مقام ہے۔

"یارسول اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ آپ چاہتے ہیں، ہم بات کریں"۔
آپؐ نے فرمایا "بیشک"۔
انصاری سالار نے دشمن کی فوج کے ساتھ مڈبھیڑ کرنے پر عزم صادق، اور مطلق موافقت کا اعلان کرتے ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے اس امر پر آپ کو سمع واطاعت کا عہد دیا ہے۔ یارسول اللہ! آپ نے جو ارادہ کیا ہے اسے پورا کیجیے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں اس سمندر میں گھسنے کو کہیں تو ہم آپ کے ساتھ اس میں گھس جائیں گے اور ہم میں سے ایک آدمی بھی باقی نہیں رہے گا اور ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے کہ آپ ہمارے ساتھ کل دشمن سے مقابلہ کریں۔ ہم جنگ میں بڑے استقلال سے قائم رہنے والے اور صحیح معنوں میں جنگ کرنے والے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعے آپ کو وہ بات دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اللہ کی برکت سے ہمیں ساتھ لے کر چلیے"۔

اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ فریقین شرک کی فوج کے ساتھ گتھ جانے میں صادق ہیں اور اس سے آپ ہشاش بشاش ہو گئے اور آپ نے فوری طور پر فوج کو بدر کی طرف مارچ کرنے کا حکم دے دیا۔ آپ نے فرمایا "چلو اور خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے۔ خدا کی قسم! میں لوگوں کے مرنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں"، پس فوج نے

بدر کے پانیوں کی طرف مارچ شروع کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انٹیلی جینس کے ساتھ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے قریب اپنے اصحاب کے ساتھ اترے.... جہاں کہ کا عظیم لشکر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا.... تو آپ نے اپنے بعض اصحاب کے ساتھ، بیدار مغز سالار کے لیے شاندار مثال قائم کرتے ہوئے، دشمن کی فوج کے حالات کو معلوم کرنے کے لیے جاسوسی کی کارروائی میں حصہ لیا، تاکہ آپ کو ذاتی طور پر اس فوج کی قوت کی حقیقت کا علم ہو اور یہ کہ وہ کس جگہ پر ہے۔

اسی اثنا میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک صحابی کے ساتھ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر مکہ کی چھاؤنی کے ارد گرد گھوم رہے تھے کہ آپ کا ایک عرب شیخ سے سامنا ہو گیا، آپ نے اس سے قریش کے متعلق پوچھنا چاہا مگر آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں شیخ کو میرے متعلق شبہ نہ ہو جائے اور وہ مجھے مسلمانوں کی فوج کا ایک آدمی نہ سمجھ لے، آپ نے زیادہ احتیاط اور رازداری کے پیش نظر بیک وقت اس سے قریش کی فوج اور مسلمانوں کی فوج کے متعلق سوال کیا۔ لیکن شیخ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جب تک تم دونوں مجھے یہ نہ بتاؤ کہ تم کن میں سے ہو میں تمھیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا جب تو ہمیں بتا دے گا تو ہم بھی تجھے بتا دیں گے، شیخ نے کہا ایسا ہو گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! شیخ نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب فلاں دن نکلے ہیں، اگر مجھے خبر دینے والے نے سچ کہا ہے تو آج وہ فلاں جگہ پر ہوں گے (جس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج تھی) اور مجھے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ قریش فلاں دن نکلے ہیں، اگر مجھے خبر دینے والے نے سچ کہا ہے تو وہ آج

فلاں جگہ ہوں گے (جس جگہ پر مکی فوج تھی) جب شیخ اپنی اطلاع سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا تم کن میں سے ہو؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، ہم پانی میں سے ہیں اور بغیر اس کے کہ شیخ کو معلوم ہو کہ آپ کون ہیں، آپ معین طور پر دشمن کی فوج کی جگہ معلوم کر کے واپس آ گئے۔ یہ جنگی قانون ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے۔ جس کے بموجب، دشمن کے حالات کو ہر وسیلہ سے حاصل کرنا جائز ہے۔ خواہ اسلامی فوج اور اس کی سلامتی کے مفاد کے لیے ملمع سازی سے کام لینا پڑے۔

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج میں اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں واپس آ گئے اور آپ نے اس روز شام کو از سر نو اپنے جاسوسوں کو بھیجا، تاکہ وہ آپ کے لیے دشمن کی فوج کے حالات کا جائزہ لیں۔

آپ نے مہاجرین کے تین سالاروں، علی بن ابی طالب، زبیر[۱] بن العوام اور سعد[۲] بن ابی وقاص کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بدر کے پانی پر بھیجا تاکہ وہ

---

[۱] زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ، تعریف سے بے نیاز ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں آپ کی ماں صفیہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہے۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ جب آپ کو پتہ چلا کہ حضرت علی کے متعلق آپ کا موقف درست نہیں تو آپ جنگ ترک کر کے باہر نکلے تو جنگ جمل میں آپکو قتل کر دیا گیا، آپ کو عمرو بن جرموز نے دھوکہ سے وادی السباع میں قتل کیا، آپ کے قتل کا واقعہ ۳۶ھ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۶ یا ۶۷ سال تھی۔

[۲] سعد بن مالک بن اہیب زہری، تعریف سے بے نیاز ہیں آپ اسلام قبول کرنے والے ساتویں آدمی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آپ نہایت متقی اور خدا سے ڈرنے والے تھے، فتنہ سے الگ رہے اور حضرت عثمان کے قتل کے بعد متنازعہ فریقین میں سے کسی کے ساتھ ہو کر نہ لڑے آپ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

دشمن کے مزید حالات معلوم کریں۔

مکی فوج کے متعلق اہم معلومات کی فراہمی

انھوں نے بدر کے پانی پر دو نوجوانوں کو پانی پیتے دیکھا جو مشرکین کی فوج کے تابع تھے، یہ ان کو نبوی پڑاؤ میں لے آئے، جہاں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جواب طلبی کی اور ان سے وہ باتیں معلوم کیں جو ایک سالارِ فوج، دشمن کی فوج کے متعلق معلوم کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جوانوں سے مکی فوج کی جگہ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو دور کنارے پر نظر آرہا ہے، آپ نے پوچھا وہ کتنے آدمی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، بہت ہیں، آپ نے پوچھا، ان کا سامانِ جنگ کتنا ہے؟ انھوں نے جواب دیا، ہمیں معلوم نہیں، آپ نے پوچھا، وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، کسی دن نو، کسی دن دس۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا، وہ لوگ نو سو سے ایک ہزار کے درمیان ہیں، پھر آپ نے دونوں سے پوچھا کہ فوج میں مکہ کے لیڈروں اور اشراف میں سے کون کون شامل ہے؟ تو انھوں نے آپ کو بتایا کہ لیڈروں میں سے عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ اور ابوجہل بن ہشام اور ابوالبختری بن ہشام اور امیہ بن خلف ہیں۔ اور اشراف مکہ میں سے عباس بن عبدالمطلب[1]، سہیل بن عمرو اور حجاج کے بیٹے نبیہ اور منبہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس موقع پر رسول کریم

---

[1] عباس بن عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تعریف سے بے نیاز ہیں، بدر میں مشرکین کے ساتھ مجبوراً شامل ہوئے اور قید ہو گئے آپ ہی کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے عباس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ قبل اسلام لائے۔ اور ہجرت کی اور فتح مکہ میں شامل ہوئے اور حنین میں پہلے ہلّے میں مسلمانوں کی شکست پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے، آپ مدینہ میں ۳۲ھ کو فوت ہوئے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی فوج کی قوت اور ضخامت کا یقینی علم حاصل ہوا اور آپ نے اپنی فوج کے سالاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

"مکہ نے تمھاری طرف اپنے جگر گوشے پھینک دیے ہیں" (یعنی مکی فوج میں شامل ہونے والے لیڈر اور اشراف)

صحیح شوریٰ کا نمونہ ۱۶ ر رمضان المبارک ۲ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کیا تاکہ آپ بدر کے پانی پر مشرکین سے پہلے پہنچ جائیں اور انھیں اس پانی پر قبضہ نہ کرنے دیں۔ اس مارچ کے دوران ایک واقعہ رونما ہوا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمہوریت نمایاں ہوئی (اگر یہ تعبیر صحیح ہو تو) آپ فوج کے ساتھ بدر کے ایک پانی پر فروکش ہوئے۔ ایک سالار نے دیکھا کہ اس جگہ پر اترنا جنگی مصلحت کے خلاف ہے۔ یہ سالار حباب[1] بن منذر انصاری تھے۔ انھوں نے ایک فوجی ماہر کی طرح مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس جگہ کو دیکھا ہے۔ کیا اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتارا ہے، اگر ایسا ہے تو ہم کوئی پس و پیش نہیں کرتے؛ یا رائے، جنگ اور تدبیر کے تحت یہاں اترے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلکہ رائے، جنگ اور تدبیر کے تحت اترا ہوں، تو فوجی ماہر حباب نے کہا یا رسول اللہ! یہ پڑاؤ کرنے کی جگہ نہیں، لوگوں کو یہاں سے لے چلیے تاکہ ہم دشمن کے قریب ترین پانی پر اتریں، پھر ہم اس کے پیچھے کے کنویں خراب کر دیں گے پھر اس پر حوض بنا کر اسے پانی سے بھر لیں گے، پھر ہم

---

[1] الحباب بن المنذر بن الجموح خزرجی انصاری، آپ ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سقیفہ کے روز کہا تھا کہ میں کھجلانے والا تنہ اور کھجور کے پھل کی ٹیک ہوں۔ آپ کی وفات حضرت عمرؓ کی خلافت میں ہوئی، آپ پچاس سال سے زائد عمر کے تھے۔

لوگوں سے لڑیں گے اور پانی پئیں گے اور وہ پانی نہیں پئیں گے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا مشورہ دیا ہے اور آپ فوج کو لے کر چل پڑے، جب دشمن کے قریب ترین پانی پر آئے تو وہاں اتر پڑے پھر آپ نے کنوؤں کو خراب کرنے کا حکم دے دیا (حباب بن منذر کی رائے کے مطابق) پھر آپ جس کنوئیں پر اترے اس پر آپ نے حوض بنایا اور اسے پانی سے بھر دیا۔

دشمن کی فوج میں جاسوسی قریش نے وادی کے پرلے کنارے پر اپنے پڑاؤ میں مطمئن ہونے کے بعد، مدنی فوج کے اردگرد اس کی حقیقت اور قوت کا اندازہ معلوم کرنے کے لیے اپنے جاسوس بھیجے۔ پس مکی فوج کا ایک جاسوس عمیر بن وہب[1] مدنی فوج کے اردگرد گھومنے لگا پھر وہ قریش کو بتانے کے لیے واپس آیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کم و بیش تین سو جانبازوں پر مشتمل ہے، پھر اس نے مسلمانوں کی فوج کے پیچھے اپنا گھوڑا دوڑایا، تاکہ معلوم کرے کہ وہاں کوئی فوج گھات میں نہ ہو جو مسلمانوں کی غلبے میں حمایت کرے یا جھڑپ کے وقت ان کی مدد کرے لیکن وہ واپس آگیا اور قریش کو اطمینان ہو گیا کہ مسلمانوں کی کوئی فوج گھات میں نہیں ہے۔

مصیبتیں موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں مگر اس نے ایک فوجی ماہر کی طرح مکہ کے لیڈروں کو مشورہ دیا اور انھیں انتباہ کرتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جوانوں کے اوصاف

---

[1] عمیر بن وہب بن خلف الجمحی القرشی، یہ قریش کے شیطانوں میں سے تھا۔ جنگ بدر کے بعد، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے مدینہ گیا اور اللہ نے اسے اسلام کی ہدایت دیدی اور وہ اسلام کے بڑے داعیوں اور انصار میں سے بن گیا۔

بیان کرتے ہوئے کہنے لگا:-

"میں نے مصیبتوں کو موتیں اٹھائے ہوئے دیکھا ہے .... یثرب کے اونٹ تازہ موت اٹھائے ہوئے ہیں، ان لوگوں کی تلواروں کے سوا کوئی پناہ نہیں۔ خدا کی قسم! ان میں سے کوئی آدمی اس وقت تک قتل نہ ہوگا جب تک تم میں سے کسی آدمی کو قتل نہ کرے، پس جب وہ تم میں سے اپنے دشمنوں کو لے لیں گے تو اس کے بعد زندگی میں کیا بھلائی ہوگی؟ پس تم اپنی رائے دو۔"

مکی فوج میں دوسرا افتراق

انٹیلی جینس کے ہیڈ (عمیر بن وہب) کی بات سنتے ہی ابوجہل کے خلاف ایک دوسرا معارضہ ہوا، جو اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ فوج بغیر جنگ کے مکہ واپس چلی جائے اور یہ معارضہ، اس معارضہ سے بہت بڑا تھا جس کی قیادت ابوجہل کے خلاف اخنس بن شریق نے رابغ کے علاقے میں کی تھی اور اس کے بعد بدر پہنچنے سے قبل ہی اپنے قبیلہ بنی زہرہ کے ساتھ، مکہ واپس آگیا تھا۔ اس آخری معارضہ کی قیادت عتبہ بن ربیعہ نے کی جو بنی عبدشمس کا سردار تھا اور اس کی مدد حکیم بن حزام نے کی۔ معرکہ سے ایک دو روز قبل ہونے والے اس معارضہ کی رائے یہ تھی کہ مدنی فوج سے مقابلہ نہ کیا جائے اور بغیر جنگ کیے واپس لوٹا جائے۔ حکیم[1] بن حزام نے اس معارضہ کی تائید کے لیے مکی فوج کے سالاروں کے درمیان دوڑ دھوپ بھی کی۔

---

[1] حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ، ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں، آپ قریش کے سرداروں میں سے تھے اور بعثت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سنہ ۶۰ھ کو فوت ہوئے۔

تو قریش کا بڑا آدمی اور سردار ہے

حکیم، عتبہ بن ربیعہ اموی کے پاس آیا (بدر کے روز دونوں صفوں کے درمیان پہلا مقتول) اور کہنے لگا اے ابوالولید! تو قریش کا بڑا آدمی اور مطاع سردار ہے کیا میں تجھے ایسی نیکی بتاؤں جس کے ذریعے تجھے ہمیشہ یاد کیا جائے، اس نے کہا وہ کیا ہے؟ حکیم نے کہا لوگوں کو واپس لے جاؤ اور اپنے حلیف عمرو[1] بن حضرمی کے معاملے کا بوجھ اٹھا لو، عتبہ نے کہا، میں ایسا کر دیتا ہوں، تم اس کے ضامن ہو جاؤ، وہ میرا حلیف ہے، اس کی دیت اور اس کے مال کو جو نقصان پہنچا ہے وہ میرے ذمہ ہے اور عتبہ نے حکیم سے اپیل کی کہ وہ ابوجہل کو منائے جس نے اپنے آپ کو فوج کا سالار بنایا ہوا ہے کیونکہ وہ اس کے عناد اور مخالفت سے ڈرتا ہے، اس نے کہا ابوجہل کے پاس جا۔ میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ لوگوں کے معاملے میں اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی بحث کرے۔

مکی فوج میں عتبہ کی تقریر

پھر عتبہ بن ربیعہ نے فوج میں کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے اور بغیر جنگ کے واپس جانے کی دعوت دیتے ہوئے کہا:

"اے گروہ قریش! خدا کی قسم تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے مقابلہ کر کے کیا کر دگے، خدا کی قسم! اگر تم نے اسے مار دیا، تو ہمیشہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو ناپسندیدہ نظر سے دیکھے گا۔ کیونکہ اس نے اس کے عمزاد یا خالہ زاد یا اس کے قبیلے کے کسی آدمی کو قتل کیا ہوگا، واپس چلے جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر عربوں کو

---

[1] عمرو وہ شخص ہے جسے مسلمانوں نے ۳۰ رجب سنہ ۲ھ کو عبداللہ بن جحش کے سریہ میں قتل کیا تھا۔ یہ بنی عبد شمس بن عبد مناف کا حلیف تھا۔

چھوڑ دو، اگر انھوں نے اسے مار دیا تو تمھاری خواہش پوری ہو جائے گی اور اگر کوئی دوسری بات ہوئی تو وہ تمھیں پالے گا، تم اس سے پوچھ لینا۔"

سُرخ اونٹ کا سوار عتبہ کی یہ مصالحانہ کوشش، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی مصداق ہے جسے آپ نے مکی فوج کو دیکھتے وقت فرمایا کہ ..... "اگر ان لوگوں میں کوئی بھی بھلائی ہے تو سرخ اونٹ کے سوار میں ہے۔ اگر وہ اس کی اطاعت کریں گے تو راہِ راست پر آجائیں گے۔" اور سرخ اونٹ کا سوار عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھا جو یہ مصالحانہ کوشش کر رہا تھا۔

ابوجہل کی شورش لیکن ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ کی مصالحانہ دعوت کو سمجھے بغیر ہی غصے سے بھڑک اٹھا پھر اس نے عتبہ پر بزدلی اور اس کے بیٹے کے قتل ہو جانے کے خوف کا اتہام لگایا اور اس نے حکیم بن حزام سے جو عتبہ کا ایلچی تھا، کہا خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اصحاب کو دیکھتے ہی اس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے (یعنی اسے سخت گھبراہٹ اور خوف لاحق ہے) خدا کی قسم! ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک اللہ تعالیٰ ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ عتبہ کو کیا ہو گیا ہے جو اس نے یہ بات کہی ہے۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اونٹوں کا کھاجا سمجھا ہے اور ان میں اس کا بیٹا بھی ہے وہ اس کے بارے میں ڈرتا ہے (ابو حذیفہ بن عتبہ مسلمانوں کی فوج میں موجود تھا کیونکہ وہ اسلام میں سابقون الاولون میں سے تھا)، پھر ابوجہل کے غصے میں اضافہ ہو گیا اور اس نے حد سے بڑھی ہوئی دھڑے بندی میں اپنی تلوار

سونت لی اور اسے اپنے گھوڑے کی پشت پر مارا۔ ایماء بن رحضۃ الغفاری نے[1]
اس کے چہرے میں شر دیکھ کر کہا: یہ بہت بُری فال ہے۔

اور جب عتبہ کو ابوجہل کی بات کی اطلاع ملی کہ خدا کی قسم اس کا پھیپھڑا پھٹ
گیا ہے تو اس نے کہا عنقریب اسے معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھٹ
ہے۔ میرا یا اس کا؛ اس طرح ارادہ الٰہی کے مطابق، اوچھا پن، حکمت اور غور
فکر پر غالب آگیا اور سرخ اونٹ والے کا معارضہ ناکام ہوگیا اور ابوجہل کی
رائے غالب آگئی اور اس نے مکی فوج کو مدنی فوج سے جنگ کرنے پر آمادہ
کر لیا۔

سیاہ کینہ ابوجہل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ سخت
بغض و کینہ رکھتا تھا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مکہ سے بچ کر نکل آنے اور مشرکین کے قبضہ میں نہ آنے کی وجہ سے غصے سے
پھٹا جا رہا تھا اور اسی نے وہ رائے پیش کی تھی جس پر دارالندوہ کے نمائندوں
نے اتفاق کیا تھا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ آپ کو مکہ سے نکلنے سے قبل
قتل کر دیا جائے۔ لہٰذا اس نے دونوں فوجوں کے مقابلہ کو.... تعداد اور تیاری
کے تفاوت کے باوجود.... ایک سنہری موقع خیال کیا کہ شاید جنگ میں مسلمانوں پر
حملہ کرنے سے اسے وہ بات حاصل ہو جائے جو اس کی آتش انتقام کو سرد کر دے

---

[1] ایماء الغفاری نے مکی فوج کو دس اونٹ دیے تھے جنھیں انھوں نے ذبح کیا پھر اس نے اپنے بیٹے کو بھیجا
انھیں اطلاع دو کہ غفار قبیلہ رضاکارانہ طور پر ان کی مدد کے لیے اور انھیں ہتھیار دینے کے لیے تیار ہے
اس نے کہا اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمھاری ہتھیاروں اور جوانوں سے مدد کریں تو ہم کرتے ہیں پس انھوں نے
شکریہ ادا کیا اور اسے کہنے لگا ہم لوگوں سے لڑتے ہیں اور ہمیں ان سے کمزوری نہیں لاحق ہوتی اور اگر ہم اللہ سے
جنگ کرتے ہیں جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے تو کسی کو اللہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

اس نے ان تمام کوششوں کے برخلاف جو قریش نے جنگ سے بچنے کے لیے کیں، معرکہ آرائی کا فیصلہ کر لیا۔

ابوجہل اور اخنس بن شریق حالانکہ ابوجہل کو معلوم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے مگر سیاہ کینہ نے آپ سے جنگ کی ٹھان لی اور اس کی رعونت اسے اس کے مقتل میں لے آئی، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اخنس بن شریق نے .... جو رابغ کے علاقے سے بنی زہرہ کے ساتھ واپس آگیا تھا.... ابوجہل سے علیحدگی میں ملاقات کی اور اسے کہا ابوالحکم! کیا تمھارے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے ہیں؟ ابوجہل نے کہا، وہ اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے جبکہ ہم اسے امین کا نام دیتے ہیں کیونکہ انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ مگر جب بنی عبد مناف میں سقایہ، رفادہ، حجابہ اور مشورہ اکٹھے ہو جائیں اور پھر ان میں نبوت بھی آجائے تو ہمارے لیے کیا باقی رہ گیا؟

نہ قافلے میں نہ جنگ میں کہتے ہیں کہ اس موقع پر اخنس بن شریق بنی زہرہ کے ساتھ مکی فوج سے الگ ہو کر ان کے ساتھ واپس آگیا اور ان میں سے کوئی آدمی بھی بدر میں شریک نہ ہوا اور وہ تین سو آدمی تھے اور یہ بنی زہرہ وہ ہیں جن کے متعلق ابوسفیان نے یہ بات کہی تھی جو مثال بن گئی کہ "اے بنی زہرہ نہ قافلے میں نہ جنگ میں" اس لیے کہ ان میں سے کوئی شخص بھی نہ معرکہ بدر میں شامل ہوا اور نہ اس قافلے میں جو معرکے کا سبب بنا تھا، اور ابوسفیان قریش سے جا ملا اور قافلے کو مکہ پہنچا کر معرکہ بدر میں آشامل ہوا، یہ جنگ بدر کے زخمیوں میں سے ایک تھا۔

ابوجہل کا جنگ کے لیے جلدی کرنا ابوجہل نے معارضہ کے لیڈروں (عتبہ اور حکیم) کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے پر ہی بس

نہ کی اور نہ ہی ان کی مصالحانہ دعوت کے شدید معارضہ کے اعلان پر اکتفا کیا بلکہ اس خوف سے کہ فوج میں کوئی اور معارضہ نہ کھڑا ہو جائے اس کے شیطان نے اسے جلد معرکہ کرنے کی طرف دھکیل دیا تاکہ لوگوں کے لیے امر واقعہ کو دیکھ کر معرکہ میں حصہ لیے بغیر واپس ہونا مشکل ہو جائے۔ اس نے مدنی فوج سے صلح کرنے اور بغیر جنگ کیے مکہ کی طرف جانے کی معارضانہ دعوت سننے کے بعد عامر بن حضرمی کو بلایا جس کے بھائی کو مسلمانوں نے سریہ عبداللہ بن جحش میں قتل کیا تھا۔ اور اس سے اپیل کی کہ وہ فوج میں کھڑے ہو کر اپنے بھائی کا اس کے مسلمان قاتلوں سے بدلہ لینے کے لیے اور اپنے حلیف کی عار کو مٹانے کے لیے ان کی ہمت بندھائے۔

ابن حضرمی کا آگ بھڑکانا

ابوجہل نے کہا، ابن حضرمی! یہ تمہارا حلیف ہے یعنی عتبہ بن ربیعہ .... یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ جائے، حالانکہ تو اپنا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پس اٹھ اور اپنے عہد اور اپنے بھائی کے قتل کے متعلق دریافت کر۔

اور قریش کے سرکش کا خیال پورا ہوا اور شیطان نے ابن حضرمی کے نتھنوں میں پھونک ماری اور وہ بلند آواز سے (بحالت رسوائی)، مکی فوج میں پکارنے لگا واعمراہ .... جاہلیت کے قانون میں یہ اکیلا کلمہ ہی جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے کافی ہے۔ خصوصاً اس قسم کے کشیدہ حالات میں۔

امر واقعہ

اس موقع پر جاہلی خون، شرک کی رگوں میں جوش زن ہو گیا اور اندھے جذبات سے کفر برافروختہ ہو گیا اور وہ اس خونریز معرکہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ ڈٹ گیا، ابوجہل کی خواہش پوری ہو گئی اور اس نے اپنی قوم کے دانشوروں کی مصالحانہ تجویز کو رد کر دیا اور جنگ کے آثار نمایاں ہو گئے

ور معرکہ کے قریب آنے کا انتباہ کرنے لگے اور لوگوں کو ... حتیٰ کہ معارضہ کرنے والوں کو بھی ... معرکہ میں شامل ہونے کے لیے ہتھیار اٹھانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کیونکہ ابوجہل نے اپنے اوچھے تصرفات سے انھیں امر واقعہ کے سامنے کر دیا ور معارضہ کے لیڈر ... عتبہ بن ربیعہ نے اپنے ہتھیار مکمل کر کے ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، عنقریب پتہ چل جائے گا کہ کس کا پھیپھڑا پھولتا ہے میرا یا اس کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے محافظ

مسلمان جب حباب بن منذر کی منتخب جگہ پر اکٹھے ہو گئے، تو انصار کے علمبردار سعد بن معاذ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تجویز پیش کی کہ مسلمان آپ کی کمان کا ہیڈ کوارٹر بنائیں۔ اور انصاری سالار نے ... ہنگامی حالات کے لیے تیاری کرنے اور فتح سے قبل شکست کا اندازہ کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ اس کمان کا ہیڈ کوارٹر واپسی کی لائن پر ہو تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی فوج کی شکست کی صورت میں وہاں سے واپس ہو کر سلامتی کے ساتھ مدینہ پہنچ جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کا ہیڈ کوارٹر

سعد بن معاذ نے کہا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے رہنے کے لیے چھپر نہ بنا دیں اور آپ کی سواریاں بھی آپ کے پاس تیار رکھیں، پھر ہم دشمن سے دو دو ہاتھ کریں، اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دشمن پر غلبہ دیا، تو یہ ہماری خواہش ہے اور اگر دوسری صورت ہو تو آپ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر ہماری قوم کے بقیہ لوگوں سے جا ملیں، کیونکہ کچھ لوگ آپ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یا نبی اللہ! ہم ان سے زیادہ آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر انھیں خیال ہوتا، کہ آپ کو جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا تو وہ کبھی آپ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ

ان کے ذریعے آپ کی حفاظت کرے گا، وہ آپ کے خیر خواہ ہوں گے اور آپ کے ساتھ جہاد کریں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور انصاری سالار کی بھلائی کے لیے دعا کی اور کمان کے ہیڈ کوارٹر کی تعمیر مکمل ہوگئی، وہ ایک چھپر تھا جسے اسلامی فوج نے مناسب جگہ پر بنایا تھا اور وہ میدانِ جنگ کے شمال مشرق میں اونچائی پر واقع تھا اور میدان کارزار وہاں سے نظر آتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے محافظین بھی مکمل ہو گئے اور اس پارٹی کا انتخاب انصاری نوجوانوں سے ہوا، جو سعد بن معاذ کی کمان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر کے ارد گرد پہرہ دینے لگے

معرکہ سے قبل ابو جہل کی دُعا

قریش معرکہ کے لیے تیار ہو گئے اور ابو جہل لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے نکلا ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابو جہل نے جنگ چھڑنے سے تھوڑا عرصہ پہلے اللہ سے دعا کی کہ۔

"اے اللہ! ہمارے لیے رشتوں کو قطع کر دے اور ہمیں وہ دے جسے ہم نہیں جانتے۔ پس کل اسے موت دیدے"

اور مشرکوں نے مکہ سے بدر کی طرف آتے وقت کعبہ کے پردے پکڑ کر وہاں یہ دعا کی:۔

"اے اللہ! دونوں گروہوں میں سے جو گروہ راہِ راست پر اور اعلیٰ اور معزز اور افضل دین والا ہے اس کی مدد کر"

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور انھیں شکست دی اور اپنے رسول کی مدد کی اور مشرکین کی اس دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

"ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح"

معرکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی فوج میں تقریر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کو جنگ کے لیے تیار کرنے کے لیے نکلے اور آپ نے معرکہ سے تھوڑا عرصہ قبل ان میں ایک تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، جو شخص آج استقلال کے ساتھ، ثواب کی نیت سے آگے بڑھتے ہوئے اور پیٹھ نہ پھیرتے ہوئے لڑے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔"[۱]

اس موقع پر سچے ایمان کے نمونے ظاہر ہوئے جس کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی، عمیر بن الحمام[۲] بنی سلمہ کا بھائی صف میں کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھانا چاہتا تھا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے کے بعد ان کھجوروں کو یہ کہتے ہوئے پھینک دیا:۔

"آفرین ہے، میرے اور جنت کے درمیان صرف یہی بات ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کردیں۔"

پھر اس نے اپنی تلوار لی اور لڑتا ہوا مشرکین میں گھس گیا، یہاں تک کہ قتل ہوگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصاص کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا

اسی دوران میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کی صفیں درست کر رہے تھے، آپ سواد بن غزیہ کے

---

[۱] ایام العرب فی الاسلام ص ۱۶

[۲] عمیر بن الحمام بن الجموح انصاری سلمی، یہ راہ خدا میں قتل ہونے والے لوگوں میں سے پہلا شخص ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں قتل ہونے والا پہلا شخص حضرت عمر بن الخطاب کا غلام مہجع ہے۔

پاس سے گزرے وہ صف سے باہر تھا۔ آپ نے اس کے پیٹ میں سوئی چبھوئی
جو آپ کے ہاتھ میں تھی اور فرمایا، سواد سیدھے ہو جاؤ، اس موقع پر سواد نے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احتجاج کرتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ! آپ نے
مجھے تکلیف دی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق و عدل کے ساتھ بھیجا ہے
پھر اس نے آپ سے مطالبہ کیا کہ مجھے قصاص دیں، آپ قصاص دینے میں بالکل
متردد نہ ہوئے۔ آپ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا، تاکہ سواد آپ سے اپنا
قصاص لے لے، آپ نے اسے فرمایا اپنا قصاص لو۔ یعنی جس طرح میں نے
مارا ہے تم بھی مجھے مارو۔ مگر سواد بجائے اس کے کہ قصاص کے طور پر آپ کے
پیٹ میں سوئی مارتا وہ اسے بوسے دینے لگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سواد! اس بات پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا ہے؛ اس نے جواب دیا، یا رسول
اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ جنگ تیار ہے میں نے چاہا کہ میری اور آپ کی آخری
ملاقات یہ ہو کہ میری جلد آپ کی جلد سے چھوئے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کی بھلائی کے لیے دعا کی۔

آخری گھڑی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں سیدھی کرنے اور انھیں جنگ
کے لیے تیار کرنے کے بعد اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ اس وقت
تک جنگ کا آغاز نہ کریں جب تک انھیں آپ کی طرف سے آخری احکام
نہ ملیں، آپ نے انھیں فرمایا۔ اگر دشمن تمھیں گھیر لے تو انھیں تیروں سے ہٹاؤ
اس کے بعد آپ اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں واپس آگئے اور آپ کے ساتھ
آپ کے امین مشیر صدیق اکبر[1] بھی تھے اور انصاری جوانوں کا محافظ دستہ، سعد

---

[1] ابو بکر صدیق، آپ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو التیمی القرشی ہے، آپ تعارف سے زیادہ مستغنی
ہیں اور رسول اللہ کے خلیفہ ہیں، عام الفیل کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ مردوں میں سب (بقیہ ص ۱۶۷)

معاذ کی کمان میں آپ کی کمان کے ہیڈ کوارٹر پر کھڑا ہو گیا۔ پھر حالات کشیدہ ہو گئے
اور موت کے دھوئیں سے معرکہ کی فضا خاکستری ہو گئی اور صفیں ایک دوسرے
کے قریب ہونے لگیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کے انجام سے خوف
محسوس کرنے لگے۔ کیونکہ آپ دوسروں سے بڑھ کر اس قسم کے معرکے کے نتائج کا
اندازہ کر سکتے تھے اور جانتے تھے کہ مسلمانوں کی شکست کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام
کو ہمیشہ کے لیے شکست ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کے حضور
بڑی لجاجت سے یہ دعا کی کہ

"اے اللہ! اگر تو نے اس گروہ ...... یعنی مسلمانوں ... کو ہلاک کر دیا تو
اس کے بعد زمین میں تیری پوجا نہیں ہو گی۔"

معرکے کا پہلا ایندھن

جب فریقین آمنے سامنے آ گئے اور دونوں مدمقابل
خدائے رحمان کے حضور حاضر ہو گئے تو اس کے
بعد صحابہ نے مالکِ ارض و سما، جو دعاؤں کو سننے والا اور مصیبتوں کو دور کرنے
والا ہے، کے حضور گڑگڑا کر کئی قسم کی دعائیں کیں۔

اور معرکے کا پہلا ایندھن، مشرکین کا ایک جانباز اسود بن عبد الاسد مخزومی
بنا۔ یہ شخص بڑا بد مزاج اور بد خلق تھا، اس نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں
کے حوض سے ضرور پانی پیئے گا یا اسے گرا دے گا یا اس کے ورے مر جائے گا۔
یہی وجہ ہے کہ وہ مشرکین کی صفوں کو توڑ کر مسلمانوں کو چیلنج کرتا ہوا، حوض کی طرف
اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے بڑھنے لگا لیکن حمزہ بن عبد المطلب نے جلدی سے

(بقیہ ص ۱۶۶) سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا، آپ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
جو شخص دوزخ سے آزاد آدمی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ ابوبکر کو دیکھ لے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد خلافت سنبھالی اور جمادی الاولیٰ ۱۳ھ کو سوموار کے روز ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر اسے روک لیا اور حوض تک پہنچنے سے قبل ہی جلدی سے اسے ایسی تلوار ماری کہ اس کا پاؤں نصف تک کٹ گیا پس یہ اصرار اور عناد سے زانو کے بل بیٹھ گیا اور اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل حوض کی طرف بڑھنے لگا لیکن حضرت حمزہؓ[1] نے اسے دوسری ضرب لگائی جبکہ وہ حوض میں داخل ہونے والا تھا۔ یہ مخزومی معرکے کا پہلا مقتول ہے اور اس کے قتل سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی، اس کے بعد مشرکین کی صفوں میں سے ان کے تین بہترین جانباز شہسوار نکلے اور وہ ایک ہی خاندان سے تھے جو یہ تھے شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید، اور یہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد مناف کے بیٹے تھے۔

جب یہ تینوں اموی دونوں صفوں کے درمیان ٹک گئے تو انھوں نے مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی تو جلدی سے انصار کے تین جوان ان کے مقابلہ میں گئے اور وہ عوف اور معوذ تھے جو دونوں عفراءؓ[2] کے بیٹے تھے اور عبداللہ بن رواحہؓ[3]

---

[1] حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی تھے۔ ان دونوں کو ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا، آپ ہیبت ناک شجاع تھے اور اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے۔ آپ نے ہر جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی یہاں تک کہ معرکہ اُحد میں شہید ہو گئے آپ کو حبشی غلام وحشی نے دور سے برچھی مار کر قتل کیا۔

[2] عفراء کے بیٹے معوذ اور عوف خزرجی تھے۔ بدر کے روز شہید ہوئے اور معوذ ابو جہل کے قتل میں شامل تھا۔ [3] عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ خزرجی انصاری، اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے اور ان نقیبوں میں سے ایک تھے جنھوں نے منیٰ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبہ میں معاہدہ کی پختگی کی ذمہ داری لی تھی، آپ نے اردن کے معرکہ موتہ میں فوج کی کمان کی اور اس معرکہ میں جو رومی فوجوں کے خلاف ہوا تھا شہید ہو گئے۔

مبارزت کے دستور کے مطابق، قریشیوں نے ان تینوں سے پوچھا کہ وہ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے انھیں اپنا نسب بتایا اور جب انھیں پتہ چلا کہ یہ انصاری ہیں تو انھوں نے ان کی تعریف کی اور کہنے لگے ہم پایہ اور معزز ہیں لیکن انھوں نے ان سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ان سے اپیل کی کہ وہ اپنی صفوں میں واپس چلے جائیں اور انھیں کہا کہ ہم اپنی قوم کے ہم پایہ لوگوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ پس تینوں انصار بغیر جنگ کیے اپنی صفوں میں واپس آ گئے۔

دونوں صفوں کے درمیان خاندان کا قتل

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے تینوں شہسواروں کی خواہش کا حال معلوم ہوا تو آپ نے ان کے خاندان کے تین آدمیوں کی بابت حکم جاری فرمایا جو یہ تھے۔ حمزہ بن عبدالمطلب، عبیدہ[1] بن حارث اور علی بن ابی طالب اور یہ سب بنی عبد مناف میں سے تھے آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے اقرباء کی خواہش کے مطابق ان کے مقابلہ میں نکلیں۔ پس یہ اسی وقت ان کے مقابلہ میں گئے اور ان کے سامنے اپنا نسب بیان کیا جس سے انھیں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان کے خاندان سے ہیں اور وہ کہنے لگے کہ ہم پایہ اور معزز لوگ ہیں۔ پھر ان کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا اور ہر ایک اپنی اپنی مرضی کے مدمقابل کے ساتھ الگ الگ ہو گیا۔ ولید نے حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا اور یہ دونوں سب سے چھوٹے مدمقابل تھے اور عبیدہؓ نے شیبہ سے مقابلہ کیا اور حمزہؓ نے عتبہ سے مقابلہ کیا حضرت علیؓ نے اپنے مدمقابل کو فوراً قتل کر دیا اور اسی طرح حمزہؓ نے بھی اسی وقت

---

[1] عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف آپ سابقون الاولون میں سے تھے اور بنی عبد مناف کے سردار تھے آپ اسلام میں دوسرے علمبردار تھے، آپ اس مقابلہ میں زخمی ہو گئے اور وادی صفراء میں اسی زخم کے اثر سے مدینہ کی طرف واپسی کے دوران فوت ہو گئے۔

اپنے مدمقابل کا کام تمام کر دیا اور عبیدہ تمام لوگوں اور شیبہ سے بھی عمر رسیدہ تھے
دونوں نے ایک دوسرے کو قاتلانہ ضربیں لگائیں جس کے بعد آپ اپنی جگہ سے ہل
نہ سکے اور شیبہ وہیں فوت ہو گیا اور حضرت علی اور حمزہ آپ کو اٹھا کر مسلمانوں کے
پڑاؤ میں لے آئے اور آپ کی کٹی ہوئی ران کا گودا بہہ رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد
آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جان دیدی۔ جس وقت آپ کی جان
نکل رہی تھی آپ کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں تھا، آپ نے کہا
یا رسول اللہ! اگر ابو طالب مجھے دیکھتے تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ میں ان کے اس شعر کا
زیادہ مصداق ہوں سے

"ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کی حفاظت میں ہم قتل کرتے
ہیں اور اپنے بیوی بچوں کو بھول جاتے ہیں۔"

بُرا آغاز

اس مقابلے کا انجام مشرکین کے لیے بُرا آغاز تھا کیونکہ وہ جنگ کے
پہلے مرحلے ہی میں اپنے تین بہترین شہسواروں سے ہاتھ دھو بیٹھے
تھے ان تینوں شہسواروں کی موت ایک دردناک ضرب کے قائم مقام تھی۔

عام حملہ

اس لیے مشرکین نے مسلمانوں کی صفوں پر اندھا دھند تیر اندازی کرنے
کے بعد بڑے غیظ و غضب سے ان پر یکدم حملہ کر دیا اور ان کی طرف
بڑھنے لگے اس طرح جنگ کی آگ پھیل گئی اور تلواریں خون میں یوں چمکنے لگیں جیسے
اندھیرے میں ستارے گرتے ہیں۔

مُسلمانوں کا دفاعی موقف

مسلمانوں نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر مشرکین کے
حملے کا سامنا کیا، انھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم دیا تھا (جنگ شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے) اگر لوگ تمھارا گھیرا
کر لیں تو انھیں تیروں سے ہٹا دو اور جب تک اجازت نہ ملے، حملہ نہ کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکیمانہ حربی منصوبے کا مسلمانوں کے موقف کو مضبوط کرنے اور ان کے دشمنوں کو کمزور کرنے پر بڑا اثر پڑا اور وہ اس طرح کہ جب قریش کا حملہ اپنی شدت پر تھا، اس وقت مسلمانوں کا موقف دفاعی تھا۔ اور مشرکین نے غیظ و غضب کے ساتھ مسلمانوں کی صفوں پر جو پے در پے حملے کیے ان میں انھوں نے ثابت قدم رہ کر مشرکین کو سخت نقصانات پہنچائے، یہاں تک کہ دشمن کی عزیمت اور شجاعت جواب دے گئی۔

مقابلانہ حملہ دشمن کے حملوں کی تیزی کے اختتام اور اس کی فوج کی شجاعت کی کمزوری کے بعد اسلامی فوج کے دستوں کو حکم دیا گیا کہ وہ دشمن پر حملہ کریں، پس مسلمانوں کی صفیں ان مشرکین کی صفوں پر پل پڑیں جنھوں نے پے در پے کئی ناکام حملے کیے تھے اور وہ مسلمانوں کو اپنی جگہ سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے تباہ کن مقابلانہ حملہ کیا اور جنگ کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ جب میدان کارزار گرم ہو گیا اور شہسوار جنگ کی بھٹی میں حملہ کرنے اور بھاگنے لگے، اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں اپنی فوج کی بسالت اور اپنے سالاروں کی شجاعت کو خوف و رجاء کے جذبات سے دیکھ رہے تھے، بخاری نے روایت بیان کی ہے کہ آپ معرکہ کی شدت کے وقت (اپنی کمان کے ہیڈکوارٹر میں اللہ کی طرف متوجہ ہو کر) دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور وعدے کا واسطہ دیتا ہوں اے اللہ! کیا تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری کبھی عبادت نہ ہو، اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ اس وقت ہیڈکوارٹر میں آپؐ کے ساتھ تھے ۔۔۔ اور کہا یا رسول اللہؐ! آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور کافی الحاح کر لیا ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپر میں اونگھ آ گئی، پھر آپ نے بیدار ہو کر فرمایا ابو بکر! خوش ہو جا

تیرے پاس اللہ کی مدد آگئی ہے۔ یہ جبریلؑ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے غبار کی گھاٹیوں پر چلا رہا ہے۔

اور مسلمانوں کے مورال کی تقویت کے لیے فرشتوں نے بھی جنگ میں شرکت کی اور قرآن کریم نے اس آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین۔ وما جعله الله الا بشریٰ لکم ولتطمئن به قلوبکم وما النصر الا من عند الله ان الله عزیز حکیم[1]

معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے جنگ میں شامل نہیں ہوئے وہ صرف مسلمانوں کے دلوں کی تقویت اور ان کے مورال کو بلند کرنے کے لیے آئے تھے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول سے مفہوم ہوتی ہے:۔

وما جعله الله الا بشریٰ لکم ولتطمئن به قلوبکم[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ میں

جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنفسِ نفیس معرکہ میں شامل ہو گئے اور مشرکین کو خوفزدہ کرنے لگے اور انھوں نے سالارِ نبی کو بنفسِ نفیس معرکہ کی شدت میں حصہ لیتے دیکھا اور آپ کے ساتھ آپ کی کمان کا محافظ دستہ اور عام اصحاب بھی اپنے دشمن کی طرف سیلاب کی طرح راستے کی ہر قوت کو تباہ کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہراول میں اپنی زرہ میں دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے:۔

" سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ بل الساعة موعدھم والساعة

---

[1] انفال ۹، ۱۰، ۱۵۲ شوکانی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے جنگ نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے انھیں خوشخبری اور ان کے دلوں کو اطمینان دیا۔

ادھی وا مرّہ "

تباہ کن شکست سخت اور زبردست جنگ کے بعد مشرکین کی غیر منظم صفوں میں اضطراب کی علامات نمایاں ہوگئیں اور مسلمانوں کے سخت حملوں کے سامنے ان کی صفیں مٹی کی ان پرانی دیواروں کی طرح گرنے لگیں جن کی بنیادوں میں پانی داخل ہوجاتا ہے۔ اس طرح جنگ کا انجام قریب آگیا۔ اور قریش کے دلوں میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی، پھر ان کی فوج بھاگنے لگی اور عام شکست ہوگئی اور مسلمان، مشرکین کی پشتوں پر سوار ہوکر انھیں قید اور قتل کرنے لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکشی کے محل کو تباہ ہوتے، اور جاہلیت کی بڑائی کو شکست کی کیچڑ میں لوٹتے دیکھ کر پکارا " چہرے بد شکل ہوگئے "

ابوجہل کی ثابت قدمی اور عناد جب ابوجہل کی فوج کی صفیں درہم برہم ہونے لگیں تو اس نے مکی فوج پر نازل ہونے والی شکست کے سیلاب کے سامنے ڈٹ جانے کا ارادہ کیا اور وہ عناد اور فخر و تکبر سے پکارنے لگا کہ انھیں اچھی طرح پکڑلو۔ لات اور عزیٰ کی قسم! جب تک ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پہاڑوں میں منتشر نہ کردیں ہم واپس نہیں جائیں گے۔ مگر غرور اور اوچھے پن کی یہ آوازیں کہاں مفید ہوسکتی تھیں۔ عام شکست ہونے لگی اور اس کا لرزہ براندام کردینے والا دفروع، متکبر ابوجہل کی آواز کے درمیان اور اس کی اس فوج کے افراد کے کانوں تک پہنچنے کے درمیان حائل ہوگیا جسے تباہ کن شکست نے اِدھر اُدھر منتشر کردیا تھا۔

ابوجہل کا قتل عسکری نقطہ نگاہ سے کسی انصاف پسند کو اس سرکش کی منفرد شجاعت کے اعتراف کے بغیر چارہ نہیں، یہ ان دلیر

سالاروں کی سطح کا آدمی ہے جو موت کی چمک دمک سے خائف نہیں ہوتے اور ابوجہل[1] نے بدر کے روز ثابت کر دیا کہ وہ عناد اور تکبر کی ناطق مثال ہے، وہ اپنی فوج کی تباہ کن شکست کے باوجود بڑے تکبر اور عناد سے یہ کہتے ہوئے لڑتا رہا ؎

"سخت جنگ جو مجھ سے انتقام نہیں لے سکتی۔ میں دو سال کا اونٹ ہوں اور نو عمر ہوں میری ماں نے مجھے اسی طرح جنم دیا تھا"

اور اس کے جنگی بورڈ کے ارکان میں سے جو لوگ اس کے ساتھ ثابت قدم رہے ان میں اس کا بیٹا عکرمہ[2] بھی تھا اور انھوں نے اس کے ارد گرد اس کی حفاظت

---

[1] اس کا نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قرشی تھا اور کفر کا سرخیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کا علمبردار تھا۔ اس نے بدر کے روز اپنے آپ کو شرک کی فوج کا سالار عام بنایا ہوا تھا۔ پس اللہ نے اس کو رسوا کر دیا۔

[2] عکرمہ بھی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین مخالف تھا اور معرکہ اُحد کے لیے مسلمانوں کے خلاف نمایاں کوشش کرنے والوں اور ترغیب دینے والوں میں تھا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو مباح کر دیا اور یہ یمن چلا گیا مگر مکہ واپس آگیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا پھر اسلام لایا اور اس کے بہادروں اور زبردست جانبازوں میں سے بن گیا۔ اس نے جزیرہ کے جنوب میں مرتدین کے خلاف کئی دستوں کی قیادت کی اور حضر موت میں مرتدین کو شکست دی۔ معرکہ یرموک میں شامل ہوا اور اس جانباز دستے کا سالار تھا، جسے معرکہ کے دوران اس وقت تیار کیا گیا جب مسلمانوں کی فوج پر رومی فوج کا دباؤ بڑھ گیا، قریب تھا کہ وہ مسلمانوں کی صفوں کو توڑ دے۔ اس وقت عکرمہ نے پکارا، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر معرکہ میں جنگ کی ہے اور آج بھاگ جاؤں، خدا کی قسم! ایسا نہیں ہو سکتا، پھر اس نے آواز دی، کون موت پر میری بیعت کرتا ہے؟ تو اس کے جھنڈے تلے چار سو آدمی جمع ہو گئے، جن میں سلیمان بن خالد بن ولید بھی تھا، اس نے اس جانباز دستے کو رومی فوج کے گھمسان میں (بقیہ ص۱۷۵ پر)

میں اپنی تلواروں کی باڑ لگا دی اور اپنے نیزوں کا ایک جنگل قائم کر دیا، جن کے ذریعے وہ ہر اس آدمی کو روکتے جو اس تک پہنچنے کی کوشش کرتا..... لیکن آندھی سخت تھی... فتح کی تیز ہواؤں نے تلواروں کی باڑ کو توڑ دیا اور ابوجہل کے اردگرد نیزوں کے مزروعہ جنگل اکھڑ گئے، مسلمانوں کی شجاعت اور جنگی قوت کے آگے یہ نیزے منتشر ہو گئے اور شرک کا محافظ دستہ مسلمانوں کے سخت دباؤ کے آگے اپنے سالار سے الگ ہو گیا، مسلمانوں کے نعرے معرکے کی اطراف میں چھا گئے اور وہ اَحد اَحد دُہرا رہے تھے۔ اور اسلامی تلواریں شرک کے عظیم ستون پر ٹوٹ پڑیں اور زبردست جنگ کے بعد ابوجہل اپنے خون میں لت پت ہو کر قتل ہو گیا۔

ابوجہل کا قاتل

معاذ بن[1] عمرو بن الجموح انصاری نے ابوجہل کو قتل کیا اس نے اسے اس وقت پہچانا جب وہ نیزوں کے اس جنگل کے درمیان کھڑا تھا جو اس کے جنگی بورڈ کے ارکان نے اس کے اردگرد قائم کیا ہوا تھا پس یہ اس کی تاک میں رہا اور جب اس کے اردگرد قائم کیے ہوئے نیزوں کے حلقہ میں فراخی ہوئی تو اسے موقع مل گیا اور یہ باز کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے ایسی تلوار ماری جس سے اس کی نصف ٹانگ کٹ گئی اور وہ خون میں لت پت ہو کر قتل ہو کر گر پڑا[2]۔ مگر اس کے بیٹے عکرمہ نے جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا ابن الجموح پر

(بقیہ صفحہ ۱۷۴) دے مارا اور اسے روک دیا، رومیوں نے اس دستے کو تباہ کر دیا جس میں خود عکرمہ بھی شامل تھا لیکن یہ تباہی فیصلہ کن فتح کی قیمت بن گئی جو اس دستے نے مسلمانوں کو فتح دلوانے کے لیے ادا کی اور یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں پندرھویں سال کو ہوا۔

(حواشی صفحہ ہذا) [1] معاذ بن عمرو بن الجموح بن زید خزرجی انصاری، ان انصار میں شامل ہے جو بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ [2] ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ مجھے ثور بن یزید نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس سے اور عبداللہ بن ابوبکر نے بھی بیان کیا کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے ابوجہل سے ملاقات کی (بقیہ صفحہ ۱۷۶ پر)

حملہ کر دیا اور اس کے ایسی تلوار ماری جس سے اس کا بازو کندھے سے الگ ہوگیا اس کے باوجود وہ دلیر انسان ایک ہی ہاتھ سے لڑتا رہا اور عثمان بن عفان کے زمانے تک زندہ رہا۔

اور ابوجہل کو اس کی قوم چھوڑ کر بھاگ گئی اور اسے میدان میں پچھڑا ہوا چھوڑ گئی اور اس کے پاس سے معاذ بن عفراء کا گزر ہوا تو اس نے اسے نیزہ مارا اور اسے مرتا ہوا چھوڑ دیا اور مشرکین شکست کھا کر صنادید اور شہسواران مکہ سے الگ ہوگئے اور صحرا کی وسعتوں نے ان کا استقبال کیا گویا وہ شکاری کے بھگائے ہوئے ہرن ہیں

ابوجہل کی حماقت اس طرح قریش نے ابوجہل کی حماقت اور رعونت کے پھل چکھے۔ اور انھیں ایسی شکست ہوئی جس کی ان کی طویل

(بقیہ صفحہ ۱۷۵) یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن عمرو بن الجموح بنی سلمہ کا بھائی بیان کرتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کہتے سنا۔۔۔ اس وقت ابوجہل لوگوں کے ہجوم میں تھا۔۔۔ کہ ابوالحکم کے پاس کوئی شخص نہیں جا سکتا۔۔۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب میں نے ان سے یہ بات سنی تو میں نے اس کے پاس جانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور جب اس نے مجھے طاقت دی تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کی نصف پنڈلی اڑا دی، خدا کی قسم! جب وہ اڑی تو میں نے اسے کھجور کی گٹھلی سے تشبیہ دی۔ جو ایسے اڑی جیسے چٹو میں چوٹ لگانے پر اڑتی ہے وہ بیان کرتا ہے۔۔۔۔ اور اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار ماری اور میرا ہاتھ کاٹ دیا اور وہ میرے پہلو کی جلد سے لٹک گیا اور مجھے اس کی وجہ سے جنگ میں مشکل پیش آنے لگی اور میں اکثر دن لڑتا رہا اور اسے اپنے پیچھے گھسیٹتا رہا اور جب اس نے مجھے تکلیف دی تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور اس پر چڑھ کر اسے الگ کر دیا۔ پھر ابوجہل کے پاس سے معوذ بن عفراء گزرا اور اس نے اسے تلوار ماری اور اسے اس حال میں چھوڑ دیا کہ اس کی جان باقی تھی

تاریخ میں کوئی مثال موجود نہیں۔ اسلامی تلواروں کے منتشر کرنے کے بعد مشرکین بھاگ اور میدانِ کارزار میں ستر مقتول، اور مسلمانوں کے رحم و کرم پر ستر قیدی چھوڑ کر، گڑھوں اور وادیوں میں سرگرداں ہو کر اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگنے لگے۔

اسیرانِ بنی ہاشم مکہ سے مجبوراً نکلنے کے بعد، بنی ہاشم کے جن جوانوں نے مسلمانوں کے خلاف معرکہ میں شرکت کی ان میں سے کئی آدمی مسلمانوں کی قید میں آئے، ان قیدیوں کے سردار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب تھے۔ جنگ چھڑنے سے قبل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ آپ کی فوج بنی ہاشم کے ان آدمیوں میں سے جو قریش کے ساتھ آئے ہیں کسی کو قتل نہ کرے۔ آپ نے اس حکم میں فرمایا:۔

"مجھے بنی ہاشم وغیرہ کے آدمیوں کے متعلق معلوم ہے کہ انھیں مجبور کر کے لایا گیا ہے، انھیں ہمارے ساتھ جنگ کی کوئی ضرورت نہیں، پس تم میں سے جو شخص، بنی ہاشم کے کسی آدمی سے ملے تو اسے قتل نہ کرے اور جو شخص ابوالبختری بن ہشام سے ملے تو وہ اسے قتل نہ کرے۔"

باپ بیٹے کی جنگ ابوحذیفہ[1] بن عتبہ بن ربیعہ مسلمانوں کی فوج میں موجود تھا اس نے امرِ نبوی کو سن کر کہا، کیا ہم اپنے آبا، بھائیوں اور خاندان کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں، خدا کی قسم! اگر میں اسے ملا تو اسے تلوار کی

---

[1] ابوحذیفہ کا نام ہیشم ہے اور بعض کے نزدیک ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف ہے۔ آپ سابقون الاولون میں سے ہیں۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ طویل قد اور خوبرو تھے، آپ نے بدر کے روز اپنے باپ عتبہ کو دعوتِ مبارزت دی مگر وہ رک گیا، آپ یمامہ میں مرتدین کے ساتھ جنگ میں شہید ہوئے۔

باڑ پر رکھ لوں گا۔ اور عتبہ بن ربیعہ، ابو حذیفہ کا باپ تھا اور اس کا چچا شیبہ تھا اور اس کا عمزاد ولید، مبارزت میں قتل ہونے والے مشرکین میں سے پہلا شخص تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو حذیفہ کی بات کی اطلاع ملی تو اس وقت حضرت عمر بن الخطاب[1] آپ کے پاس موجود تھے، آپ نے فرمایا اے ابو حفص! کیا وہ رسول اللہؐ کے چچا کے چہرے پر مارے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس کی گردن مارنے دیجیے، خدا کی قسم! یہ منافق ہوگیا ہے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کو کسی قسم کی ایذا رسانی کی اجازت نہ دی اور ابو حذیفہ بھی اپنی جلد بازی پر شرمندہ ہوئے۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ میں نے اس روز جو بات کہی اس سے میں مامون نہیں اور میں ہمیشہ اس سے خائف رہا ہوں۔ مگر میری شہادت اس کا کفارہ دے گی، پس آپ یمامہ کے روز شہید ہوئے۔

غیر مسلم کی نیکی کا اعتراف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ ہوگئے اور مشرکین کی فوج کا کوئی ہاشمی قتل نہ ہوا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عدم قتل کا حکم دیا تھا مگر آپ نے مسلمانوں کو ان کے قید کرنے اور انھیں بیڑیوں میں رکھنے سے نہیں روکا تھا پس وہ سب قید ہوگئے اور قیدیوں کے ساتھ بیڑیوں میں انھیں مدینہ لایا گیا۔۔۔۔ ابوالبختری بن

---

[1] عمر بن الخطاب بن نفیل عدوی قرشی، عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے، تعریف سے بے نیاز ہیں، دوسرے خلیفہ راشد اور لوگوں کے تعارف سے زیادہ مشہور ہیں، ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے اور ہجرت کے تیرھویں سال آپ کی بیعت ہوئی آپ کی سیرت بہت اچھی ہے اور عدل پاکیزگی اور تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ ہیں، ذوالحجہ ۲۳ھ میں قتل ہوئے، آپ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام بدبخت ابولؤلؤ فیروز ایرانی نے، لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے تکبیر کہنے کے بعد، تلوار ماری، ابولؤلؤ مسجد میں تیرہ آدمیوں کو تلوار مارنے کے بعد، جن میں سے چھ آدمی مر گئے، قتل ہوگیا۔

ہشام ہاشمی نہیں تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نیکی کے اعتراف اور مکہ میں ہجرت سے پہلے اسلام کی کس مپرسی کے ایام میں اس کے شریفانہ مواقف کی قدر دانی کرتے ہوئے اس کے قتل سے منع کر دیا اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہیں دی تھی بلکہ وہ مشرکین کے ان دانشوروں میں سے تھا جنھوں نے اس اقتصادی ناکہ بندی کے خاتمہ کے لیے کام کیا جو قریش نے شعب میں بنو ہاشم اور بنو مطلب پر ٹھونس رکھی تھی، ابو البختری ان لوگوں کے ہراول میں تھا جنھوں نے اس ناکہ بندی پر بُرا منایا اور اس کاغذ کو پھاڑنے کے لیے کام کیا جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے کعبہ کے وسط میں لٹکایا ہوا تھا حالانکہ تمام قریشی قبائل نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے اقتصادی اور سوشل بائیکاٹ پر دستخط کیے ہوئے تھے کیونکہ وہ (قبائلی بنیاد پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جیسا کہ اس کتاب کے شروع میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

ابو البختری کا قتل لیکن یہ شریف ابو البختری، باوجودیکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عدم قتل کے احکام صادر کیے ہوئے تھے، جنگ میں قتل ہو گیا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ جنگ میں مجذر[1] بن زیاد البلوی کا اس سے ٹکراؤ ہو گیا اور اس نے اسے کہا ابو البختری! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مجذر بن زیاد بن عمرو بن اخزم البلوی، بلی، قحطانی، قضاعہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے جن کے ڈیرے مدینہ اور وادی القریٰ کے درمیان میں ہیں۔ مجذر احد میں شریک ہوا اور شہید ہو گیا۔ مجذر نے جاہلیت میں سوید ابن صامت کو قتل کیا تھا، اُحد کے روز حرث بن سوید نے مجذر کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کی فوج میں تھا پھر جلد مکہ بھاگ گیا۔ پھر فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجذر کے قصاص میں قتل کر دیا۔

نے ہمیں تیرے قتل سے منع کیا ہے.... اور ابوالبختری کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی تھا اور وہ دونوں برابر لڑ رہے تھے، اس نے کہا میرے ساتھی کا کیا بنے گا؛ مجذر نے اسے وہ حکم بتا دیا جو صرف اس کے متعلق تھا اور اس کے ساتھی کا چھوڑنا ممکن ہی نہ تھا پس ابوالبختری نے زندگی چھوڑ دی اور کہا، تب میں اور وہ دونوں اکٹھے مریں گے پھر لڑتے ہوئے کہنے لگا ؎

"شریف زادی کا بیٹا اپنے ساتھی کو موت تک یا کسی سبیل کے نظر آنے تک ہرگز نہیں چھوڑے گا"

پس مجذر اس سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گیا اور اس نے مسلسل مقابلہ کرنے کے بعد اسے قتل کر دیا۔

معرکہ کا اختتام اور ابوجہل کا سر جب معرکہ ختم ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غنائم کے جمع کرنے کا حکم دیا جو مسلمانوں نے حاصل کی تھیں اور فوج ان کے جمع کرنے میں لگ گئی، اسی طرح آپ نے سرکش ابوجہل کے انجام کی تحقیق کا بھی حکم دیا اور جو لوگ اسے نہیں پہچانتے تھے انھیں بتایا کہ اس کی ایک نمایاں علامت یہ ہے کہ اس کے گھٹنے میں اس زخم کا نشان ہے جو اسے اس جنگ کے بعد لگا تھا جو اس کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوئی تھی جبکہ دونوں مکہ میں چھوٹے بچے تھے پس فوج ابوجہل کی تلاش میں میدانِ کارزار کے اطراف میں پھیل گئی۔

تو ایک مشکل چڑھائی چڑھا ہے "تلاش کرنے والوں کے ساتھ ساتھ عبداللہ[1] بن مسعود نے اچانک شرک کے ستون کو

---

[1] عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی، عبدالرحمٰن کے باپ اور مشہور صحابی ہیں اور علم و دانش اور تقویٰ کے لحاظ سے اکابر صحابہ اور سابقون الاولون میں سے تھے اور مکہ کے باشندے تھے (بقیہ ۱۸۱)

پچھڑے دیکھا اور وہ آخری دموں پر تھا۔ آپ نے اس کا سر کاٹنے کے لیے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا اور اس کے بعد اسکے قریب ہو کر کہا:۔

اے دشمن خدا! کیا خدا نے تجھے رسوا کر دیا ہے؟

ابوجہل نے کہا وہ مجھے ذلیل کیوں کرے گا، کیا تم نے مجھ سے کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے، مجھے بتاؤ آج فتح کسے ہوئی ہے؟

عبداللہ بن مسعود نے کہا، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مؤمنین کو۔

ابوجہل نے ابن مسعود سے کہا... آپ اس وقت اس کا سر کاٹنے کے لیے، اس کے سینے پر بیٹھے ہوئے تھے.... اے بکریوں کے چرواہے! تو ایک مشکل چڑھائی چڑھا ہے.... ابن مسعود مکہ میں بکریوں کے چرواہے تھے۔

اس اُمّت کا فرعون

ابن مسعود نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ابوجہل کا سر رکھنے کے بعد عرض کیا، یہ دشمنِ خدا... ابوجہل بن ہشام کا سر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ابن مسعود نے بھی یہ بات کہی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے مرکش کے سر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

"اے دشمنِ خدا! اس خدا کا شکر ہے جس نے تجھے ذلیل کیا، یہ اس امت کا فرعون تھا"

(بقیہ صفحہ ۱۸۰) آپ نے مکہ میں سب سے پہلے بلند آواز سے قرآن پڑھا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص خادم اور سیکرٹری اور سفر و حضر اور غزوات کے ساتھی تھے اور ہر وقت آپ کے پاس آ، جا سکتے تھے، بہت پست قد تھے۔ بیٹھے ہوئے لوگ بھی آپ کو چھپا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوفہ میں بیت المال کی تنخواہیں دیتے رہے اور حضرت عثمان غؓ کی خلافت میں ساٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

مقتول کنوئیں میں اور اسیر بیڑیوں میں

جب مسلمانوں نے کپڑے اور غنائم جمع کیں اور قیدیوں کو بیڑیوں میں ڈال دیا تو اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالموں کے جثوں کو ایک بے آباد کنوئیں میں پھینک دینے کا حکم دیا جو میدان کارزار کے قریب ہی تھا، اور تمام اسلامی لشکر مشرکین کے جثوں کے گھسیٹنے اور کنوئیں میں پھینک دینے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ بدر کے معرکہ میں کئی شاندار مناظر دیکھنے میں آئے جن میں عقیدے کی قوت اور اصول کی مضبوطی نمایاں ہوئی۔ بیٹے نے اپنے باپ سے اور بھائی نے اپنے بھائی سے جنگ کی، ان لوگوں میں سے ایک ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو کر کنوئیں میں جثوں کے پھینکنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔

نوجوان مومن کا شاندار نمونہ

اسی دوران میں کہ وہ خوش خوش کھڑا تھا، اچانک اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس پر غم و رنج کی بدلی چھا گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے باپ عتبہ بن ربیعہ کے جثے کو کنوئیں میں ڈالنے کے لیے گھسیٹا جا رہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان مومن کے چہرے کو دیکھا اور اسے مخاطب کر کے فرمایا۔

"ابو حذیفہ! شاید تیرے باپ کی حالت کی وجہ سے تجھ پر کچھ اثر ہوا ہے"۔

نوجوان مومن نے جواب دیا... اور غم اس کے دل کے تمام پہلوؤں سے غائب ہو چکا تھا... یا رسول اللہ! خدا کی قسم ایسی بات نہیں، مجھے اپنے باپ اور اس کے قتل ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں لیکن میں اپنے باپ کے حلم و فضل، اور رائے سے واقف ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام سے آگاہ کرتا، جب میں نے اس کی حالت کو دیکھا اور میری خواہش کے بعد اس کا کفر پر مرنا مجھے یاد آیا

تو اس بات نے مجھے غمگین کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بھلائی کی دعا کی اور اس کی تعریف کی .... اور ابو حذیفہ اپنی بات میں سچا تھا اور یہ عتبہ وہی ہے جسے جنگ سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ اونٹ پر سوار دیکھ کر فرمایا تھا

"اگر ان لوگوں میں سے کسی کے اندر بھلائی ہے تو سرخ اونٹ کے سوار میں ہے اگر یہ اس کی اطاعت کریں گے تو راہِ راست پر آجائینگے"

یہ عتبہ وہی ہے جس نے مکی فوج میں بدر کے بارے میں معارضہ کی علمبرداری کی تھی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت کر کے بغیر جنگ کیے مکہ واپس چلے جانے کی اپیل کی تھی، لیکن ابو جہل نے اسے امر واقعہ کے آگے رکھ دیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ابن خطاب کا اپنے ماموں کو قتل کرنا

معرکہ بدر میں، عقیدہ پر ثابت قدمی کی جو شاندار مثالیں سامنے آئیں ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو، جو اس وقت مشرکین کی فوج میں تھا، دعوتِ مبارزت دی۔

قومیّت کا پروپیگنڈہ کرنے والے کہاں ہیں؟

قومیت کا پروپیگنڈہ کرنے والے کہاں ہیں جو جھوٹے طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ خون اور زبان کا تعلق، عقیدے اور دین کے تعلق سے زیادہ قوی ہوتا ہے کیا یہ پہلا ایندھن نہیں جس سے بدر کا فیصلہ کن معرکہ گرم ہوا۔ یہ اقربا کا خون تھا جسے ایک ہی خاندان کی تلواروں نے بہایا۔ کیا ہاشم بن عبد مناف کے بیٹوں حمزہ عبیدہ اور علی نے اپنے بھائیوں شیبہ، عتبہ اور ولید کا خون نہیں بہایا جو عبد شمس بن عبد م

کے بیٹے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ کیا انھوں نے اپنے اقرباء کے بے قیمتی خون، قومیت کی قربانگاہ پر بہائے ہیں یا عقیدے اور دین کے رستے میں بہائے ہیں ۔؟

یہ اصول اور عقائد کی جنگ تھی۔ قومیت اور مفاخرہ کی جنگ نہ تھی جس میں اسلامی فوج نے شوق اور ثابت قدمی سے حصہ لیا یہاں تک کہ اس نے دوسروں سے قبل عربوں کے لیے سب سے بڑی عظمت قائم کر دی جسے دنیا نے آدم سے اس وقت تک دیکھا ہے۔

اور جنگ بدر نے عقیدے پر سچی ثابت قدمی کے شاندار زندہ نمونے قائم کیے ہیں، اس جنگ میں اسلام نے دور ترین لوگوں کے درمیان مواخات قائم کی ہے اور کفر نے سگے بھائیوں اور قریبیوں کے درمیان دوری پیدا کر دی ہے۔

اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دو

معرکہ بدر کے خاتمہ کے بعد مشہور صحابی مصعب[1] بن عمیر اپنے بھائی ابو عزیز[2] بن عمیر کے پاس سے گزرے جس نے مسلمانوں کے خلاف اس معرکہ میں حصہ لیا تھا تو دیکھا

---

[1] مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں، آپ اس وقت کے قدیم الاسلام ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تھے آپ نوجوان تھے اور اپنی ماں اور قوم کے خوف کے باعث اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے جب آپ کے گھر والوں کو آپ کے اسلام کا علم ہوا تو انھوں نے آپ کو باندھ دیا اور آپ ہمیشہ محبوس رہے یہاں تک کہ آپ مہاجرین حبشہ کے ساتھ بھاگ گئے آپ نے دو ہجرتیں کیں، بدر و اُحد میں شامل ہوئے اور آپ مسلمانوں کے علمبردار تھے۔ معرکہ اُحد میں شہید ہوئے۔

[2] آپ کا نام زرارہ ہے آپ کے اسلام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو عمر بن عبد البر کا قول ہے کہ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اور آپ سے سماع کیا ہے اور دار قطنی کہتا ہے کہ یہ اُحد کے روز کافر ہونے کی حالت میں قتل ہوا۔

کہ ایک انصاری اس کے ہاتھ میں کڑی لگا رہا ہے، مصعب نے انصاری سے کہا۔ اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھو، اس کی ماں سرمایہ دار ہے شاید وہ فدیہ دے کر اسے چھڑا لے۔ ابوعزیز نے اپنے بھائی مصعب سے کہا، کیا میرے متعلق تیری یہی وصیت ہے؛ مصعب نے جواب دیا کہ میں نے تجھے چھوڑ کر اس انصاری کو بھائی بنا لیا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کنوئیں والوں سے کیا کہا

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ بدر کے روز مشرکین کے جثوں کو کنوئیں میں ڈالنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔

"اے کنوئیں والو! کیا تم نے اس وعدے کو درست پایا ہے جو تم سے تمھارے رب نے کیا تھا۔ میں نے تو اس وعدے کو درست پایا ہے جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا۔"

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

"اے کنوئیں والو! تم نبی کے کیا ہی بُرے رشتہ دار ہو، تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی اور تم نے مجھے نکالا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی اور تم نے مجھ سے جنگ کی اور لوگوں نے میری مدد کی۔"

آپ کے اصحاب نے عرض کی، کیا آپ مردہ لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "انھیں معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے ساتھ ان کے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے انھیں جو بات کہی ہے وہ انھوں نے سن لی ہے۔

فصل پنجم

* معرکہ کا متروکہ سامان
* فریقین کے مقتولوں کی تعداد اور ان کے نام
* مشرکین کے اسیروں کی تعداد اور ان کے نام
* بدری صحابہ کی تعداد اور ان کے نام
* معرکہ کے متعلق قرآن کریم کا بیان

جس معرکہ بدر میں مسلمانوں نے شمولیت کی، وہ اختتام پذیر ہوگیا حالانکہ وہ اس کے لیے تیار بھی نہیں تھے.... اس میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی اور ان کے دشمنوں کو تباہ کن شکست ہوئی اور انھیں اس معرکہ میں ستر مقتولوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا، جن میں ان کے بیس سے زیادہ زعماء اور قائدین شامل تھے اسی طرح ستر جانباز بھی مسلمانوں کی قید میں آئے، جن میں ان کے بہت سے زعماء اور قائدین شامل تھے۔

معرکہ میں فریقین کے مقتولین

مسلمانوں کو معرکہ بدر میں چودہ آدمیوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ مہاجرین کے شہداء کے نام یہ ہیں:۔

(الف) بنی مطلب بن عبد مناف سے ایک آدمی عبیدہ[1] بن حارث بن مطلب شہید ہو

[1] عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف، ابوالحارث جاہلیت اور اسلام میں قریش کے شہسواروں اور بہادروں میں سے تھے مکہ میں پیدا ہوئے۔ دار ارقم میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (بقیہ ص ۱۸۷ پر)

مبارزت کے دوران عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف نے آپ کی ٹانگ کاٹ دی اور فوج نے زخمی ہونے کی حالت میں آپ کو اٹھا لیا یہاں تک کہ آپ وادی صفراء میں فوت ہو گئے۔ فوج اس وقت مدینہ آتے ہوئے راستے ہی میں تھی۔

(ب) بنی زہرہ بن کلاب میں سے دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ عمیر بن[1] ابی وقاص، جو سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں۔

۲۔ ذوالشمالین[2] بن عبد عمرو بن نضلۃ الخزاعی (ان کے حلیف تھے)

(ج) بنی عدی بن کعب بن لؤی سے دو آدمی شہید ہوئے۔

(بقیہ صفحہ ۱۸۶) داخلہ سے پہلے مسلمان ہوئے آپ دوسرے بدری تھے جن کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں جھنڈا باندھا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضور علیہ السلام نے آپ کو ہجرت کے پہلے سال ساٹھ سواروں کے جاسوس گشتی دستہ کے ساتھ بھیجا، یہ وہ دستہ ہے جو ابوسفیان کو ثنیۃ المرۃ میں ملا تھا۔ اور ابوسفیان کے ساتھ دو سو سے زائد سوار تھے۔

(حواشی صفحہ ہذا) [1] عمیر بن ابی وقاص بن ابی اہیب الزہیری، آپ کو عمرو بن عبدود عامری نے قتل کیا جسے خندق کے روز حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کا معائنہ کیا تو آپ نے عمیر کو اس کی خوردسالی کی وجہ سے واپس کر دیا اور جنگ میں شمولیت کی اجازت نہ دی۔ پس عمیر اس تکلیف کی وجہ سے رو پڑا جو اسے اس بات کی وجہ سے پہنچی کہ آپ نے اسے معرکہ میں شمولیت سے روک دیا ہے اس کیفیت کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنگ کی اجازت دیدی اور آپ شہید ہو گئے۔

[2] ذوالشمالین قبیلہ خزاعہ سے تھے۔ پھر ہذیل کے ان عدنانیوں میں سے تھے جن کی منازل اس وقت وادی فاطمہ میں پڑتی ہیں اور رجوت۔ قنفذہ کے قریب ہے اور رداک سمندر اور ضیم کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اور یہ عبد عمرو وہ ذوالیدین ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دو رکعت پر سلام پھیرنے پر کہا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز چھوٹی ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔

۱۔ عاقل[۱] بن بکیر، ان کے حلیف تھے اور بنی سعد بن لیث بن عبد مناة بن کنانہ میں سے تھے۔

۲۔ مہجع[۲] حضرت عمر بن خطابؓ کے غلام تھے۔

(د) بنی حارث بن فہر سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ صفوان بن بیضاء۔

انصار کے شہداء کی تعداد اور ان کے نام

انصار کے شہداء کے نام یہ ہیں:۔

(الف) بنی عمر بن عوف (خزرج کا ایک بطن ہے) میں سے دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ سعد بن خیثمہ[۳]

---

[۱] عاقل نے تکلیف کے دنوں میں سب سے پہلے دار ارقم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں۔ آپ کا نام غافل تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عاقل رکھا۔ عاقل کا نسب عبد مناة بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ کی طرف لوٹتا ہے۔

[۲] ابن حجر اصابہ میں بیان کرتے ہیں مہجع مکی حضرت عمر بن الخطاب کے غلام تھے ابن ہشام کا بیان ہے ان کا اصل عک ہے یہ قیدی ہو گئے تو حضرت عمر بن خطاب نے ان پر احسان کر کے انہیں آزاد کر دیا آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں اور معرکہ بدر کے پہلے شہید ہیں۔ اور حضرت ابن عباس سے روایت بیان کی گئی ہے کہ مہجع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:۔ "ولا تطرد الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی"

[۳] سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک خزرجی، آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں اور بیعت عقبہ کے بارہ نقیبوں میں سے ایک ہیں۔ سعد اور ان کے باپ خیثمہ نے جنگ بدر کے بارے میں قرعہ ڈالا پس سعد کا نام نکلا اس وقت آپ نوجوان تھے، آپ کے باپ نے کہا مجھے اجازت دو کہ میں بدر میں جاؤں سعد نے باپ کو جواب دیا اے میرے باپ اگر جنت کے سوا کوئی اور بات ہوتی تو میں (بقیہ صفحہ ۱۸۹ پر)

۲۔ مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر[۱]

(ب) بنی حارث بن خزرج (خزرج کا ایک بطن ہے) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ یزید بن حارث، جسے ابن فسحم بھی کہا جاتا ہے[۲]

(ج) بنی سلمہ (خزرج کا ایک بطن ہے) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ عمیر بن الحمام[۳]

(د) اور بنی حبیب (خزرج کا ایک بطن ہے) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ رافع بن المعلّٰی۔

(بقیہ صفحہ ۱۸۸) ایسا ضرور کرتا پس سعد گئے اور بدر میں شہید ہو گئے۔ اس موقع پر مسلم نوجوانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اسلام کیسے کیسے نوجوانوں پر بھروسہ کرتا تھا اور جو شخص سعد بن خیثمہ جیسے مسلم نوجوانوں کی تاریخ پر گہری نظر ڈالے گا اسے وہ راز معلوم ہو جائے گا جس نے اُس دور میں دو عظیم سلطنتوں کو بیس سال سے بھی کم عرصے میں ان بدوؤں کے ہاتھوں تباہ کروا دیا جو غاروں اور وادیوں کے نشیب سے برہنہ پا برہنہ بدنوں کی مانند چل پڑے تھے۔

(حواشی صفحہ ہذا) ۱؎ مبشر بن المنذر بن زنبر خزرجی انصاری مشہور صحابی ابولبابہ کے بھائی تھے جنھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر جاتے ہوئے راستے میں ہی الروحا سے واپس کر دیا تھا اور اپنی غیر حاضری کے دوران انھیں مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا۔

۲؎ یزید بن حارث (یا حرث) بن قیس بن مالک انصاری خزرجی جو ابن فسحم کے نام سے مشہور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اور عمرو کے درمیان مواخات کرائی تھی جو ذوالشمالین کے نام سے مشہور ہے۔

۳؎ عمیر بن الحمام بن الجموح بن زید بن حرام خزرجی انصاری، یہ وہی شخص ہے جس نے صف میں کھڑے ہو کر کھجوریں پھینک دیں تھیں جنھیں وہ کھا رہا تھا اور اس نے مشرکین میں گھس کر ان سے جنگ کی اور یہ کہنے کے بعد قتل ہو گیا تھا کہ میرے اور جنت کے درمیان یہی بات رہ گئی ہے کہ یہ مجھے قتل کر دیں۔

(ہ) اور بنی نجار سے (اوس کا ایک بطن ہے) ایک آدمی شہید ہوا۔

۱۔ حارثہ بن سراقہ بن حارث

(و) اور بنی غنم (اوس کا ایک بطن ہے) سے دو آدمی شہید ہوئے۔

۱۔ عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد

۲۔ اور اس کا بھائی معوذ بن حارث ... یہ دونوں بھائی عفراء کے بیٹے تھے۔

مشرکین کے مقتولین کی تعداد اور ان کے نام

معرکہ بدر میں مشرکین کو ستر مقتولین کا نقصان برداشت کرنا پڑا اور وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس .... اسے عبیدہ بن عبد المطلب نے زخم لگایا تھا

۲۔ شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس .... اسے عبیدہ بن حارث نے زخم لگایا اور علی بن ابی طالب اور حمزہ بن عبد المطلب نے اسے مار دیا۔

۳۔ ولید بن عتبہ .... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۴۔ حنظلہ بن ابو سفیان بن حرب .... اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ نے قتل کیا۔

۵۔ عارث بن حضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف) کو نعمان بن عصر نے قتل کیا۔

۶۔ عامر بن حضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف) کو عمار[1] بن یاسر نے قتل کیا۔

---

[1] عمار بن یاسر بن مالک بن کنانہ بن قیس العنسی الیمانی ابو الیقظان (بنو مخزوم کا حلیف) ان کی والدہ سمیہ ان کی لونڈی تھی، عمار اور ان کا باپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں، انھیں مکہ میں خدا کی راہ میں بڑی تکالیف دی گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے آلِ یاسر! صبر کرو، تمھارا ٹھکانہ جنت ہے۔ آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور تمام معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ پھر آپ خالد بن ولید کی فوج میں معرکہ یمامہ میں شامل ہوئے جس میں آپ کا کان (بقیہ صفحہ ۱۹۱ پر)

۷۔ عمیر بن ابی عمیر

۸۔ اور اس عمیر کا بیٹا اور بنی عبد شمس کے دو غلام

۹۔ عبیدہ بن سعید بن العاص .... اسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کیا۔

۱۰۔ عاص بن سعید بن العاص .... اسے حضرت علی نے قتل کیا۔

۱۱۔ عقبہ بن ابی معیط .... اسے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے ایک مکان میں جسے عرق الظبیہ کہا جاتا ہے، باندھ کر قتل کیا، یہ واقعہ اسلامی فوج کی مدینہ کی طرف واپسی کے دوران ہوا۔

۱۲۔ عامر بن عبداللہ النمری (ان کا حلیف تھا) .... اسے حضرت علی بن ابیطالب نے قتل کیا۔

ب) اور بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ حارث بن عامر بن نوفل .... اسے خبیب بن اساف نے قتل کیا۔

۲۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل .... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

ج) اور بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے سات آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ زمعہ بن اسود بن مطلب .... اسے ثابت بن جذع نے قتل کیا، کہتے ہیں کہ اس کے قتل میں علی بن ابی طالب اور حمزہ بن عبدالمطلب بھی شریک تھے۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۰) کٹ گیا، پھر حضرت عمر نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، آپ مکہ میں اظہار اسلام کرنے والے سات آدمیوں میں سے پہلے آدمی ہیں جیسا کہ ابن ماجہ نے بیان کیا ہے آپ کے متعلق متواتر احادیث میں ہے کہ آپ کو باغی گروہ قتل کرے گا آپ صفین میں حضرت علی کی فوج میں قتل ہوئے آپ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان کے متعلق فتنہ پیدا کیا اور مالک بن اشتر نخعی کے ساتھ یوم الدار کو آپ کے محاصرہ میں شریک ہوئے یہاں تک کہ مجرموں نے آپ کو قتل کر دیا اس قتل سے وہ اندھا فتنہ پیدا ہوا جس کی تاریکی میں آج تک مسلمان ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور انتشار کا شکار ہیں۔

۲۔ ابوالبختری بن ہشام (اس کا نام عاص بن ہشام بن حارث ہے) اسے مجذر ابن زیاد البلوی نے قتل کیا۔

۳۔ حارث بن زمعہ ۔۔۔۔ اسے عمار بن یاسر نے قتل کیا۔

۴۔ نوفل بن خویلد بن اسد کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا، یہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کا بھائی تھا اور قریش کے شیاطین میں سے تھا۔

۵۔ عقیل بن اسود بن مطلب ۔۔۔۔ اسے حضرت حمزہ اور حضرت علی نے قتل کیا۔

۶۔ عقبہ بن زید (ایک یمنی آدمی تھا اور بنی اسد کا حلیف تھا)

۷۔ اور ان کا غلام جس کا نام عمیر تھا۔

(د) اور بنی عبدالدار بن قصی سے چار آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ ۔۔۔۔ نضر جنگ میں قید ہو گیا (یہ مشرکین کا علمبردار تھا) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے باندھ کر قتل کیا جائے قتل کے حکم کا نفاذ حضرت علی بن ابی طالب نے اثیل مقام پر کیا جو وادی صفراء میں واقع ہے۔ نضر، قریش کے شیاطین میں سے تھا اور جنگ کے بڑے مجرموں میں سے تھا اور مسلمانوں کو بہت ایذا دیا کرتا تھا۔

۲۔ زید بن ملیص، عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کا غلام تھا ۔۔۔ اسے بلال[1] نے

---

[1] بلال بن رباح حبشی، مشہور مؤذن ہیں اور بلال بن حمامہ کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں (حمامہ ان کی ماں تھیں) حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو مشرکین مکہ کے عذاب شدید سے بچانے کے لیے خریدا۔ پھر انھیں آزاد کر دیا۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اذان دیتے تھے، آپ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک ہوئے۔ آپ نے ان کے اور مشہور سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے درمیان مواخات کروائی، آپ جزیرہ عرب سے باہر بھی اسلامی فوجوں کے ساتھ مسلسل جہاد کرتے رہے اور شام کی فتوحات میں بھی مجاہدانہ طور پر شامل ہوئے اور وہیں فوت ہوئے۔ حضرت بلال کے مناقب (بقیہ ص ۱۹۳)

رباح نے قتل کیا جو ان دونوں حضرت ابوبکر صدیق کے غلام تھے۔

۳۔ نبیہ بن زید بن ملیص، بنی مازن سے اور پھر بنی تمیم سے (ان کا حلیف تھا)

۴۔ عبید بن سلیط، قیس سے (ان کا حلیف تھا)

(۵) اور بنی تمیم بن مرہ سے چار آدمی قتل ہوئے

۱۔ مالک بن عبیداللہ بن عثمان (یہ طلحہ بن عبیداللہ کا بھائی ہے) قید ہوا اور قید ہی میں مرگیا اور اسے مقتولوں میں شمار کیا گیا۔

۲۔ عمرو بن عبداللہ بن جدعان

۳۔ عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ۔۔۔۔ اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا۔

۴۔ عثمان بن مالک بن عبیداللہ ۔۔۔ اسے صہیبؓ[۱] بن سنان نے قتل کیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۲) ہیں آپ اولین مؤمنین میں سے مشرکین کے عذاب کو برداشت کرنے والوں میں سے ہیں۔ امیہ بن خلف دوپہر کے گرم ہو جانے پر آپ کو نکال کر سخت گرمی میں کہ میں کنکریوں اور ریت پر پشت کے بل لٹا دیتا پھر بڑی چٹان کو آپ کے سینے پر رکھنے کا حکم دیتا پھر کہتا جب تک تو مر نہ جائے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار نہ کرے اسی حالت میں رہے گا اس خوفناک عذاب کے مقابلہ میں بلال صرف اَحد اَحد کہہ دیتے۔ حضرت ابوبکر آپ کے پاس سے گزرے تو آپ نے ایک سیاہ غلام کے بدلے آپ کو اس سے خرید لیا۔ اصحاب حدیث نے آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوالیس احادیث روایت کی ہیں آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں ۲۰ھ کو طاعون سے وفات پائی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] صہیب بن سنان بن مالک مشہور جلیل القدر صحابی ہیں، جنھیں صہیب رومی بھی کہا جاتا ہے آپ کے نسب کے متعلق نسابوں نے اختلاف کیا ہے، بعض آپ کو بنی قاسط میں سے نمری قرار دیتے ہیں۔ رومیوں نے آپ کو خورد سالی میں قید کر لیا کیونکہ آپ کے اہل ایرانیوں کی جانب سے عراق میں دجلہ کے پانیوں پر مقیم تھے۔ صہیب نے رومی علاقے میں نشوونما پائی اور رکنت والے ہو گئے پھر کلب قبیلہ کے ایک آدمی نے آپ کو خریدا اور مکہ میں فروخت کر دیا پس عبداللہ بن جدعان تیمی نے آپ کو خرید لیا بقیہ ص ۱۹۴ پر)

(۹) اور بنی مخزوم (خالد بن ولید کا قبیلہ) میں سے چوبیس آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ مکی فوج کا سالار عام ابوجہل بن ہشام جس کا اصل نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ ابن عمرو بن مخزوم تھا، اسے معاذ بن عمرو بن الجموح نے تلوار کی ضرب سے اپاہج کر دیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی، پھر معاذ بن عفراء نے تلوار مار کر اس کو چھید دیا پھر عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر کاٹ کر اسے مار دیا۔

۲۔ عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم .... اسے حضرت عمر نے قتل کیا (یہ آپ کا ماموں تھا)

۳۔ یزید بن عبداللہ (ان کا حلیف تھا) اور بنی تمیم میں سے تھا اسے حضرت عمار ابن یاسر نے قتل کیا۔

۴۔ ابو مسافع اشعری (ان کا حلیف تھا)، اسے حضرت ابودجانہ نے قتل کیا۔

۵۔ حرملہ بن عمرو (ان کا حلیف تھا) اسد قبیلے سے تھا، اسے خارجہ بن زید نے قتل کیا۔

۶۔ مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ .... اسے حضرت علی نے قتل کیا۔

۷۔ ابو قیس بن ولید بن مغیرہ (خالد بن ولید کا بھائی) اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۳) آزاد کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ رومی الاصل ہیں، آپ روم کے علاقے سے بھاگ کر مکہ آگئے۔ اور ابن جدعان کے حلیف بن گئے ہیں یہ بات آپ کو رومی الاصل کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ آپ سخت سرخ و سفید رنگ کے تھے اور یہ اکثر رومیوں کی صفت ہے۔ آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے اور ان کمزوروں میں شامل تھے جنہیں راہِ خدا میں عذاب دیا جاتا تھا آپ نے امیرالمومنین علی کے ساتھ ہجرت کی اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی آپ ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ جب حضرت عمر فوت ہوئے، آپ نے وصیت کی کہ صہیب ان کی نماز جنازہ پڑھائیں، صہیب ستر سال کی عمر میں ۳۸ھ کو فوت ہوئے۔

۸۔ ابوقیس بن الفاکہہ بن مغیرہ .... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۹۔ رفاعہ بن عابد بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم .... اسے سعد بن ربیع نے قتل کیا۔

۱۰۔ المنذر بن ابی رفاعہ بن عابد .... اسے معن بن عدی بن الجد بن العجلان نے قتل کیا۔

۱۱۔ السائب بن ابی السائب بن عابد .... اسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کیا۔ اور ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ اس السائب نے اسلام قبول کرلیا تھا (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۷۱۱)

۱۲۔ اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم .... اسے حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

۱۳۔ حاجب بن السائب بن عویمر بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم .... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۱۴۔ عویمر بن السائب بن عویمر .... اسے نعمان بن مالک قوقلی نے مبارزت میں قتل کیا۔

۱۵۔ عمرو بن سفیان (ان کا حلیف تھا، طی قبیلے سے تھا) .... اسے یزید بن رقیش نے قتل کیا۔

۱۶۔ جابر بن سفیان (ان کا حلیف تھا، طی قبیلے سے تھا) .... اسے جابر ابوبردہ ابن نیار نے قتل کیا۔

۱۷۔ عبداللہ بن المنذر بن ابی رفاعہ .... اسے حضرت علی بن ابیطالب نے قتل کیا۔

۱۸۔ حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ .... اسے سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔

۱۹۔ ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ .... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

۲۰۔ زہیر بن ابی رفاعہ.... اسے ابو اسید، مالک بن ربیعہ نے قتل کیا۔

۲۱۔ السائب بن ابی رفاعہ.... اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا۔

۲۲۔ عائذ بن السائب بن عویمر.... اسے حمزہ بن عبدالمطلب نے جنگ میں زخمی کیا پھر یہ قید ہوگیا پھر اس نے فدیہ دیا پھر اس زخم کے اثر سے فوت ہوگیا۔

۲۳۔ طی کا ایک آدمی جس کا نام عمیر تھا (طی سے ان کا حلیف تھا)

۲۴۔ ایک اور آدمی جس کا نام خیار تھا (قارہ سے ان کا حلیف تھا)

(ذ) اور بنی سہم بن عمرو (عمرو بن العاص کا قبیلہ) سے سات آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ منبہ بن حجاج بن حذیفہ بن سعد بن سہم.... اسے ابوالیسر، بنی سلمہ کے بھائی نے قتل کیا۔

۲۔ اس کا بیٹا عاص بن منبہ بن حجاج.... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

۳۔ اس کا بھائی منبہ بن حجاج.... اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور سعد بن ابی وقاص نے مل کر قتل کیا۔

۴۔ ابوالعاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم.... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نعمان بن مالک قوقلی نے اور بعض کہتے ہیں کہ ابو دجانہ نے اسے قتل کیا تھا۔

۵۔ عاصم بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم.... اسے ابوالیسر، بنی سلمہ کے بھائی نے قتل کیا۔

۶۔ حارث بن منبہ بن حجاج.... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

۷۔ عامر بن عوف بن ضبیرہ، عاصم بن ضبیرہ کا بھائی.... اسے عبداللہ بن سلمہ العجلانی نے قتل کیا، بعض کہتے ہیں کہ ابو دجانہ نے قتل کیا ہے۔

(ح) اور عامر بن لؤی سے دو آدمی قتل ہوئے

۱۔ معاویہ بن عامر (بنی عبدالقیس سے ان کا حلیف تھا) ابن ہشام کے قول کے مطابق اسے عکاشہ بن محصن[1] نے قتل کیا۔

۲۔ معبد بن وہب (بنی کلب بن عوف سے ان کا حلیف تھا) اسے بکیر کے بیٹوں خالد اور ایاس نے قتل کیا۔

(ط) اور بنی جمح بن عمرو بن ہصیص سے چار آدمی قتل ہوئے۔

۱۔ امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح .... اسے بنی مازن کے ایک انصاری جوان نے قتل کیا۔

۲۔ اس کا بیٹا علی بن امیہ بن خلف .... اسے عمار بن یاسر نے قتل کیا۔

۳۔ اوس بن معیر بن لوذان بن سعد بن جمح .... اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے حصین بن حارث اور عثمان بن مظعون نے قتل کیا۔

۴۔ سبرۃ بن مالک (ان کا حلیف تھا) اس کا قاتل معلوم نہیں ہو سکا۔

---

[1] عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس، بنی اسد بن خزیمہ سے ہیں۔ بنی عبد شمس کے حلیف اور اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں آپ ہی کی ہمیشہ یہ مثال بیان کی جاتی ہے کہ سبقک بھا عکاشۃ۔ یہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی جب آپ نے فرمایا کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ عکاشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کرے، آپ نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ دوسرے آدمی نے اٹھ کر یہی بات کہی تو آپ نے اسے فرمایا سبقک بھا عکاشۃ، یعنی عکاشہ اس بات میں تجھ سے سبقت لے گیا ہے پس یہ کسی معاملے میں سبقت کرنے کے متعلق ضرب المثل بن گئی۔ جنگِ ارتداد میں عکاشہ شہید ہوئے آپ کو طلیحہ بن خویلد اسدی نے قتل کیا۔

مشرکین کے اسیر اور ان کے نام

جنگ بدر کے روز، مشرکین کے جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے وہ بھی ستر تھے جن کے نام درج ذیل ہیں:-

(الف) بنی ہاشم سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ عباس بن عبدالمطلب[1]

۲۔ عقیل بن ابی طالب[2]۔ حضرت علی بن ابی طالب کے بھائی۔

---

[1] عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کا فدیہ دیا اور مکہ واپس آگئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اسلام لائے اور اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا آپ مشرکین کے جاسوس مقرر تھے اور مکہ سے ان کی خبریں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجتے تھے۔ فتح مکہ سے دو سال قبل آپ نے ہجرت کی اور فتح مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوئے اور معرکہ حنین میں بھی شامل ہوئے اور آپ معرکہ کے آغاز میں ہونے والی شکست میں ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں سے تھے جب آپ نے شکست خوردہ لوگوں کو ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی تو اس میں آپ کی بلند آوازی کو بڑا دخل تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، جس نے عباس کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی اصل ہوتا ہے۔ عباس طویل اور جمیل آدمی تھے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

[2] عقیل بن ابی طالب، امیرالمومنین علی کے بھائی تھے۔ فتح کے سال تک آپ اسلام میں مؤخر رہے۔ حنین میں شامل ہوئے اور ثابت قدم لوگوں میں سے تھے اور معرکہ موتہ (اردن) میں بھی شامل ہوئے، آپ قریش کے انساب اور ان کے مناقب و مثالب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے بڑے ذہین اور مسکت جواب دینے میں مشہور تھے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کے اختلاف کے زمانے میں اپنے بھائی کو چھوڑ کر حضرت معاویہ سے جا ملے اور صفین میں معاویہ کے ساتھ شامل ہوئے، بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ صفین کے ایام میں (بقیہ صفحہ ۱۹۹ پر)

۳۔ نوفل بن حارث بن مطلب[1]

۴۔ ایک آدمی جس کا نام عتبہ تھا اور ان کا حلیف تھا۔

(ب) اور بنی المطلب بن عبد مناف سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ السائب بن عبید بن عبد یزید[2]

۲۔ نعمان بن عمرو بن علقمہ بن المطلب

۳۔ عقیل بن عمرو (ان کا حلیف تھا)

۴۔ اس کا بھائی تمیم (ان کا حلیف تھا)

۵۔ تمیم کا بیٹا، جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا (وہ بھی ان کا حلیف تھا)

(ج) اور بنی عبد شمس بن عبد مناف سے نو آدمی قید ہوئے۔

۱۔ عمرو بن ابی سفیان بن حرب

۲۔ حارث بن ابی وجرہ

(بقیہ صفحہ ۱۹۶) ایک روز حضرت معاویہ نے عقیل سے کہا، آج تو ہمارے ساتھ ہے، آپ نے فوراً جواب دیا، میں بدر میں بھی تمہارے ساتھ تھا۔ آپ نے ایک حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جسے نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات یزید کی خلافت کے اوائل میں ہوئی۔

(حواشی صفحہ ہذا) [1] نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمزاد تھے ان کے چچا عباس نے ان کا فدیہ دیا اور قید سے رہا ہوئے آپ نیزوں کا کاروبار کرتے تھے، نوفل اسلام لائے اور آپ بنی ہاشم کے سب سے عمر رسیدہ مسلمان تھے آپ کی وفات ابن خطاب کی خلافت کے دوسرے سال ہوئی اور حضرت عمر آپ کے جنازہ میں گئے [2] السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف۔ امام شافعی کے دادا ہیں، بدر کے روز السائب، مشرکین کے ساتھ بنی ہاشم کے علمبردار تھے، انھوں نے خود اپنا فدیہ دے کر قید سے رہائی حاصل کی پھر بہت اچھی طرح اسلام لائے۔

۳۔ ابوالعاص بن الربیع[1]

۴۔ ابوالعاص بن نوفل بن عبد شمس

۵۔ ابو ریشہ بن عمرو (ان کا حلیف تھا)

۶۔ عمرو بن الازرق (ان کا حلیف تھا)

۷۔ عقبہ بن عبد الحارث بن الحضرمی (ان کا حلیف تھا)

۸۔ خالد بن اسید بن ابی العیص[2]

---

[1] ابوالعاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف، آپ کا نام لقیط تھا اور بعض کے نزدیک یاسر تھا۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب سے شادی کی جبکہ دونوں مشرک تھے آپ شریف اور امانتدار مشہور تھے یہاں تک کہ آپ کو امین کا لقب دیا گیا تھا اسی وجہ سے قریش اپنے اموال کو آپ کے پاس امانت رکھتے تھے اور آپ سرمایہ دار قریشیوں کے بہت سے اموال سے مضاربت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ شام سے اہل مکہ کی بہت سی تجارت کے ساتھ واپس آرہے تھے تو بعض صحابہ نے آپ سے الجھنا چاہا اور آپ کے پاس جو اموال تھے انھیں دشمن کے اموال خیال کر کے ان پر قبضہ کرنا چاہا تو آپ کی بیوی نے اعلان کر دیا کہ وہ اسے پناہ دیتی ہے اس طرح وہ مامون ہو گئے۔ پھر بعض صحابہ بغیر ہتھیاروں کے ان کے پاس گئے اور انھیں کہنے لگے کیا آپ اسلام لا سکتے ہیں؟ تو آپ کے پاس مشرکین مکہ کے جو اموال ہیں ان کی وجہ سے غمگین ہو گئے۔ آپ نے کہا تم نے مجھے بہت بری بات کا حکم دیا ہے کہ میں اپنے دین کو دھوکے بازی سے ملوث کردوں پھر آپ اہل مکہ کی تجارت کے ساتھ چلتے چلتے مکہ پہنچ گئے اور ہر حقدار کو اس کا حق دیا پھر اہل مکہ کو پکار کر کہا "اے اہل مکہ! کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے؟" انھوں نے جواب دیا ہاں تو آپ نے اسی وقت اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بیوی زینب کو نئے نکاح کے ساتھ واپس کر دیا، ابوالعاص کی وفات ۱۲ھ کو ہوئی [2] خالد بن اسید ابن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس، یہ عتاب بن اسید کے بھائی ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے بعد مکہ کا امیر مقرر کیا تھا فتح مکہ کے روز اسلام لائے آپکے بھائی عتاب نے آپ کو مرتدین سے جنگ کرنے والی فوج کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔

۹۔ ابوالعریض، یسار (عاص بن امیہ کا غلام)

(د) اور بنی نوفل بن عبد مناف سے چار آدمی قید ہوئے

۱۔ عدی بن خیار بن عدی بن نوفل

۲۔ عثمان بن عبد شمس، غزوان بن جابر کا بھتیجا (اور بنی مازن بن منصور میں سے ان کا حلیف)

۳۔ ابوثور (ان کا حلیف)

۴۔ نبہان (ان کا غلام)

(ھ) اور بنی عبد الدار بن قصی سے تین آدمی قید ہوئے

۱۔ ابوعزیز بن عمیر بن ہاشم (مصعب بن عمیر کا بھائی)

۲۔ اسود بن عامر (ان کا حلیف)

۳۔ عقیل (یمن کا ایک آدمی) جو ان کا حلیف تھا۔

(و) بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ السائب بن ابی جیش بن المطلب بن اسد

۲۔ حویرث بن عباد بن عثمان بن اسد

۳۔ سالم بن شمارخ (ان کا حلیف)

۴۔ عبداللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث

(ز) اور بنی مخزوم بن یقظہ سے دس آدمی قید ہوئے

۱۔ خالد بن ہشام بن مغیرہ

۲۔ امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ

۳۔ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ

۴۔ ابوالمنذر بن ابی رفاعہ

۵۔ ابو عطاء عبداللہ بن ابی السائب

۶۔ المطلب بن حنطب بن الحارث

۷۔ خالد بن الاعلم (ان کا حلیف) یہ پہلا شخص تھا جو معرکہ سے شکست کھا کر بھاگا حالانکہ یہ اس مشہور شعر کا کہنے والا ہے جو ثابت قدمی میں ضرب المثل کے طور پر بیان ہوتا ہے ؎ "ہمارے زخم ہماری ایڑیوں پر خون نہیں بہاتے بلکہ خون ہمارے قدموں پر ٹپکتا ہے"۔

۸۔ الولید بن الولید بن المغیرہ (خالد بن ولید کا بھائی)

۹۔ صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد

۱۰۔ قیس بن السائب

(ح) اور بنی سہم بن عمرو بن مصیص سے پانچ آدمی قید ہوئے۔

۱۔ ابو وداعہ بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم

۲۔ وفرہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم

۳۔ حنظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعد بن سہم

۴۔ حجاج بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم

۵۔ ایک آدمی جس کا نام اسلم تھا اور نبیہ الحجاج کا غلام تھا

(ط) اور بنی جمح بن عمرو بن مصیص سے گیارہ آدمی قید ہوئے

۱۔ عبداللہ بن ابی بن خلف بن ابی وہب

۲۔ ابو عزہ (عمرو بن عبد بن عثمان بن وہب)

۳۔ الفاکہہ (امیہ بن خلف کا غلام)

۴۔ وہب بن عمیر

۵۔ ربیعہ بن دراج بن العنبس بن اہبان بن وہب

۶۔ عمرو بن ابی بن خلف
۷۔ ابو رہم بن عبداللہ (ان کا حلیف)
۸۔ ایک اور آدمی جو ان کا حلیف تھا، ابن اسحاق سے اس کا نام چوک گیا ہے اور اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔
۹۔ نسطاس (امیہ بن خلف کا غلام)
۱۰۔ امیہ بن خلف کا ایک دوسرا غلام، جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔
۱۱۔ ابو رافع (امیہ بن خلف کا غلام)

(ی) اور بنی عامر بن لوئی سے پانچ آدمی قید ہوئے۔
۱۔ سہیل بن عمرو[1]، اسے مالک بن الدخشم نے قید کیا۔
۲۔ عبد بن زمعہ بن قیس
۳۔ عبدالرحمٰن بن مشنوء بن وقدان
۴۔ حبیب بن جابر
۵۔ السائب بن مالک

---

[1] سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود العامری القرشی، جلیل القدر صحابی اور قریش کا پہلا خطیب، فتح مکہ کے بعد اسلام لایا، اسلام اور جاہلیت میں قریش کے نمایاں سرداروں میں سے تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں اس نے قریش کی نیابت کی۔ فتح کے روز جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم کیا کہتے ہو تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا، ہم اچھی بات کہتے ہیں اور نیک ظن رکھتے ہیں، آپ کریم بھائی، اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ کو قدرت حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی یوسفؑ کی طرح کہتا ہوں۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں، سہیل شامی فوجوں میں جہاد کرتے تھے اور جہاد کرتے ہی طاعون عمواس میں جنگ کرتے ہوئے فوت ہوگئے۔

(ک) اور بنی حارثہ بن فہر سے چار آدمی قید ہوئے۔

۱۔ طفیل بن ابی قنیع

۲۔ عتبہ بن عمرو بن جحدم

۳۔ شافع (یمن کا ایک آدمی، ان کا حلیف تھا)

۴۔ شفیع (یمن کا ایک آدمی، ان کا حلیف تھا)

بدر میں شامل ہونے والے مسلمانوں کے نام

معرکہ بدر میں تین سو سترہ مسلمان شامل ہوئے، جن میں سے چھیاسی[۸۶] مہاجرین اور دو سو اکتیس[۲۳۱] انصار تھے، جن میں ایک سو ستر[۱۷۰] خزرجی اور اکسٹھ[۶۱] اوسی تھے، ان تمام بدریوں کے نام ان کے قبائل کی طرف منسوب ہیں۔

بدری مہاجرین

(الف) بنی ہاشم بن عبد مناف سے آٹھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ سید المرسلین محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۔ حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

۳۔ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

۴۔ زید بن حارثہ بن شرحبیل کلبی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام)

۵۔ انسہ حبشی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام)

۶۔ ابو کبشہ فارسی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام)

۷۔ کنانہ بن حصین بن یربوع (ان کا حلیف) یہ قیس عیلان سے تھا اور اس کی کنیت ابو مرثد تھی۔

۸۔ اس کا بیٹا مرثد بن ابی مرثد (یہ بھی ان کا حلیف تھا)

(ب) اور بنی المطلب بن عبد مناف سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبیدہ بن حارث بن المطلب (بدر کے روز قتل ہوئے)۔

۲۔ طفیل بن حارث بن المطلب

۳۔ حصین بن حارث بن المطلب

۴۔ مسطح، اس کا نام عوف بن اثاثہ بن عباد بن المطلب تھا۔

(ج) اور بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے سولہ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عثمان بن عفان، آپ اپنی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کی وجہ سے مدینہ میں پیچھے رہ گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت میں ان کا حصہ لگایا اور آپ کو بدریوں میں شامل کیا۔

۲۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف

۳۔ سالم، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کا غلام[1]

---

[1] سالم بن معقل، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کا غلام۔ سالم جلیل القدر اور ممتاز صحابہ میں سے تھے اور اسلام کے سابقون الاولون میں شامل تھے اور ایک انصاری عورت فاطمہ بنت یعار کے غلام تھے اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔ پس مشہور صحابی ابو حذیفہ سے آپ نے دوستی کر لی اور ابو حذیفہ نے آپ کو لے پالک بنا لیا جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو لے پالک بنا لیا تھا اور ابو حذیفہ آپ کو اپنا بیٹا سمجھتا تھا اور آپ سے اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ کا نکاح کر دیا، پس جب آیت "ادعوھم لآباءھم" نازل ہوئی تو ہر کسی نے جس کو اپنا لے پالک بنایا تھا اسے اپنے باپ کی طرف لوٹا دیا اور جس کے باپ کا پتہ نہ چل سکا اسے اپنے رشتہ داروں کی طرف لوٹا دیا گیا، سالم صحابہ میں بڑی شان کے حامل تھے اور مسجد قبا میں نماز میں مہاجرین کی امامت کیا کرتے تھے جبکہ ان میں ابوبکر اور عمر بھی موجود ہوتے تھے، آپ مہاجر تھے، آپ نے عمر بن خطاب کے ساتھ ہجرت کی، ابن خطاب آپ سے بہت خوش تھے اور آپ کی (بقیہ صفحہ ۲۰۶ پر)

۴۔ عبداللہ بن جحش (ان کا حلیف)
۵۔ عکاشہ بن محصن (ان کا حلیف)
۶۔ شجاع بن وہب بن ربیعہ (ان کا حلیف)
۷۔ عتبہ بن وہب بن ربیعہ (ان کا حلیف)
۸۔ یزید بن رقیش (ان کا حلیف)
۹۔ ابوسنان بن محصن بن حرثان بن قیس (ان کا حلیف)
۱۰۔ سنان بن ابی سنان (ان کا حلیف)
۱۱۔ محرز بن نضلہ بن عبداللہ (ان کا حلیف)
۱۲۔ ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ (ان کا حلیف)
۱۳۔ ثقیف بن عمرو (ان کا حلیف)
۱۴۔ مالک بن عمرو (ان کا حلیف)
۱۵۔ مدلج بن عمرو (ان کا حلیف)
۱۶۔ ابومخشی (ان کا حلیف)

(بقیہ صفحہ ۲۰۵) بہت تعریف کرتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوگئے اور امر خلافت کے متعلق سوچنے لگے تو آپ کو فوت شدہ سالم یاد آگئے۔ پھر آپ نے فرمایا اگر سالم زندہ ہوتے تو میں خلافت کے لیے شوریٰ مقرر نہ کرتا (یعنی اس کے لیے خلافت کی وصیت کر دیتا) یہ بات سالم کے بلند رتبہ پر دلالت کرتی ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشہور حفاظِ قرآن میں سے تھے حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے، چار آدمیوں سے قرآن سیکھو، ابن ام عبد، ابی بن کعب، سالم مولیٰ حذیفہ، اور معاذ بن جبل سے۔ سالم بدر میں شامل ہوئے اور معرکہ یمامہ میں آپ اور آپ کا آقا ابو حذیفہ شہید ہوگئے۔ اور ایک کا سر، دوسرے کے پاؤں کے پاس پایا گیا۔ یہ سنہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔

(ھ) اور بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عتبہ بن غزوان (ان کا حلیف)

۲۔ خباب، عتبہ بن غزوان کا غلام (ان کا حلیف)

(و) اور بنی اسد بن عبد العزیٰ سے تین آدمی شامل ہوئے

۱۔ زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد

۲۔ حاطب بن ابی بلتعہ یمانی (ان کا حلیف)

۳۔ سعد کلبی (حاطب بن ابی بلتعہ کا غلام) ان کا حلیف

(ز) اور بنی عبد الدار بن قصی سے دو آدمی شامل ہوئے

۱۔ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار

۲۔ سویط بن سعد بن حریملہ

(ح) اور بنی زہرہ بن کلاب سے آٹھ آدمی شامل ہوئے

۱۔ عبد الرحمٰن بن عوف۔

۲۔ سعد بن ابی وقاص

۳۔ عمیر بن ابی وقاص

۴۔ مقداد بن عمرو بن ثعلبہ (ان کا حلیف)

۵۔ عبد اللہ بن مسعود بن حارث ہذلی (ان کا حلیف)

---

[1] زید بن الخطاب بن نفیل، حضرت عمر بن الخطاب کے بھائی، آپ اپنے بھائی عمر سے زیادہ سن رسیدہ تھے آپ ان سے پہلے مسلمان ہوئے اور بدر اور دیگر تمام معرکوں میں شامل ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے آپ مسلمانوں کے علمبردار تھے آپ کے بھائی حضرت عمر کو آپ کا بہت غم ہوا جب آپ قتل ہوئے تو حضرت عمر نے فرمایا وہ دو نیکیوں میں مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ مجھ سے پہلے ایمان لائے اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے۔ صحیح میں آپ کی ایک حدیث بیان ہوئی ہے۔

۶۔ مسعود بن ربیعہ بن عمرو بن سعد (ان کا حلیف)

۷۔ ذوالشمالین بن عمرو بن نضلہ خزاعی (ان کا حلیف)

۸۔ خباب بن الارت تمیمی (ان کا حلیف)

(ط) اور بنی تیم بن مرہ سے پانچ آدمی شامل ہوئے

۱۔ ابوبکر صدیق، آپ کا نام عتیق بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ہے۔

۲۔ بلال بن رباح (ابوبکر صدیق کا غلام)

۳۔ عامر بن فہیرہ (ابوبکر صدیق کا غلام)

۴۔ صہیب بن سنان (عبداللہ بن جدعان تیمی کا غلام)

۵۔ طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ آپ جنگ کے وقت شام گئے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا حصہ لگایا اور آپ کو اجر میں بدریوں کے ساتھ شامل کیا۔

(ی) اور بنی مخزوم سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد، آپ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد ہے۔

۲۔ شماس بن عثمان بن شرید

۳۔ ارقم بن ابی ارقم (آپ کا نام عبدمناف بن اسد ہے)

۴۔ عمار بن یاسر

۵۔ معتب بن عوف بن عامر خزاعی (ان کا حلیف)

(ک) اور بنی عدی بن کعب (حضرت عمر کا قبیلہ) سے تیرہ آدمی شامل ہوئے

۱۔ عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ

۲۔ مہجع العکی (حضرت عمر بن الخطاب کا غلام)

۳۔ عمرو بن سراقہ بن معتمر

۴۔ واقد بن عبداللہ بن عبد مناف یربوعی (ان کا حلیف)

۵۔ خولی بن ابی خولی (ان کا حلیف)

۶۔ عبداللہ بن سراقہ

۷۔ مالک بن ابی خولی (ان کا حلیف)

۸۔ عامر بن بکیر بن عبد یالیل (ان کا حلیف)

۹۔ عاقل بن بکیر

۱۰۔ خالد بن بکیر

۱۱۔ ایاس بن بکیر

۱۲۔ زید بن الخطاب (حضرت عمر بن الخطاب کا بھائی)

۱۳۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔ آپ شام میں تھے۔ جب آپ آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا حصہ لگایا اور اجر میں آپ کو بدریوں میں شامل کیا۔ پس آپ بدری ہوئے۔

(ل) اور بنی جمح بن عمرو بن مصیص بن کعب سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عثمان بن مظعون

۲۔ السائب بن عثمان بن مظعون۔

۳۔ قدامہ بن مظعون

۴۔ عبداللہ بن مظعون

۵۔ معمر بن حارث بن معمر

(م) اور بنی سہم بن عمرو بن مصیص سے ایک آدمی شامل ہوا۔

۱۔ ایک آدمی جس کے نام کا ابن اسحاق نے ذکر نہیں کیا۔

(ن) اور بنی عامر بن لوی سے سات آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ

۲۔ عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ

۳۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو

۴۔ عمیر بن عوف (سہیل بن عمرو کا غلام)

۵۔ سعد بن خولہ (ان کا حلیف)

۶۔ وہب بن سعد بن ابی سرح

۸۔ حاطب بن عمرو

(س) اور بنی حارث بن فہر سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عامر بن عبداللہ بن الجراح (جو ابوعبیدہ بن الجراح کے نام سے مشہور ہیں)

۲۔ عمرو بن حارث بن زہیر

۳۔ سہیل بن وہب بن ربیعہ

۴۔ صفوان بن وہب بن ربیعہ

۵۔ عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ

۶۔ عیاض بن زہیر۔

یہ مہاجرین میں سے بدری صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم وارضاہم، ان میں سے تین آدمی جنگ میں شامل نہیں تھے اور وہ بدریوں میں شمار ہیں، اللہ کے ہاں ان کا اجر بھی بدریوں کی طرح ہے اور انھوں نے غنائم میں سے اپنا حصہ لیا اور وہ یہ ہیں۔ عثمان بن عفان

طلحہ بن عبیداللہ

اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل۔

بدری انصار کے نام

(الف) بنی عبدالاشہل (اوس کا ایک بطن) سے پندرہ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ سعد بن معاذ
۲۔ حارث بن اوس بن معاذ
۳۔ حارث بن انس بن رافع
۴۔ سعد بن زید بن مالک
۵۔ سلمہ بن سلامہ بن وقش
۶۔ عباد بن بشر بن وقش
۷۔ سلمہ بن ثابت بن وقش
۸۔ رافع بن یزید بن کرز
۹۔ حارث بن خزمہ بن عدی
۱۰۔ محمد بن مسلمہ
۱۱۔ سلمہ بن اسلم بن حریش (بنی حارث سے ان کا حلیف)
۱۲۔ ابوالہیثم بن التیہان
۱۳۔ عبید بن التیہان
۱۴۔ عمرو بن معاذ بن نعمان
۱۵۔ عبداللہ بن سہل

(ب) اور بنی ظفر (اوس کا ایک بطن) سے دو آدمی شامل ہوئے

۱۔ قتادہ بن نعمان بن زید
۲۔ عبید بن اوس بن مالک

(ج) اور بنی عبید بن زراح (اوس کا ایک بطن) سے تین آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ نصر بن حارث بن عبد

۲۔ معتب بن عبد

۳۔ عبداللہ بن طارق البلوی (ان کا حلیف)

(د) اور بنی حارثہ بن حارث (اوس کا ایک بطن) سے تین آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ مسعود بن سعد بن عامر

۲۔ ابوعبس بن جبر

۳۔ ھانی بن نیار البلوی (ان کا حلیف)

(ھ) اور بنی عمرو بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عاصم بن ثابت بن قیس

۲۔ قیس ابوالافلح بن عصمہ

۳۔ معتب بن قشیر

۴۔ ابوملیل بن الازعر

۵۔ عمرو بن معبد الازعر

۶۔ سہل بن حنیف

(و) اور بنی امیہ بن زید (اوس کا ایک بطن) سے نو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر

۲۔ رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبر

۳۔ سعد بن عبید بن نعمان

۴۔ عویم بن ساعدہ

۵۔ رافع بن عنجدہ

۶۔ عبید بن ابی عبید

۷۔ ثعلبہ بن حاطب

۸۔ حارث بن حاطب۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے راستے سے ہی واپس آگئے، آپ نے ان کا حصہ لگایا اور اجر میں بدریوں کے ساتھ شامل کیا۔

۹۔ ابولبابہ

(ز) اور بنی عبید بن زید (اوس کا ایک بطن) سے سات آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ انیس بن قتادہ بن ربیعہ

۲۔ معن بن عدی بن الجد البلوی (ان کا حلیف)

۳۔ عبداللہ بن سلمہ العجلانی (ان کا حلیف)

۴۔ زید بن اسلم بن ثعلبہ العجلانی (ان کا حلیف)

۵۔ ربعی بن رافع بن زید العجلانی (ان کا حلیف)

۶۔ عاصم بن عدی بن الجد العجلانی (ان کا حلیف) آپ مسلمانوں کے ساتھ بدر کی طرف گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو واپس کر دیا اور اصحابِ بدر کے ساتھ آپ کا حصہ لگایا اور آپ کو بدریوں میں شامل کیا۔

۷۔ ثابت بن اقوم بن ثعلبہ العجلانی (ان کا حلیف)

(ح) اور بنی ثعلبہ بن عمرو بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے سات آدمی شامل ہوئے

۱۔ عبداللہ بن جبیر بن نعمان

۲۔ عاصم بن قیس بن ثابت

۳۔ ابو ضیاع بن ثابت بن نعمان

۴۔ ابو حنہ (اور بعض آپ کو ابو حبہ) بن ثابت بن نعمان (کہتے ہیں)

۵۔ سالم بن عمیر بن ثابت

۶۔ حارث بن نعمان بن امیہ

۷۔ خوات بن جبیر بن نعمان

(ط) اور بنی بجحی بن کلنہ بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے دو آدمی شامل ہوئے

۱۔ منذر بن محمد بن عقبہ

۲۔ ابو عقیل بن عبداللہ بن ثعلبہ جو بنی انیف سے ہیں (ان کا حلیف)

(ی) اور بنی غنم بن اسلم (اوس کا ایک بطن) سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ سعد بن خیثمہ

۲۔ منذر بن قدامہ بن عرفجہ

۳۔ مالک بن قدامہ بن عرفجہ

۴۔ حارث بن عرفجہ

۵۔ تمیم (ان کا غلام)

(ک) اور بنی معاویہ بن مالک بن عوف (اوس کا ایک بطن) سے تین آدمی شامل

۱۔ جبر بن عتیک بن حارث

۲۔ مالک بن نمیلہ (جو مزینہ سے ان کے حلیف تھے)

۳۔ نعمان بن عصر (ان کا حلیف) بلی قبیلہ سے۔

یہ خصوصاً قبیلہ اوس کے بدری انصار ہیں اور یہ اکسٹھ جانباز ہیں۔

خزرج کے بدریوں کے نام

(الف) بنی امرئ القیس بن مالک سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ خارجہ بن زید

۲۔ سعد بن الربیع

۳۔ عبداللہ بن رواحہ

۴۔ خلاد بن سوید بن ثعلبہ

(ب) اور بنی زید بن مالک سے دو آدمی شامل ہوئے

۱۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ

۲۔ سماک بن سعد بن ثعلبہ

(ج) اور بنی عدی بن کعب بن الخزرج سے تین آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ سبیع بن قیس بن عیشہ

۲۔ عباد بن قیس بن عیشہ

۳۔ عبداللہ بن عبس

(د) اور بنی احمر بن حارثہ بن ثعلبہ سے ایک آدمی شامل ہوا۔

۱۔ یزید بن حارث بن قیس

(ھ) اور بنی جشم بن حارث بن الخزرج سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ خبیب بن اساف بن عتبہ

۲۔ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ

۳۔ حریث بن زید بن ثعلبہ

۴۔ سفیان بن بشر

(و) اور بنی جدارہ بن عوف بن حارث سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ تمیم بن یسار بن قیس

۲۔ عبداللہ بن عمیر

۳۔ زید بن المزین بن قیس

۴۔ عبداللہ بن عرفطہ بن عدی۔

(ز) اور بنی الابجر (اور وہ بنو خدرہ ہیں) سے ایک آدمی شامل ہوا۔
۱۔ عبداللہ بن ربیع بن قیس

(ح) اور بنی عوف بن الخزرج، پھر بنی عبید سے دو آدمی شامل ہوئے۔
۱۔ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول [۱]
۲۔ اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث

(ط) اور بنی جزء بن عدی بن مالک سے چھ آدمی شامل ہوئے۔
۱۔ زید بن ودیعہ بن عمرو، ان کا غطفانی حلیف
۲۔ عامر بن سلمہ بن عامر، ان کا یمنی حلیف
۳۔ ابو حمیضہ، معبد بن عباد، انھیں ابن عبادہ بن قشیر بھی کہا جاتا ہے۔
۴۔ عامر بن بکیر (ان کا حلیف)
۵۔ عنبر بن وہب بن کلدہ (ان کا غطفانی حلیف)
۶۔ رفاعہ بن عمرو بن زید (ان کا حلیف)

(ی) اور بنی سالم بن عوف سے ایک آدمی شامل ہوا۔
۱۔ نوفل بن عبداللہ بن نضلہ

(ک) اور بنی احرم بن فہر بن ثعلبہ سے دو آدمی شامل ہوئے:
۱۔ عبادہ بن الصامت

---

[۱] عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی انصاری، ان کا باپ رئیس المنافقین تھا اور یہ اسلام کے بہترین نوجوانوں میں سے تھے اور جلیل القدر صحابی تھے تمام معرکوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ جب ان کے باپ کا نفاق ظاہر ہوگیا تو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی مگر آپ نے اجازت نہ دی بلکہ فرمایا اس سے حسن سلوک کرو۔ عبداللہ ۱۲ھ میں جنگ ارتداد میں یمامہ میں شہید ہوئے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے۔

۲۔ اوس بن الصامت

ل) اور بنی دعد بن فہر بن ثعلبہ سے ایک آدمی شامل ہوا۔

۱۔ نعمان بن مالک بن ثعلبہ

م) اور بنی لوذان بن سالم سے دس آدمی شامل ہوئے

۱۔ ثابت بن ہزال

۲۔ مالک بن الدخشم بن مرضخہ (اور وہ بنی مرضخہ میں سے تھا)

۳۔ ربیع بن ایاس بن عمرو بن غنم

۴۔ ورقہ بن ایاس

۵۔ عمرو بن ایاس (ان کا یمنی حلیف)

۶۔ المجذر بن زیاد البلوی (ان کا حلیف)

۷۔ عبادہ بن خشخاش بن عمرو

۸۔ نحاب، اور اسے بحاث بن ثعلبہ بن حزمہ بھی کہا جاتا ہے۔

۹۔ عبداللہ بن ثعلبہ بن حزمہ

۱۰۔ عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ (ان کا حلیف)

ن) اور بنی ساعدہ بن کعب بن الخزرج سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ ابو دجانہ (سماک بن اوس بن خرشہ)

۲۔ منذر بن عمرو بن خنیس، اور انھیں منذر بن عمرو بن خنبش بھی کہا جاتا ہے۔

س) اور بنی البدی بن عامر سے دو آدمی شامل ہوئے

۱۔ ابو اسید بن ربیعہ البدی

۲۔ مالک بن مسعود البدی

ع) اور بنی طریف بن الخزرج سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبدربہ بن حق بن اوس

۲۔ کعب بن حمار (اور اسے ابن جماز بن ثعلبہ الغبشانی الجہنی بھی کہا جاتا ہے) (ان کا حلیف)

۳۔ ضمرہ بن عمرو (اور اسے ابن بشر الجہنی بھی کہا جاتا ہے) ان کا حلیف

۴۔ زیاد بن عمرو (اسے بھی اسی طرح ابن بشر الجہنی کہا جاتا ہے) ان کا حلیف

۵۔ بسبس بن عمرو الجہنی، ان کا حلیف

۶۔ عبداللہ بن عامر البلوی، ان کا حلیف

(ف) اور بنی جشم بن الخزرج سے بارہ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ خراش بن الصمہ بن عمرو

۲۔ حباب بن منذر

۳۔ عمیر بن الحمام

۴۔ تمیم (خراش بن الصمہ کا غلام)

۵۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام

۶۔ معاذ بن عمرو بن الجموح

۷۔ خلاد بن عمرو بن الجموح

۸۔ عقبہ بن عامر بن نابی

۹۔ حبیب بن اسود (ان کا غلام)

۱۰۔ ثابت بن ثعلبہ بن زید

۱۱۔ معوذ بن عمرو بن الجموح

۱۲۔ عمیر بن الحارث بن ثعلبہ

(ص) اور بنی عبید بن عدی بن غنم بن کعب سے آٹھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ بشر بن البراء بن معرور بن صخر
۲۔ طفیل بن مالک بن خنساء
۳۔ سنان بن صیفی بن خنساء
۴۔ عبداللہ بن الجد بن قیس بن صخر بن خنساء
۵۔ عتبہ بن عبداللہ بن صخر بن خنساء
۶۔ خارجہ بن حمیّر اشجعی، ان کا حلیف
۷۔ عبداللہ بن حمیر، ان کا حلیف
۸۔ طفیل بن نعمان بن خنساء

(ق) اور بنی خناس بن سنان بن عبید سے سات آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ یزید بن منذر بن سرح بن خناس
۲۔ معقل بن منذر بن خناس
۳۔ عبداللہ بن نعمان بن بلامہ
۴۔ ضحاک بن حارثہ بن زید
۵۔ سواد بن زریق بن ثعلبہ
۶۔ معبد بن قیس بن صخر بن حرام
۷۔ عبداللہ بن قیس بن صخر بن حرام

(ر) اور بنی سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ سے چار آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ یزید بن حدیدہ
۲۔ سلیم بن عمرو بن حدیدہ
۳۔ قطبہ بن عمرو بن حدیدہ
۴۔ عنترہ (سلیم بن عمرو کا غلام)

(ش) اور بنی عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم سے پانچ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ عبس بن عامر بن عدی
۲۔ ثعلبہ بن غنمہ بن عدی
۳۔ سہل بن قیس بن ابی کعب
۴۔ عمرو بن طلق بن زید بن امیہ
۵۔ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس

(ت) اور بنی زریق بن عامر بن زریق سے سات آدمی شامل ہوئے

۱۔ قیس بن محصن بن خالد
۲۔ ابو خالد (حارث بن قیس بن خالد)
۳۔ جبیر بن ایاس بن خالد
۴۔ ابو عبادہ (سعد بن عثمان بن خلدہ)
۵۔ ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ
۶۔ عتبہ بن عثمان بن خلدہ
۷۔ مسعود بن خلدہ بن عامر

(ص) اور بنی خالد بن عامر بن زریق سے ایک آدمی شامل ہوا

۱۔ عباد بن قیس بن عامر بن خالد

(خ) اور بنی خلدہ بن عامر بن زریق سے پانچ آدمی شامل ہوئے

۱۔ اسعد بن یزید بن الفاکہہ
۲۔ الفاکہہ بن بشر بن الفاکہہ
۳۔ معاذ بن ماعص بن قیس
۴۔ عائذ بن ماعص بن قیس

۵۔ مسعود بن سعد بن قیس

(ذ) اور بنی العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ رفاعہ بن رافع بن العجلان
۲۔ خلاد بن رافع بن مالک
۳۔ عبید بن زید بن عامر
۴۔ عبید بن مالک بن عمرو
۵۔ ملیل بن وبرہ بن خالد
۶۔ عصمہ بن الحصین بن وبرہ

(ض) اور بنی بیاضہ بن عامر بن زریق سے چھ آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ زیاد بن لبید بن عامر
۲۔ فروہ بن عمرو بن وذفہ
۳۔ خالد بن قیس بن مالک
۴۔ رجیلہ بن ثعلبہ بن خالد
۵۔ عطیہ بن نویرہ بن عامر
۶۔ خلیفہ بن عدی بن عمرو، انھیں جلیفہ بھی کہا جاتا ہے۔

(ظ) اور بنی حبیب بن عبد حارثہ سے دو آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ رافع بن المعلی بن لوذان
۲۔ ہلال بن المعلی بن لوذان

(غ) اور بنی نجار (جو تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج ہے) سے ترپن[۵۳] آدمی شامل ہوئے۔

۱۔ خالد بن زید بن کلیب
۲۔ ثابت بن خالد بن نعمان

۳۔ عمارہ بن حزم بن زید
۴۔ سراقہ بن کعب بن عبدالعزیٰ
۵۔ حارثہ بن نعمان بن زید
۶۔ سلیم بن قیس بن فہد
۷۔ سہیل بن رافع بن ابی عمرو
۸۔ عدی بن الزغباء، ان کا جہینی حلیف۔
۹۔ مسعود بن اوس بن زید
۱۰۔ ابوخزیمہ بن اوس بن زید
۱۱۔ رافع بن حارث بن سواد
۱۲۔ عوف بن حارث بن رفاعہ
۱۳۔ معوذ بن حارث بن رفاعہ
۱۴۔ معاذ بن حارث بن رفاعہ (یہ تینوں عفراء کے بیٹے ہیں)
۱۵۔ نعمان بن عمرو بن رفاعہ، اور اسے (نعیمان) بھی کہا جاتا ہے
۱۶۔ عامر بن مخلد بن حارث
۱۷۔ عبداللہ بن قیس بن خالد
۱۸۔ عصیمہ۔ (ان کا اشجعی حلیف)
۱۹۔ ودیعہ بن عمرو (ان کا جہینی حلیف)
۲۰۔ ثابت بن عمرو بن زید
۲۱۔ ثعلبہ بن عمرو بن محصن
۲۲۔ سہل بن عتیک بن عمرو
۲۳۔ حارث بن الصمہ بن عمرو، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ الروحاء میں ان کی ہڈی

ٹوٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ لگایا اور یہ بدری ہو گئے۔

۲۔ ابی بن کعب بن قیس

۲۔ انس بن معاذ بن انس

۲۔ اوس بن ثابت بن المنذر

۲۔ ابو شیخ (ابی بن ثابت بن المنذر، حسان بن ثابت کے بھائی)

۲۔ ابو طلحہ (زید بن سہل بن اسود)

۲۔ حارثہ بن سراقہ بن حارث

۲۔ عمرو بن ثعلبہ بن وہب

۳۱۔ سلیط بن قیس بن عمرو بن عتیک

۳۲۔ ابو زید قیس بن سکن

۳۳۔ ابو خارجہ عمرو بن قیس بن مالک

۳۴۔ ثابت بن خنساء بن عمرو

۳۵۔ عامر بن امیہ بن زید

۳۶۔ محرز بن عامر بن مالک

۳۷۔ سواد بن غزیہ بن اہیب البلوی (ان کا حلیف)

۳۸۔ حارث بن ظالم بن عبس (ابوالاعور) اور بعض کہتے ہیں ابوالاعور بن حارث ابن ظالم

۳۹۔ سلیم بن ملحان بن خالد بن زید

۴۰۔ حرام بن ملحان بن خالد

۴۱۔ قیس بن ابی صعصعہ

۴۲۔ عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف

۴۳۔ عصیمہ (بنی اسد بن خزیمہ سے ان کا حلیف)

۴۴۔ عمیر بن عامر بن مالک

۴۵۔ سراقہ بن عمرو بن عطیہ

۴۶۔ قیس بن مخلد بن ثعلبہ

۴۷۔ نعمان بن عبد عمرو بن مسعود

۴۸۔ ضحاک بن عبد عمرو بن مسعود

۴۹۔ سلیم بن حارث بن ثعلبہ

۵۰۔ جابر بن سہیل بن عبد الاشہل

۵۱۔ سعد بن سہیل بن عبد الاشہل

۵۲۔ کعب بن زید بن قیس

۵۳۔ بجیر بن ابی بجیر (ان کا غطفانی حلیف)

معرکہ کے متعلق قرآنی بیان قرآن کریم نے بھی معرکہ بدر کے متعلق بیان کیا ہے اور اس میں ہونے والے اہم واقعات کو بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ انفال اتاری ہے جو کچھ آیات پر مشتمل ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب بدر کا معاملہ ختم ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق پوری سورۃ انفال اتاری۔

قرآن کریم نے سب سے پہلے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں کی بدری فوج میں غنائم اور سامان کے متعلق ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"یسئلونك عن الانفال، قل الانفال لله والرسول، فاتقوا الله و اصلحوا ذات بینکم و اطیعوا الله ورسوله، ان کنتم مؤمنین"

یہ آیت کریمہ، فوج کے درمیان غنائم کے بارے میں ہونے والے اختلاف کے حل کے لیے ایک فیصلہ کن بات کے قائمقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیا ہے اور مسلمانوں پر آپ کے فیصلہ کی اطاعت واجب ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج میں غنائم کو مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔

عبادہ بن الصامت سے جب سورۃ انفال کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا.... یہ ہم بدریوں کے متعلق اس وقت نازل ہوئی جب ہم نے بدر کے روز غنائم کے متعلق اختلاف کیا۔ پس جب ان کے متعلق ہمارے اخلاق بُرے ہو گئے تو اللہ نے انھیں ہم سے چھین لیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیا آپ نے انھیں ہمارے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔ اور اس میں اللہ کا تقویٰ، اس کے رسول کی اطاعت اور آپس کے تعلقات کی بہتری تھی۔

اسی طرح قرآن کریم نے قریش کے قافلہ کے مقابلہ کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے نکلنے اور مسلمانوں کے قافلہ پر غالب آنے کے شوق اور ان میں سے بعض کے قریش سے مقابلہ کو ناپسند کرنے کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"کما اخرجك ربك من بیتك بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارھون - یجادلونك فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون۔ واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین۔ لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون"

اسی طرح قرآن کریم نے معرکہ سے قبل قریش کی دعا اور ابوجہل کی افتتاحی دعا کا ذکر کیا ہے جس میں اس نے کہا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) "اے اللہ! ہمارے لیے رشتوں کو قطع کر دے اور ہمیں وہ دے جسے ہم نہیں جانتے پس کل اسے موت دیدے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح، وان تنتهوا فهو خیر لکم، وان تعودوا نعد، ولن تغنی عنکم فئتکم شیئًا، ولو کثرت وان اللہ مع المؤمنین"

اسی طرح قرآن کریم نے اس عجیب مڈبھیڑ کا بھی ذکر کیا ہے جو (مسلمانوں کے نقطہ نگاہ سے) بدر میں فریقین کے درمیان غیر متوقع تھی، کیونکہ مسلمان جنگ کے لیے نہیں نکلے تھے بلکہ وہ صرف قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے نکلے تھے۔ پس انھوں نے اپنے آپ کو دشمن کی اس فوج کے سامنے پایا جس کے ساتھ ان کا کوئی وقت مقرر نہ تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوٰی والرکب اسفل منکم ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعاد ولکن لیقضی اللہ امرًا کان مفعولًا۔ لیھلک من ھلک عن بیّنۃٍ ویحیٰی من حیّ عن بیّنۃٍ وان اللہ لسمیع علیم"

اسی طرح قرآن کریم نے اس خوفزدگی کی حالت کا بھی ذکر کیا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معرکہ میں اپنی چھوٹی سی فوج کے فنا ہونے کا خدشہ ہو گیا تو آپ نے اپنے رب سے فریاد کی، اسی طرح قرآن کریم نے ان فرشتوں کے متعلق بھی بیان کیا ہے جو مسلمانوں کے مورال کو بلند کرنے اور ان کے دلوں کو تقویت دینے کے لیے آئے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انّی ممدّکم بالفٍ من الملئکۃ مردفین۔ وما جعلہ اللہ الّا بشریٰ ولتطمئنّ بہ قلوبکم وما النصر الّا من عند اللہ۔ انّ اللہ عزیز حکیم"

اسی طرح قرآن کریم نے اس طمانیت کا بھی ذکر کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معرکہ سے قبل اسلامی فوج کے لیے مہیا کیا اور اس ثبات کا بھی ذکر کیا ہے جس کے ذریعے اس نے ان کی مدد کی اور انھوں نے دل جمعی کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کیا اور خوف ان کے دلوں میں راہ نہ پا سکا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اذ یغشیکم النعاس امنۃً منہ، وینزّل علیکم من السماء ماءً لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان ولیربط علیٰ قلوبکم ویثبت بہ الاقدام"

اسی طرح قرآن کریم نے نیند کے اس جھونکے کا بھی ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپر میں آیا (اس وقت جنگ ہو رہی تھی)، جس میں آپ نے فتح کی بشارت پائی اور آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس کی خوشخبری دی (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"واذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلاً، ولو اراکھم کثیراً لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلّم۔ انہ علیمٌ بذات الصّدور"

اسی طرح قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیتے وقت ان پر کنکریاں پھینکیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ ولیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسناً ان اللہ سمیع علیم۔ ذلکم وان اللہ موھن کید الکافرین"

ابن اسحاق (ان کی طرف کنکریاں پھینکنے کے بعد، مشرکین پر حملہ کے نبوی حکم کو

بیان کرتا ہوا) کہتا ہے کہ "پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور اسے قریش کے سامنے پھینک دیا، پھر فرمایا... چہرے بگڑ گئے... پھر انھیں اس سے مارا اور اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ حملہ کرو، پس انھیں شکست ہوگئی"۔)

اور قرآن کریم نے مسلمانوں کی اس حالت کو بھی جو دشمن کے مقابلہ کے وقت تھی، بیان کیا ہے.... اور ہر شخص جو فتح کا شوقین ہے اسے اس حالت پر قائم ہونا چاہیئے، اور وہ دشمن کی قوت کو حقیر سمجھے اور اس سے خوف نہ کھانے کی حالت بھی (خواہ وہ زیادہ ہی ہو) قرآن کریم نے اسلامی فوج پر اللہ کے اس احسان کا بھی ذکر کیا ہے، تاکہ انھیں دشمن کی کثرت خوفزدہ نہ کردے اور وہ ڈگمگا نہ جائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"واذ یریکموھم اذا لتقیتم فی اعینکم قلیلاً"

اسی طرح قرآن کریم نے مسلمانوں کو وہ زبردست فتح بھی یاد دلائی ہے جو انھوں نے معرکہ بدر میں حاصل کی اور وہ ان کی زندگی کے دھارے کی تبدیلی، اور ان کے سیاسی، عسکری اور اقتصادی مرکز کی مضبوطی کا باعث بنی جس کے بعد وہ علاقے کے حکمران بن گئے۔ حالانکہ اس سے قبل وہ کمزور اور خوفزدہ تھے، اور انھیں اپنی جانوں کے متعلق بھی خوف رہتا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہٖ ورزقکم من الطیّبات لعلکم تشکرون"

اسی طرح اس نے مسلمانوں سے عموماً اور بدری فوج سے خصوصاً یہ اپیل کی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور آپس میں اختلاف نہ کریں ورنہ انھیں ناکامی ہوگی جو ہمیشہ سے اختلاف کا لازمہ ہے۔ اسی طرح اس

ان سے اپیل کی ہے کہ وہ ہمیشہ کبر و غرور اور ریاکاری سے دور رہیں جو اس کی فوج کی شکست کا سبب بن گیا جسے ابو جہل کے غرور و تکبر نے ایسی بری شکست دلائی جس کی تاریخ مکہ میں کوئی مثال نہیں پائی جاتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا۔ ان اللہ مع الصابرین۔ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراً ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔ واذ زین لھم الشیطان اعمالھم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم۔ فلما تراءت الفئتان نکص علیٰ عقبیہ وقال انی بریء منکم انی اریٰ ما لا ترون انی اخاف اللہ۔ واللہ شدید العقاب"

حملے سے فرار اسی طرح اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مڈبھیڑ کے وقت مؤمنین کو بھاگنے سے انتباہ کیا ہے اور بڑے زور کے ساتھ ان پر واضح کیا ہے کہ دشمن کے ساتھ جنگ کے وقت بھاگنا جرم اور عظیم غداری ہے جس کے مرتکب کی جزا جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفاً فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذٍ دبرہٗ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃٍ فقد باء بغضبٍ من اللہ وماواہ جھنم وبئس المصیر"

اسی طرح قرآن کریم نے اس سورۃ میں جو جنگ کی بھرپور فضا میں نازل ہوئی مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ دشمنانِ اسلام سے جنگ کرنے اور انھیں سزا دینے میں سہل انگاری نہ کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"فامّا تثقفنهم فی الحرب فشرّد بهم من خلفهم لعلهم یذکرون، واِمّا تخافنّ من قوم خیانة فانبذ الیهم علیٰ سواء ان اللہ لا یحب الخائنین۔ واعدّوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون بہ عدوّ اللہ وعدوّکم وآخرین من دونهم لا تعلمونهم، اللہ یعلمهم وما تنفقوا من شئ فی سبیل اللہ یوفّ الیکم وانتم لا تظلمون"

اگرچہ قرآن کریم نے ان خطرناک حالات میں اپنے پیروکاروں کو، ان ظالموں کو، جو اسلام کے متعلق گردش روزگار کے منتظر رہتے ہیں، مارنے کے لیے معرکوں میں حصہ لینے اور قوت کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر اس کی اساسی دعوت مصالحانہ ہے جو جنگ بھی صلح ہی کے لیے کرتی ہے۔ قرآن کریم اس کی دعوت، اپنی دعوت کے اساسی مقصد کے لیے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وان جنحوا للسّلم فاجنح لها وتوکّل علی اللہ انہ هو السمیع العلیم"

اسی طرح قرآن کریم نے اس سُورۃ میں مہاجرین اور انصار کی تعریف کو بھی نظر انداز نہیں کیا، جن کی تلواروں نے (تائیدِ الٰہی کے بعد) اسلام کو زبردست فتح دلائی جس کے ذریعے مسلمان تاریخ میں اس کے وسیع دروازے سے داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"والذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئك هم المؤمنون حقًّا لهم مّغفرة وّ

رزق کریم"

اسی طرح قرآن کریم نے اس سورۃ میں بدر کے قیدیوں کے متعلق تصرف کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار ناراضگی کیا ہے۔ جب آپ نے مسلمانوں کو مال دینے کے عوض انھیں آزاد کر دیا جبکہ مشرکین کے مورال کو تباہ کرنے اور ان کی جنگی قوت کو توڑنے اور اسلام کے پہلو کو مضبوط کرنے کے لیے ان کا قتل کر دینا بہتر تھا۔ خصوصاً ان حالات میں، جن میں قریش مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے تیاری کر رہے تھے اور ان کی قوت کا کانٹا نکالنے کے لیے فوجیں اکٹھی کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

"ما کان للنبی ان یکون لہٗ اسریٰ حتّٰی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا، واللہ یرید الاٰخرۃ واللہ عزیز حکیم، لو لا کتاب من اللہ سبق لمسّکم فیما اخذ تم عذاب الیم"

فصل ششم

۞ مدینہ کی طرف فوج کی واپسی
۞ قیدیوں اور غنائم کے متعلق اختلاف
۞ مدینہ کو فتح کی خبر کیسے ملی؟
۞ مکہ کو شکست
۞ فتح کے بعد مدینہ کا عام موقف
۞ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش
۞ جزیرہ کے باشندوں پر فتح کا اثر
۞ تحلیل و تجزیہ، امید اور خاتمہ

غنائم کے متعلق اختلاف

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ تین دن بدر میں قیام کیا اور معرکہ کے مقام سے کوچ کرنے سے قبل، فوج میں غنائم کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا، جن لوگوں نے شکست کے بعد دشمن کا تعاقب کیا انھوں نے کہا ہم نے دشمن کو تم سے غافل رکھا۔ اور تم نے غنائم حاصل کر لیں اور کمان کے محافظ دستے نے کہا تم اس کے ہم سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ ہم نے اس وقت سامان لینا چاہا جب اس کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا لیکن ہم ڈر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ ہو جائے۔ پس ہم آپکی حفاظت کے لیے کھڑے رہے اور جن لوگوں نے غنائم جمع کیں وہ کہنے لگے یہ ہماری ہیں کیونکہ ہم نے ان پر قبضہ کر لیا ہے۔ جب اختلاف بڑھ گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے حکم دیا کہ سب سامان واپس کر دیا جائے تاکہ وہ اس کے متعلق غور کریں، اور ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ آسمان سے غنائم کی مشکل کا حل نازل ہوگیا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کو جانبازوں میں مساوی طور پر تقسیم کر دیا، اور یہ واقعہ سورۂ انفال کے نزول کے بعد کا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم۔ و اطیعوا اللہ ورسولہ۔ ان کنتم مؤمنین"

غنائم کی تقسیم کا کام راستے میں وادی صفراء کے درے کے قریب مضیق اور نازیہ کے درمیان ہوا، اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینہ واپس آرہے تھے۔[1]

فوج کی مدینہ کی طرف واپسی

بدر میں تین دن قیام کرنے کے بعد آپ نے فاتح فوج کو مدینہ کی طرف واپسی کا حکم دیا اور معرکہ کے مقام سے آپ نے دو ایلچیوں کو بھیجا کہ وہ پہلے مدینہ پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو فتح کی خوشخبری دیں۔ ان ایلچیوں میں سے ایک مہاجر تھا یعنی زید بن حارثہؓ اور دوسرا انصاری تھا یعنی عبداللہ بن رواحہ۔

نضر بن حارث کا قتل

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفراء پہنچے تو آپ نے نضر بن حارث بن کلدہ کے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ شخص بدر کے روز مشرکین کا علمبردار تھا اور اس جنگ کے بڑے مجرموں میں سے تھا اور اسلام کے خلاف سخت سازشیں کرنے والا تھا، اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ اس نضر کے متعلق اس کی بیٹی قتیلہ نے یہ مشہور اشعار کہے ہیں جو شاندار اور مؤثر اشعار میں شمار ہوتے ہیں ؎

---

[1] بدر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی بروز بدھ ۲۲ رمضان کو ہوئی۔

"اے سوار! اثیل مقام تک پانچویں روز کی صبح کو انسان پہنچ جاتا ہے اور تجھے اس کی توفیق دی گئی ہے، وہاں ایک مُردے کو پیغام پہنچا کہ جب تک اونٹنیاں آتی جاتی ہیں تجھے سلام پہنچتا رہے گا میری طرف سے تمہاری خدمت میں، آنسو بہانے والے نے ایک بہایا ہوا آنسو اور دوسرا گلے میں اٹک جانے والا آنسو بھیجا ہے، اگر میں آواز دوں تو کیا نضر میری آواز سُن لے گا، وہ مُردہ کیا سنے گا جو بات ہی نہیں کر سکتا؛"

"اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اپنی قوم کی بہترین عورت کی اولاد ہیں اور شریف خاندانی مرد ہیں، اگر آپ احسان کر دیتے تو یہ بات آپ کے لیے نقصان دہ نہیں تھی اور بعض اوقات نوجوان غصے میں بھی احسان کر دیتا ہے یا آپ فدیہ قبول کر لیتے تو عزیز ترین اور گراں قیمت چیزیں خرچ کر دی جاتیں جن لوگوں کو آپ نے قید کیا ہے نضر ان سب سے آپ کا زیادہ قریبی تھا اور اگر کوئی غلام آزاد ہو سکتا ہے تو وہ ان سب سے زیادہ آزادی کا حقدار تھا۔ بنی امیہ کی تلواریں اسے نوچنے لگیں، کیسے کیسے رشتے وہاں قطع کیے گئے، اسے باندھ کر موت کی طرف آزردہ حالت میں کھینچا گیا، اسے بیڑیوں میں باندھ کر کھینچا گیا حالانکہ وہ بندھا ہوا قیدی تھا۔"

بعض راویوں کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان فصیح اشعار کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا، اگر مجھے اس کے قتل سے قبل ان اشعار کی اطلاع مل جاتی تو میں اس پر احسان کرتا۔ اور ابن ہشام کی روایت اس روایت کی عدم صحت افادہ کرتی ہے اور یہ ایک معقول بات ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم اس لیے دیا کہ وہ قتل کا مستحق تھا۔ پس اشعار ایک جائز حکم تبدیل نہیں کر سکتے۔

عقبہ بن ابی معیط کا قتل

اور جب آپ عرق الظبیہ میں پہنچے تو آپ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ یہ بنی امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے تھا، اس کو عاصم[۱] بن ثابت بن ابی الافلح نے قتل کیا، اور بعض راوی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے قریش کی موجودگی میں قتل کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس نے مجھ سے کیا سلوک کیا ہے؟ ایک روز یہ میرے پاس آیا اس وقت میں مقامِ ابراہیم کے پیچھے سجدہ ریز تھا اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھا اور اسے ٹھوکے دینے لگا اور اس نے اس وقت اپنا پاؤں اٹھایا جب مجھے یقین ہو گیا کہ میری آنکھیں میرے سر سے الگ ہو جائیں گی۔

اور دوسری دفعہ یہ ایک بکری کی گندی اوجھڑی لے کر آیا اور اسے سجدہ کی حالت میں میرے سر پر ڈال دیا۔ پس حضرت فاطمہ[۲] آئیں اور انھوں نے اس سے میرے سر کو

---

[۱] عاصم بن ثابت بن الافلح انصاری، آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے اور یگانہ جانباز تھے، روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی رات اس کے ساتھیوں سے پوچھا تم کیسے لڑتے ہو؟ تو عاصم بن ثابت نے تیر کمان پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ جب دشمن دو سو ہاتھ سے قریب آجائیں تو تیر اندازی کرتا ہوں اور جب نیزے کی مار تک قریب آجائیں تو نیزہ بازی کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ نیزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جب نیزہ ٹوٹ جاتا ہے تو ہم تلواریں پکڑ لیتے ہیں اور شمشیر زنی ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لڑنے والے کے لیے جنگ اسی طرح نازل ہوئی ہے پس چاہیئے کہ وہ عاصم کی طرح لڑے۔ عاصم یوم الرجیع کو حجاز میں ہذیل کے علاقے میں دھوکے سے قتل ہوئے، یہ سنہ ۳ھ کا واقعہ ہے۔ مفصل واقعہ سیرت ابن ہشام میں بیان ہے۔

[۲] فاطمۃ الزہرا بنت امام المتقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (بقیہ صفحہ ۲۳۶ پر)

دھویا۔

جنگ کے مجرمین نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط، یہ دونوں واحد قیدی ہیں جنھیں بدر کے قیدیوں کے سامنے باندھ کر قتل کیا گیا یہ دونوں آدمی کفر و عناد اور سرکشی و حسد میں سب سے بڑھ کر تھے اور اسلام کے خلاف جنگ کے سب سے بڑے داعی اور لسے بھڑکانے والے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گردش روزگار کے منتظرین میں سے تھے اور ان کا باقی رہنا اسلام کے لیے بہت بڑے خطرے کا موجب بن سکتا تھا۔ خصوصاً ان جنگی حالات میں جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت گزر رہی تھی۔ یہ ان مجرموں میں سے تھے اگر انھیں چھوڑ دیا جاتا تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب، اور آپ کی دعوت کو نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اہانت کی اور آپ کو جو تکالیف دیں جبکہ آپ مکہ میں الگ تھلگ امن سے رہ رہے تھے، ان سے بڑھ کر ان کے کرتوتوں پر دلالت کرنے والی اور کوئی چیز نہیں۔

پس آپ نے اسلام کی نوخیز دعوت کی مصلحت کے فیصلہ کے مطابق دونوں کو قتل

(بقیہ صفحہ ۲۲۵) سب سے چھوٹی بیٹی اور آپ کو سب سے پیاری ہیں آپ کی ولادت تعمیر کعبہ کے وقت ہوئی، اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال تھی۔ حضرت علیؓ نے آپ سے ہجرت کے دوسرے سال کے اوائل میں شادی کی۔ اس وقت آپ کے باپؐ نے حضرت عائشہؓ سے جو شادی کی اس پر چار ماہ گزر چکے تھے۔ مؤرخین کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت فاطمہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل منقطع ہو چکی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کی عورتوں سے چار عورتیں افضل ہیں ۔ مریم، آسیہ، خدیجہ اور فاطمہ۔ حضرت فاطمہ کی وفات بروز منگل ۳ رمضان ۱۱ھ کو ہوئی۔

کر دیا، خصوصاً اس لیے کہ یہ دونوں معرکۂ بدر کی آگ بھڑکانے کے سب سے بڑے مجرم اور ذمہ دار تھے، جس میں قریش نے ظلم و سرکشی کرتے ہوئے حصہ لیا۔ اگر ان جیسے مجرم لیڈروں کا عناد نہ ہوتا جو اسلام دشمنی کے باعث مکہ کو مجبوراً جنگ کی طرف کھینچ لائے تو قریش اس معرکہ میں حصہ نہ لیتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کمینے قیدیوں کو فقط جرم کرنے کے باعث قتل کیا اور ان دونوں کے سوا دوسرے قیدیوں سے فدیہ قبول کیا اور بعض پر احسان کیا۔ قرآن کریم نے ان قیدیوں کے چھوٹنے پر عتاب کیا ہے جنھیں فدیہ اور احسان سے چھوڑا گیا تھا۔ وہ ان قیدیوں کے متعلق خونریزی کو پسند کرتا ہے اور قبولِ فدیہ پر قتل کو ترجیح دیتا ہے اور قولِ الٰہی میں یہ عتاب صریح طور پر بیان ہوا ہے۔ فرماتا ہے:۔

ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم[1]

قید ہونے کا یہ مفہوم نہیں کہ قیدیوں نے اپنی آزادی کے ایام میں جو جرائم کیے تھے ان کے متعلق عام معافی ہو گئی ہے۔ کبرائے مکہ کے ان کمینوں کا ماضی، اللہ اور اس کے رسول کی ایذا رسانی میں بہت بُرا ہے، ان کے مقام نے ان کو متکبر بنا دیا تھا اور یہ مکہ کے عوام کو جنگ کی طرف کھینچ لائے جس کا کوئی محرک موجود نہ تھا پس جب ہاتھوں نے ان کے گلوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو انھیں کیسے چھوڑ دیا جاتا[2]

غزوۂ بدر، مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان پہلا معرکہ تھا، مسلمان تھوڑے اور مشرک زیادہ تھے اور مشرک جانبازوں کی تعداد کا قتل اور قید کے ذریعے کم ہونا اس حالت میں ایک ایسا عظیم نفع ہے جس کی برابری مال نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر

---

[1] انفال: ۶۷، ۶۸ [2] نقد السیرۃ ص ۱۰۲

ایک دوسرے مفہوم کو بھی عقلوں اور دلوں میں بٹھانا ضروری ہے اور اس عظیم مفہوم کی طرف حضرت عمرؓ نے بڑی قطعیت اور وضاحت کے ساتھ اشارہ کیا ہے کہ "اللہ پر یہ امر واضح ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی محبت نہیں" ہمارا اندازہ ہے کہ ان دو بڑے سببوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بدر کے قیدیوں کا فدیہ لینا پسند نہیں کیا۔[1]

پس آپ نے اسی وقت دونوں قیدیوں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا اس حکم کی تنفیذ اس لیے ہوئی کہ قرآن کریم اس کی تنفیذ کا خواہاں تھا اور مسلمانوں کے جنگی حالات بھی، جن میں انھیں مجبور کر کے جنگوں میں لایا گیا، اس کا تقاضا کرتے تھے جن جنگوں کو ان باغیوں نے ہوا دی اور مسلمانوں کے گھروں کے نزدیک ان کی آگ بھڑکائی تھی۔

مبارکباد کے وفود جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم الروحاء پہنچے تو آپ کو مدینہ کے رؤساء، فتح پر مبارکباد دیتے ہوئے ملے اسلمہ بن سلامہ نے انھیں کہا، تم ان کو کس بات کی مبارکباد دیتے ہو؟ خدا کی قسم! ہم نے تو صرف بوڑھے اور گنجے اونٹوں سے جنگ کی ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا اے میرے بھتیجے! وہ تو اشراف تھے۔

اور اسید بن الحضیر (جو الروحاء میں مبارکباد دینے آئے تھے) نے کہا یارسول اللہ اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کو فتح دی اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا، یارسول اللہ! قسم بخدا، میرا بدر سے پیچھے رہنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ مجھے یقین تھا کہ آپ دشمن سے جنگ کریں گے۔ میں نے خیال کیا وہ ایک قافلہ ہے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ دشمن ہے تو میں کبھی پیچھے نہ رہتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نے

---

[1] فی ظلال القرآن، ج ۱۰، ص ۲۵ ٭

سچ کہا ہے۔

مدینہ کو فتح کی خبر کیسے ملی؟ معرکہ بدر کے وقوع کے وقت، مدینہ کے باشندے تین عناصر سے مرکّب تھے۔ مسلمان، یہودی اور منافقین۔

منافقوں اور یہودیوں کی تمنا تھی بلکہ ان کو توقع تھی کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کو شکست اور مشرکین کو فتح حاصل ہو گی، ان لوگوں نے.... مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری دینے والے کے پہنچنے سے قبل.... جھوٹی خبریں پھیلانے اور افکار کو پریشان کرنے کے لیے ایک دستہ منظم کیا، جنھوں نے معرکہ بدر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور آپ کی فوج کی تباہی کی خبر پھیلادی، اس دوران میں مسلمان افسردگی وغم کی کیفیت میں، جو انگارے سے بھی زیادہ گرم تھی، جنگ کی خبروں کا انتظار کر رہے تھے، اسی اثناء میں مسلمانوں کی شکست کی جھوٹی خبر کی نشرو اشاعت نے مدینہ کے اطراف کو اس صورت میں بھر دیا کہ قریب تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی نوخیز فوج کے متعلق خوف سے مسلمانوں کی عقلیں ماری جائیں کہ اچانک عبداللہ بن رواحہ اور زید[۵] بن حارثہ کی تکبیر و تہلیل کی آوازیں مدینہ

---

[۵] زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور ان کے غلام بننے کا واقعہ یوں ہے کہ ان کی والدہ اپنی قوم سے ملنے گئیں اور زید بھی اس کے ساتھ تھے کہ بنی قین کے سواروں نے جاہلیت میں بنی معن کے گھروں پر حملہ کر دیا اور زید کو اٹھا کر لے گئے اس وقت آپ چھوٹے بچے تھے اور انھیں عکاظ کی منڈی میں فروخت کر دیا اور انھیں حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لیے خرید لیا، جب حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی تو آپ نے زید، حضور علیہ السلام کو دیدیا، ان کا باپ حارثہ مکہ آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ آپ اس کا فدیہ قبول کریں اور اسے مجھے واپس کر دیں، آپ نے فرمایا اسے بلاؤ اور اسے اختیار دو، اگر وہ تم کو پسند کرے تو وہ بلا بغیر (بقیہ صفحہ ۲۴۰ پر)

کے اطراف میں گونجنے لگیں اور وہ مسلمانوں کی کامل فتح اور مشرکین کی تباہ کن شکست اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کے جلد سالم و غانم آنے کا اعلان کرنے لگے۔ پس مسلمانوں کے دل خوشی سے لبریز ہو گئے اور یہودیوں اور منافقوں کی جھوٹی خبروں کی اشاعت سے ان کے دلوں میں جو دل دہلا دینے والے خیالات پیدا ہو گئے تھے وہ سب کے سب زائل ہو گئے۔

باوجودیکہ مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی شکست کی خبر دینے والا پہنچ چکا تھا، پھر بھی یہودیوں اور منافقوں نے اس فتح کی خبروں کی تکذیب کی کوشش کی، جبکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی لے کر آیا تھا۔

پس وہ مسلسل جھوٹی خبریں اڑاتے رہے حتیٰ کہ ایک منافق نے زید بن حارثہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء پر سوار دیکھا تو ابولبابہ انصاری کی موجودگی میں کہنے لگا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں اور یہ ان کی اونٹنی ہے جسے ہم پہچانتے ہیں اور اس زید کو معلوم ہی نہیں کہ وہ ڈر کے مارے کیا کہہ رہا ہے۔ اور یہ شکست کھا کر آیا ہے اور یہودی بھی کہنے لگے کہ زید شکست کھا کر آیا ہے اور جھوٹی خبروں کی وسیع نشر و اشاعت کی وجہ سے بہت سے مسلمان، مسلمانوں کی فتح کی خبر کی تصدیق میں متردد ہو گئے۔

(بقیہ صفحہ ۲۳۹) فدیے کے بتھارا ہوا اور اگر اس نے مجھے پسند کیا تو خدا کی قسم جس نے مجھے پسند کیا میں اس پر دوسرے کو ترجیح نہیں دوں گا اور جب زید کو اختیار دیا گیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کیا اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے، زید خاندانِ نبوت میں رہے آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے ہیں پھر آپ مشہور سالاروں میں سے ہو گئے، آپ ان پہلے تین سالاروں میں سے ہیں جنھوں نے معرکہ موتہ کی فوج کو منظم کیا۔ آپ ان سالاروں میں سے سب سے پہلے شہادت پانے والے ہیں، آپ رومیوں کے خلاف معرکہ کی سالاری کرتے ہوئے قتل ہوئے۔

اسامہ[1] بن زید کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے پاس آیا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بدر سے فتح کی خبر دے کر بھیجا تھا) اور اسے علیحدگی میں کہا، جو آپ کہہ رہے ہیں کیا یہ سچ ہے؟ تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں جو کہتا ہوں سچ ہے، اسامہ کہتے ہیں، پس میرا دل قوی ہوگیا اور میں نے اس منافق کے پاس آکر اسے کہا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑانے والا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو ہم تجھے ان کے سامنے پیش کریں گے اور وہ تجھے قتل کردیں گے تو منافق لڑکھڑا کر کہنے لگا میں نے یہ بات لوگوں سے سُنی ہے۔

فاتح فوج کے ہراول دستے باوجودیکہ دونوں ایلچیوں (ابن حارثہ اور ابن رواحہ) نے مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی شکست کی خبر بڑے زور سے دی تھی، پھر بھی یہود اور منافقین، کانوں سے ٹکرانے والی واقعی فتح کی خبر کا مسلسل مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مجسم اور محسوس حقیقت نے جس کی موجودگی میں جھوٹی خبر کی اشاعت مفید نہیں ہوتی، ان کو گونگا کر دیا۔

---

[1] اُسامہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ کے بیٹے تھے، آپ اسلام میں پیدا ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت سے تھوڑا عرصہ قبل، اطرافِ شام میں جنگ کے لیے انھیں ایک عظیم فوج کی کمان عطا فرمائی، اسامہ نے اس فوج کی کمان اٹھارہ سال کی عمر میں سنبھالی، حضرت عمر بھی آپ کے جھنڈے تلے تھے۔ جیشِ اسامہ کے مدینہ چھوڑنے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اور وہ مدینہ کے نواح میں پڑاؤ کیے رہا حتی کہ ابوبکر کی بیعتِ خلافت ہوئی، پھر آپ نے اس فوج کو حکم دیا کہ وہ اسامہ کی کمان میں رسول اللہ کی مقرر کردہ جہت کی طرف مسلسل بڑھتا جائے۔ ہاں حضرت ابوبکر نے اسامہ سے ابن خطاب کے لیے اجازت طلب کی (آپ اس وقت ان کی فوج میں شامل تھے) کہ وہ مدینہ میں میرے ساتھ رہیں تو اسامہ نے اجازت دے دی۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد اسامہ فتنہ سے الگ رہے اور دونوں فریقوں سے علیحدگی پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوگئے۔

پس جب یہودیوں اور منافقوں نے فاتح محمدی فوج کے ہراول دستوں کو مدینہ کے راستوں میں بھیڑ کرتے دیکھا اور ان کے آگے آگے ظالم و سرکش قیدی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آرہے تھے اور ان کے چہروں پر شکست کی ذلت چھائی ہوئی تھی۔ تو وہ بہت شرمندہ ہوئے۔

جب یہودیوں اور منافقوں نے سہیل بن عمرو، عمرو بن ابی سفیان، عباس بن عبد المطلب نوفل بن حارث اور ولید بن مغیرہ وغیرہ کو، جو مکے کے سادات اور سالار تھے، دیکھا کہ ان کی مشکیں پیچھے کو کسی ہوئی ہیں اور وہ مشرک فوج کے قیدیوں کے درمیان چلتے ہوئے ٹھوکریں کھا رہے ہیں تو قریب تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کو متہم کرتے۔

حق بات یہ ہے کہ معرکہ بدر کا اختتام جس انجام پر ہوا وہ ایک عظیم واقعہ ہے جس سے جزیرۂ عرب ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہل گیا۔

فاتح رسول کا مدینہ میں داخلہ

فوج کے ہراول دستوں کے ساتھ قیدیوں کے مدینہ پہنچنے سے ایک روز قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی فوج کے سالار اور جنگی بورڈ کے ارکان آپ کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ مدینہ والوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا، یہودیوں اور منافقوں کے چہرے سیاہ ہوگئے اور بغض و کینہ ان کے ساتھ مخصوص ہوگیا، اور اس نے ان کی راست روی کا خاتمہ کر دیا۔

اسیروں سے سلوک

اسیروں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جماعت میں تقسیم کر دیا اور انھیں ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، ایک قیدی ابوعزیز جو مصعب بن عمیر کا بھائی اور بدر کے روز مشرکین کا علمبردار تھا، کہتا ہے کہ میں انصار کے ایک قبیلے میں تھا، یہاں تک کہ وہ بدر سے آگئے۔ جب انھیں صبح و شام کا کھانا ملتا تو وہ مجھے خاص طور پر روٹی دیتے اور خود کھجوریں کھاتے

کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ہمارے متعلق وصیت کی تھی اور جب کسی آدمی کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا آتا تو وہ مجھے دے دیتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے شرم آجاتی اور میں اسے واپس کر دیتا اور وہ اسے بغیر چھوئے مجھے واپس کر دیتا۔

اسیروں کے انجام کے متعلق اختلاف

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ٹھہر جانے کے بعد ایک بلند پایہ مجلس شورای منعقد کی، قیدیوں کے موضوع اور ان کے انجام کے فیصلے پر بحث کے لیے کبار صحابہ شامل ہوئے۔ اس مجلس میں ابوبکر، عمر، عثمان[1]، علی، عبداللہ بن رواحہ کبار صحابہ اور فاتح فوج کے سالار شامل ہوئے۔ اس مجلس کے ممبران نے اسیروں کے انجام کے متعلق اختلاف کیا۔ ایک فریق کی رائے تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے، اس فریق کے لیڈر حضرت عمر بن الخطاب تھے، آپ نے کہا:۔

"یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی ہے اور آپ کو نکالا ہے ان کو آگے کر کے ان کی گردنیں مار دو" اور حضرت عمر کی رائے میں نصف

---

[1] عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی قرشی، تعارف سے بے نیاز ہیں چوتھے خلیفہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کے خاوند ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آپ ہی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے، آپ بدر میں اپنی بیوی رقیہ کی بیماری کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے ان کی وفات اس روز ہوئی جب خوشخبری دینے والا، بدر میں سے مسلمانوں کی فتح کی خبر لے کر مدینہ آیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا حصہ لگایا اور آپ کا اجر بدری صحابہ کی طرح ہے آپ نے عمر بن الخطاب کے بعد خلافت سنبھالی۔ اس شورش میں آپ قتل ہوئے جسے مجرموں نے اٹھایا تھا اور آج تک مسلمان اس کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں آپ ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ کو قتل ہوئے۔ مجرموں نے آپ کو ۸۲ سال کی عمر میں قتل کیا۔

حصہ عبداللہ بن رواحہ انصاری نے ڈالا اور کہا "یا رسول اللہ! میں ایندھن کی ایک وادی کو دیکھ رہا ہوں، میں انھیں اس میں داخل کروں گا۔ پھر ان پر آگ جلا دوں گا۔"

عباس بن عبدالمطلب (جو ایک قیدی تھے) یہ بات سن رہے تھے، انھوں نے ابن رواحہ سے کہا تو نے اپنا رشتہ کاٹ دیا ہے۔

دوسرے فریق کی رائے تھی کہ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے، اس فریق کے لیڈر حضرت ابوبکر صدیق تھے، آپ نے کہا

"یا رسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور آپ کے اہل ہیں، ان پر رحم کیجیے اور ان سے نرم سلوک کیجیے، شاید اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرما دے۔"

آخری فیصلہ فریقین کی رائے معلوم کرنے کے بعد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے اجتہاد کی تعریف کی۔ آپ نے پہلے فریق کی رائے کو، جو قیدیوں کے قتل کا خواہاں تھا، حضرت نوح علیہ السلام کی رائے سے تشبیہ دی جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی تباہی کا مطالبہ کیا تھا کہ

"رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا"[1]

اور دوسرے فریق کی رائے کو، جو قیدیوں سے نرم سلوک کا خواہاں تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی جنھوں نے اپنی قوم کے بارے میں کہا کہ

"ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم"[2]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو آراء کے درمیان ایک درمیانی رائے اختیار کی۔ آپ نے قیدیوں کو قتل اور فدیہ کے درمیان اختیار دے دیا، آپ نے انھیں فرمایا، آج تم محتاج ہو، تم میں سے کوئی شخص قتل یا فدیہ کے بغیر نہیں بچ سکتا۔ اس طرح اسیروں کی

---

[1] نوح: ۲۵ [2] مائدہ ۱۱۸

شکل کا خاتمہ ہوا اور مدینہ نے مکہ کو اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا اور اس کے بعد اس کی اساس پر تمام قیدیوں کی آزادی کا معاملہ طے ہوا، یا تو اس فدیہ کی ادائیگی کے ذریعے جسے مالداروں نے ادا کیا اور یا اس احسان کے ذریعے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور آپ نے بعض قیدیوں کو ان کے فقر کی وجہ سے بغیر فدیہ کے بھی چھوڑ دیا۔ اسی طرح آپ نے تعلیم یافتہ قیدیوں سے معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اس کے عوض میں ان کو آزاد کر دیا جائے گا۔

اسیروں کے معاملے میں آیتِ عتاب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق جو فیصلہ صادر کیا اس کے بعد آسمان سے وحی نازل ہوئی جس میں اس فیصلے کے متعلق عتاب پایا جاتا تھا۔

حضرت عمر بن الخطاب روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے پاس گیا اور وہ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کہ کونسی بات آپ کو اور آپ کے ساتھی کو رُلا رہی ہے؟ اگر مجھے رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر نہ آیا تو تکلف سے روؤں گا۔ آپ نے فرمایا اس بات کی وجہ سے رو رہا ہوں جو آپ کے ساتھیوں نے ان سے فدیہ لینے کے متعلق مجھے پیش کی تھی۔ مجھ پر تمھارا عذاب پیش کیا گیا جو اس قریبی درخت سے بھی زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"ما کان لنبیّ ان یکون لہ اسریٰ حتّٰی یثخن فی الارض" الآیۃ

مکہ کو اپنی فوج کی شکست کی خبر کیسے ملی

بدر کے روز، مشرکین مکہ کے تقریباً ساڑھے آٹھ سو جانباز تباہ کن شکست سے تہامہ کی وادیوں اور گھاٹیوں میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے میدان کارزار سے بھاگ گئے اور خوفزدہ ہو کر مکہ کی جانب چلے گئے، ان میں سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ

اپنے دشمنوں کی قلت اور اپنی کثرت کے باوجود شکست کھاتے پر شرمندگی سے کس طرح مکہ میں داخل ہوگا۔ جس وقت مدینہ نے مسلمانوں کی فتح کی خبر خوشی و مسرت سے حاصل کی، مکہ اپنی شکست کی پہلی خبروں کے حصول کی وجہ سے سخت خوفزدہ تھا اور اس کے باشندوں کی عقلوں کے لیے اس حد تک ان خبروں کی تصدیق مشکل تھی کہ انھوں نے ہزیمت کی خبروں کے ناقل اول پر جنون کا اتہام لگایا، ان کے دل میں یہ خیال بھی نہ آسکتا تھا اور نہ ہی وہ یہ تصور کر سکتے تھے کہ ایک ہزار جانباز جن میں قریش کے بہترین جوان اور ماہر ترین سالار اور شجاع ترین لیڈر شامل تھے۔ مدینہ کے تین سو جانبازوں کے سامنے، جن پر مکی فوج ہر چیز میں کئی گنا فوقیت رکھتی تھی، اس رسوا کُن صورت میں منتشر ہو جائیں گے۔

اگر اس میں عقل ہے تو اس سے پُوچھو

سب سے پہلے حیسمان بن ایاس خزاعی نے جو ایک بھگوڑا، اور میدانِ کارزار سے سب سے پہلے آنے والا تھا، اہل مکہ کو ان کی فوج کی شکست کی خبر سنا کر ان کے کانوں کو کھٹکایا، اہل مکہ اس کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ اور انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہو کر افسوس کے لہجہ میں اس سے جنگ کے نتیجے کے متعلق پوچھا اور ان میں سے ایک نے کہا اے حیسمان! تیرے پیچھے کیا ہے؛ تو اس نے انھیں ڈھٹائی سے زبان باہر نکال کر ان کی فوج پر نازل ہونے والی تباہ کن شکست کی خبر سنائی، اسی دوران میں کہ وہ انھیں مکہ کے قتل ہونے والے زعماء اور لیڈروں کے نام گن گن کر بتا رہا تھا کہ صفوان[1] بن امیہ اس کے پاس

---

[1] صفوان بن امیہ بن خلف الجمحی القرشی، اس کا باپ بدر کے روز مشرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا اور ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے فتح مکہ کے روز خندمہ میں مقاومت کی، یہ اسلام کا شدید ترین دشمن اور ان لوگوں میں شامل تھا جن کے قتل کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباح قرار دیا تھا۔۔ (بقیہ صفحہ ۲۴۷ پر)

آکھڑا ہوا۔۔۔ یہ ان زعمائے مشرکین میں سے تھا جو بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔۔۔ اور اس نے حیسمان سے فقط شکست کی خبر سنتے ہی حاضرین کو تاکید کردی، کہ یہ مجنون ہے اور اس بات کو مؤکد کرتے ہوئے انھیں کہنے لگا، اگر اس میں عقل ہے تو اس سے میرے متعلق پوچھو، لوگوں نے اسے کہا، صفوان بن امیہ نے کیا کہا؛ اس نے کہا، وہ اس وقت پتھروں پر بیٹھا ہوا ہے، میں نے اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ پس اہل مکہ شرمندہ ہوئے اور صدمہ کے خوف سے لوگ ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

اور ابوسفیان[1] بن حارث کی آمد نے اس بات کو مزید مؤکد کردیا، وہ ان سالاروں میں سے تھا جنھوں نے بدر کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دستوں کو منظم کیا تھا۔ اس نے مکی فوج کی شکست کے متعلق حیسمان کی نشر کی ہوئی خبر کی تائید کردی۔

(بقیہ صفحہ ۲۴۶) خواہ وہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے ہوں، یہ فتح مکہ کے روز بھاگ گیا۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کردیا اور یہ مکہ لوٹ آیا اور اسلام لانے سے قبل جنگ حنین میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوا۔ پھر بہت اچھی طرح اسلام لایا۔ یہ جاہلیت کے اسخیاء اور فصحاء میں سے تھا۔ معرکہ یرموک میں شامل ہوا اور ایک سوار دستے کا سالار تھا۔ حضرت عثمان کے قتل کے روز مدینہ میں فوت ہوا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمزاد اور رضاعی بھائی تھا ان دونوں کو حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والوں اور آپ کی ہجو کرنے والوں میں شامل تھا یہ مسلمانوں کو شدید تکلیف دیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے سال اسلام لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکہ حنین میں شامل ہوا اور آپ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھا۔ وفات ۱۵ھ کو ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ۲۰ھ کو ہوئی۔

ابولہب کے دل پر شکست کا اثر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ابورافع[1] بیان کرتا ہے کہ میں ایک کمزور آدمی تھا اور تیر بنایا کرتا تھا اور انھیں زمزم کے حجرے میں تراشا کرتا تھا۔ خدا کی قسم! میں بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ کا چچا ابولہب آگیا اور کسی تکلیف کی وجہ سے اپنا پاؤں گھسیٹ رہا تھا اور آکر حجرے کی رسیوں پر بیٹھ گیا اور اس کی پشت میری پشت کی جانب تھی، اسی اثناء میں کہ وہ بیٹھا ہوا تھا، لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ابوسفیان ابن حارث آگیا ہے، ابولہب بن عبدالمطلب نے اسے کہا میری طرف آ۔ میری زندگی کی قسم تیرے پاس خاص خبر ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ بیٹھ گیا اور لوگ اس کے پاس کھڑے ہو گئے، اس نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھے بتاؤ کہ لوگوں کا کیا حال تھا۔ ابن حارث نے کہا خدا کی قسم! ہمارا ایسے لوگوں سے پالا پڑا جن کو ہم نے اپنے کندھے دے دیے کہ وہ جس طرح چاہیں ہمیں قتل کریں اور جس طرح چاہیں، ہمیں قید کر لیں۔ اور خدا کی قسم! ہمیں زمین و آسمان کے درمیان سفید آدمی، ابلق گھوڑوں پر ملے، خدا کی قسم، ان کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی، ابورافع کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حجرے کی رسیاں اٹھائیں اور کہا خدا کی قسم! یہ فرشتے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میرے منہ پر زور سے تھپڑ مارا۔ میں نے اس کا مقابلہ کیا تو اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر دے مارا، پھر مجھ پر بیٹھ کر مجھے مارنے لگا۔ میں کمزور آدمی تھا، پس ام الفضل[2] (عباس بن عبدالمطلب کی بیوی) نے حجرہ کی ایک لکڑی

---

[1] ابورافع، سعید بن عاص بن امیہ کا غلام تھا اس نے اپنے تمام بیٹوں کا حصہ، سوائے خالد بن سعید کے آزاد کر دیا اس نے اپنا حصہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا تھا پس آپ نے اسے آزاد کر دیا، ابورافع کہا کرتا تھا کہ میں رسول اللہ کا غلام ہوں۔

[2] ام الفضل، ان کا نام لبابہ بنت حارث الھلالیہ تھا کہتے ہیں کہ یہ حضرت خدیجہؓ کے بعد (بقیہ ص ۲۴۹ پر)

لے کر اسے مارا جس سے اس کے سر میں سخت زخم ہوگیا اور کہنے لگیں، اس کا آقا یہاں نہیں اس لیے تو نے اس کو کمزور سمجھ لیا ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر ذلت کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور خدا کی قسم! وہ صرف سات راتیں زندہ رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پھنسی نکالی جس نے اسے مار دیا۔[۱]

بدر کے مقتولین پر نوحہ کرنے کی ممانعت جب قریش کو جنگ کے نتیجے کے متعلق یقین ہوگیا اور مکہ کے ہر گھر نے اپنی مصیبت کو جان لیا تو ماتم برپا ہونے لگے ... یہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جسے اسلام نے دور کر دیا ہے .... قریش نے اپنے مقتولین پر تھوڑا عرصہ نوحہ کیا اس کے بعد مکہ کے لیڈروں نے حکم جاری کیا کہ کوئی شخص اس معرکہ کے کسی مقتول پر قطعًا

(بقیہ صفحہ ۲۴۸) اسلام لانے والی پہلی عورت ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سگی بہن میمونہ سے شادی کی آپ رواۃ حدیث میں سے ہیں، بہت سے صحابہ نے آپ سے احادیث لی ہیں۔ ام الفضل صاحب شرف عورتوں میں سے تھیں۔ حضرت عثمان کی خلافت میں اپنے خاوند عباس سے قبل فوت ہوئیں۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] الکامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۹۲ ... ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ جب ابولہب مرگیا تو اس کے دونوں بیٹوں نے اس کی موت کے بعد تین دن تک اسے بے گور وکفن پڑا رہنے دیا اور دفن نہ کیا یہاں تک کہ وہ بدبودار ہوگیا اور قریش پھنسی سے یوں بچنے لگے جیسے طاعون سے بچتے ہیں۔ حتیٰ کہ قریش نے ان دونوں سے کہا تمھارا برا ہو کیا تمھیں شرم نہیں آتی کہ تمھارا باپ اپنے گھر میں بدبودار ہوگیا ہے اور تم اسے دفن نہیں کرتے؟ ان دونوں نے جواب دیا ہم اس زخم کے متعدی ہونے سے ڈرتے ہیں، ان لوگوں میں سے ایک نے کہا تم دونوں چلو میں تمھاری مدد کرتا ہوں، خدا کی قسم، انھوں نے اسے غسل نہیں دیا مگر دور سے اس پر پانی پھینک دیا۔ وہ اس کے قریب نہیں ہوتے تھے۔ پھر وہ اسے اٹھا کر مکہ کے بالائی حصے میں لے گئے اور ایک دیوار سے اس کی ٹیک لگا دی۔ پھر اس پر پتھر چن دیے۔

نوحہ نہ کرے اور لوگ صبر کا دامن تھامے رہیں تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے
اصحاب خوش نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ معرکہ بدر میں مکہ کی مصیبت ایک خوفناک
مصیبت تھی، اس کو اپنی طویل تاریخ میں اس قسم کی مصیبت سے واسطہ نہیں پڑا
کیونکہ کوئی گھر ایسا نہ تھا جو بیٹے، خاوند، بھائی، باپ یا کسی قریبی کے ماتم سے بچا
اس بات نے زعمائے مکہ کو خوفزدہ کر دیا کہ وہ اس شہر کے پہاڑوں سے بیٹوں کو
دینے والی نوحہ گر عورتوں کی آوازوں کو بار بار سنیں. مکہ ایک کنارے سے دوسرے
کنارے تک ایک خوفناک ماتم میں تبدیل ہو گیا اور انھوں نے جس طرح کا نوحہ کیا
اس سے مضبوط ترین اعصاب کا آدمی بھی ڈانواں ڈول ہو جاتا تھا۔

پس ان زعماء نے ایک امتناعی حکم جاری کیا جس کے بموجب انھوں نے بند
مقتولین پر رونے سے روک دیا تاکہ مسلمان ان پر خوش نہ ہوں۔

اس مصیبت کا خوف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ بعض اشرافِ مکہ نے اپنے کئی
بیٹے اس معرکہ میں کھو دیے جسے ابوجہل کے غرور و تکبر نے بغیر کسی جواز کے شعلہ ور
کیا تھا۔

اس معرکہ میں صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ اور اپنے بھائی علی بن امیہ کو
کھو دیا اور ابوسفیان بن حرب نے اپنے بیٹے حنظلہ کو کھو دیا اور اس کا بیٹا قید ہوا
اور عکرمہ بن ابوجہل نے اپنے باپ ابوجہل (جس کا نام عمرو بن ہشام تھا) اور اپنے
چچا عاص بن ہشام کو کھویا اور خالد بن ولید نے اپنے بھائی ولید بن ولید کو کھویا

کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے؟

اس معرکہ میں سب سے زیادہ تکلیف اسود بن المطلب کو
پہنچی، اس نے اس معرکہ میں بیک وقت اپنے تینوں بیٹے کھو دیے، اس کے بیٹے زمعہ[1]

[1] زمعہ بن اسود بن المطلب یہ ان پانچ شرفاء میں سے تھا جنھوں نے اس اقتصادی ناکہ بندی کے دستاویز ... پھاڑ

عقیل اور حارث اس معرکہ میں قتل ہو گئے، اسود اپنی قوم کا عمر رسیدہ شیخ اور سردار تھا جب اسے اپنے تینوں بیٹوں کا قتل یاد آتا تو غم اس کے اندرون کو جلا کر رکھ دیتا وہ چاہتا تھا کہ اگر زعمائے مکہ اسے اپنے بچوں پر اعلانیہ رونے کی اجازت دیدیں تو اس پر غم کا دباؤ کم ہو جائیگا۔ وہ اپنے بیٹوں کے غم کی وجہ سے سو بھی نہ سکتا تھا اسی حالت میں اس نے رات کو ایک نوحہ گر عورت کی آواز سُنی تو اسے امید پیدا ہوئی کہ اسے بھی اپنے بیٹوں پہ نوحہ کرنے کی اجازت مل جائے گی، اسود کی نظر ختم ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا دیکھو، کیا رونے کی اجازت ہو گئی ہے یعنی کیا مقتولین بدر پر رونے کی پابندی اُٹھ گئی ہے؟ کیا قریش اپنے مقتولوں پر روتے ہیں، تاکہ میں بھی اپنے بیٹے زمعہ پر روؤں.... یہ بیٹا اسے بڑا محبوب تھا ... کیونکہ میرا اندرونہ جل چکا ہے۔

غلام، حالات معلوم کرنے گیا پھر اپنے آقا کو خبر دینے گیا کہ پابندی ابھی تک قائم ہے اور نوحہ کرنے والی ایک عورت ہے جو اپنے گمشدہ اونٹ پر گریہ کناں ہے پس سفید کنپٹیوں والے شیخ کے غم جوش زن ہو گئے اور اس کے آنسو رواں ہو گئے اور اس نے اپنی ذہانت سے معلوم کر لیا کہ گمشدہ اونٹ کی مالکہ حقیقت میں اپنے اونٹ پر نہیں روتی بلکہ اس نے اس کے ضیاع کو اپنے مقتول پر رونے کا بہانہ بنایا ہے جسے اس نے معرکہ بدر میں کھویا ہے، اس نے ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے ؎

"کیا وہ اس لیے روتی ہے کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے اور بے خوابی
اسے سونے نہیں دیتی، وہ اونٹ پر نہیں روتی بلکہ بدر پہ روتی ہے

(بقیہ صفحہ ۲۵۰) خاتمہ کے لیے کوشش کی جو قریش نے ہجرت سے قبل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور بنی ہاشم اور بنی المطلب پر لاگو کی ہوئی تھی۔

جس میں تصیبے ٹھہر گئے ہیں۔"

اسیروں کا فدیہ

اس طرح مکہ ایک عرصہ تک خوف و غم کی حالت میں رہا، جب اس کے بعد دلوں سے غم کی آندھیاں کم ہوئیں تو مشرکین مکہ اپنے ستّر اسیروں کے انجام کے متعلق غور و فکر کرنے لگے جو ابھی تک مدینہ کے پڑاؤ میں پڑے تھے۔ اسی دوران میں انھیں مدینہ کی مجلسِ اعلیٰ کے اس فیصلہ کی اطلاع مل گئی جو اس نے قیدیوں کے متعلق کیا تھا، یہ فیصلہ انھیں اختیار دیتا تھا کہ وہ ان کے قتل یا ان کی طرف سے فدیہ کی ادائیگی کا فیصلہ کر لیں جس کی مقدار ہر قیدی کے متعلق چار ہزار درہم کی تھی۔ اس موقع پر مکہ نے مدینہ سے رابطہ قائم کیا اور اس کے نمائندے قیدیوں کو چھڑانے اور ان کی طرف سے فدیہ ادا کرنے کے لیے مدینہ آنے لگے۔

عباس بن عبد المطلب نے اپنا فدیہ کیسے ادا کیا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبد المطلب بھی ایک قیدی تھے اور وہ قریش کے سرمایہ داروں میں سے تھے، انھوں نے اپنا فدیہ خود ادا کیا، اسی طرح آپ نے اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم کا بھی فدیہ ادا کیا[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فدیہ کی ادائیگی کا حکم دیا تو آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوچھا، وہ مال کہاں ہے جو آپ نے ام الفضل کے پاس رکھا ہے اور آپ نے اسے کہا ہے کہ اگر میں مر گیا تو فضل کے لیے اتنا اور عبید اللہ کے لیے اتنا ہوگا، آپ نے

---

[1] عباس نے اپنا اور اپنے دونوں بھائیوں اور اپنے حلیف کا جو فدیہ ادا کیا اس کی مقدار سونے کے سو اوقیے تھی اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر قیدی کی طرف سے ادا کیے جانے والے فدیے کی مقدار ۲۵ اوقیے تھی۔

کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو اس مال کے متعلق کوئی علم نہیں، اور مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور انھوں نے اپنا اور اپنے دونوں بھائیوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ دیا۔[1]

معرکہ بدر کے دوران مسلمانوں نے عباس بن عبدالمطلب کو قید کرتے وقت ان سے چالیس سنہری اوقیے لے کر ان پر قبضہ کر لیا تھا اور جب فدیے کے ذریعے قیدیوں کی رہائی کا وقت آیا تو عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ سونے کی جو مقدار، بدر کے روز ان سے لی گئی ہے اسے فدیہ سے منہا کیا جائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مطالبے کو رد کر دیا اور فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ یہ چیز ہمیں اللہ تعالےٰ نے دی ہے (یعنی وہ مسلمان جانبازوں کے قبضہ کے بعد غنیمت بن گئی ہے)[2]

زینبؓ دختر رسولؐ اور اس کا اسیر خاوند

ان قیدیوں میں ابوالعاص بن الربیع ابن عبد شمس، زینب دختر رسول کا خاوند بھی شامل تھا۔ اس کی ماں ہالہ بنت خویلد، ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی بہن تھی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ اپنی بیٹی زینب کو ابوالعاص سے بیاہ دیں تو آپ نے ایسا کر دیا۔

یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اس وقت زینب اور ابوالعاص

---

[1] الکامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۹۲۔

[2] ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ ہماری خواہش ہے کہ عباس کو قرابتِ رسول کی وجہ سے فدیہ معاف کر دیا جائے اور مفت رہا کر دیا جائے آپ نے اس بات کو رد کر دیا اور عباس کو دوسرے قیدیوں کی طرح فدیہ دینے کا مکلف کیا۔

دونوں شرک پر قائم تھے پس جب وحی نازل ہوئی، زینب اپنے باپ پر ایمان لے آئی اور ابوالعاص اپنے شرک پر قائم رہا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل، مکہ میں مغلوب ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان جدائی نہ کروا سکتے تھے۔

جب ابوالعاص بن الربیع قید ہو گئے تو آپ کی زوجہ زینب نے (جو مکہ میں تھی) اس کے فدیے میں اپنا ایک ہار بھیجا جسے حضرت خدیجہؓ نے رخصتی کے دن آپ کو جہیز میں دیا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر سخت رقت طاری ہو گئی اور آپ نے مسلمانوں سے کہا اگر تم زینب کے اسیر کو آزاد کرنا اور اس کے ہار کو واپس کرنا مناسب سمجھتے ہو تو ایسا کر لو، تو انھوں نے ان کے خاوند کو رہا کر دیا اور ان کا ہار بھی انھیں واپس کر دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ وہ زینب کو مدینہ بھیج دے تو اس نے ایسا کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان جدائی کروا دی۔ اور جب ابوالعاص مسلمان ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جدید نکاح کے ساتھ زینب اسے واپس کر دی۔

اس کے دونوں اگلے دانت نکال دیجیے تاکہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے

قیدیوں میں سہیل[۱] بن عمرو بن عبد شمس عامری بھی شامل تھا، یہ بڑا دلیر اور اشراف مکہ میں سے تھا، اور قریش کا مشہور خطیب تھا اور دعوتِ اسلام سے لڑائی میں اس کی مشہور تقاریر کا بڑا

---

[۱] یہ سہیل وہ ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (قریش کی نیابت کرتے ہوئے) صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا تھا، یہ مکہ کے سادات میں سے تھا، بدر کے روز مالک بن الدخشم نے اسے قید کیا۔ فتح کے سال سہیل نے بہت اچھی طرح اسلام قبول کیا، صوم وصلوٰۃ اور صدقہ کا بہت پابند تھا۔ معرکہ یرموک میں شہید ہوا۔

تھا، یہی وجہ ہے کہ جب اس کے فدیہ کی ادائیگی کا وقت آیا اور اس کی رہائی کا فیصلہ
کیا تو حضرت عمر بن الخطاب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپیل کی کہ آپ اسے
ما عیب لگا دیں جس کے بعد وہ آپ کے خلاف تقریر کرنے کی طاقت نہ رکھ
ے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے دونوں اگلے دانت نکال دیجیے تاکہ
ی جگہ کھڑے ہو کر کبھی آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے، آپؐ نے ابن خطاب کی
ب رد کر دی اور فرمایا:۔

"میں مُثلہ نہیں کرتا، اللہ میرا بھی مثلہ کر دے گا خواہ میں نبی ہوں، پھر آپ
نے حضرت عمر سے فرمایا اسے چھوڑ دو، شاید یہ آپ کی حمد کے مقام پر
کھڑا ہو جائے۔"

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کے قابلِ تعریف مُوقف کے بارے میں
ت اشارہ فرمایا اور یہ نبوت کی علامات میں سے ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
وفات کے وقت بعض اہلِ مکہ نے اسلام سے ارتداد اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور
زورِ ایمان منتظرین کے ہاتھوں فتنہ اپنے سینگ نکالنے لگا تو جب سہیل کو اس بات
اطلاع ملی.... آپ مطاع، شجاع اور بارعب سردار تھے.... تو آپ تقریر کرنے
ڑے ہو گئے اور آپ نے بڑی عقلمندی اور قطعیت کے ساتھ کہا:

"اے اہل مکہ! اسلام قبول کرنے میں آخری اور ارتداد اختیار کرنے میں پہلے
آدمی نہ بنو۔ خدا کی قسم! جس کے معاملے نے ہمیں مضطرب کیا خواہ وہ کوئی
ہو، ہم اسے قتل کر دیں گے".... آپ کے اس دلیرانہ موقف کا، فتنہ کو
اس کے گہوارے میں ختم کرنے کے متعلق بڑا اثر ہوا۔

گر ناراض ہو تو اپنے آپ پر ناراض ہو

سہیل بن عمرو بڑے راست گو آدمی تھے
ایک دفعہ لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے

دروازے پر حاضر ہوئے، جن میں سہیل بن عمرو، ابوسفیان بن حرب اور قریش کے کچھ شیوخ بھی تھے، پس آپ کی طرف سے اجازت دینے والا اہل بدر کو اجازت دینے لگا۔ یعنی صہیب رومی، بلال حبشی اور اہل بدر کو، اور حضرت عمران سے محبت رکھتے تھے اور انھوں نے ان کے متعلق حکم بھی دیا ہوا تھا، ابوسفیان کہنے لگا، میں نے کبھی آج کی مانند صورت حال نہیں دیکھی۔ وہ ان غلاموں کو اجازت دیتے ہیں، اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ہماری طرف التفات ہی نہیں کرتے، تو سہیل بن عمرو نے کہا:

"اے لوگو! خدا کی قسم! میں نے تمھارے چہروں کے تاثرات معلوم کر لیے ہیں اگر تم ناراض ہو تو اپنے آپ پر ناراض ہو، ان لوگوں کو اور تمھیں دعوت دی گئی انھوں نے جلدی کی اور تم نے دیر کی، خدا کی قسم! جس فضل کو انھوں نے تم سے پہلے حاصل کیا ہے وہ تمھارے اس دروازے سے چلے جانے سے تم پر زیادہ گراں ہے جس میں تم رغبت کر رہے ہو، پھر کہا، اے لوگو! تمھیں معلوم ہے کہ ان لوگوں نے تم سے سبقت کی ہے، خدا کی قسم! جس امر میں انھوں نے تم سے سبقت کی ہے اس تک پہنچنے کے لیے تمھارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے، دیکھو یہ جہاد ہو رہا ہے اس میں شامل ہو جاؤ شاید اللہ تعالیٰ تمھیں شہادت سے سرفراز فرما دے"۔ پھر آپ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور شام چلے گئے اور اپنی بیٹی ہند کے سوا، اپنے اہل کی جماعت کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شام کی طرف چلے گئے، اور سب کے سب وہیں مر گئے۔

جزیرہ کے باشندوں پر معرکے کا اثر مسلمانوں کی فیصلہ کن فتح کے ساتھ معرکہ بدر کا اختتام ہو گیا۔ جس نے عرب ممالک میں قریش کی عسکری اور سیاسی شہرت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس معرکہ میں

مسلمانوں کی غیر متوقع فیصلہ کن فتح سے تمام عرب ششدر رہ گئے اور یہودیوں ، اور منافقوں کو یہ فتح مبین بہت بُری لگی، اگرچہ کفر کی پارٹیوں کو اس معرکہ میں مسلمانوں کی فتح کی خبر مختلف اندازسے ملی، پھر بھی ان میں اس کا غم عام تھا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کھڑے ہونے پر اتفاق پایا جاتا تھا، پس سب نے اس امر پر پختہ ارادہ کرلیا کہ وہ دوسری بار مسلمانوں کو کسی قسم کی فتح حاصل نہ کرنے دیں جو ان کی قوت و شوکت میں اضافے کا باعث ہو۔ مگر اس فتح کے بعد یہ دشمن، اپنے برتاؤ میں، مسلمانوں کے مقابلہ میں مختلف ہو گئے اور ہر فریق اس طریق کے مطابق جسے وہ اپنے مقصد تک پہنچنے کا کفیل سمجھتا، مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان کی جمعیت کو پریشان کرنے اور ان کی طاقت کو ختم کرنے کے لیے کام کرنے لگا۔

مکہ شکست کے بعد جب شکست نے اہل مکہ کی کبریائی کو خاک میں ملادیا اور ان کے غرور کی ناک کاٹ دی تو اس کے باوجود انھوں نے عاجزی اختیار نہ کی اور وہ مکہ میں پیچ وتاب کھانے لگے اور اپنے مقتولوں پر رونے لگے اور اپنے دلوں کے زخموں کا علاج کرنے لگے اور جب انھیں صدمہ کے خوف سے افاقہ ہوا تو مسلمانوں کی طرف سے دی گئی شکست کی عار کو دُور کرنے کے لیے مسلسل اجتماعات اور کانفرنسیں منعقد کرنے لگے تاکہ کسی ایسے طریقے پر غور کرسکیں جس سے یہ داغ دھویا جاسکے، ان کانفرنسوں نے انھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے بُغض وکینہ رکھنے میں زیادہ کردیا۔ پس انھوں نے عام تیاری کا اعلان کردیا جس کے نتیجے میں اُحد کا خوفناک معرکہ ہوا اور شکست نے ان مسلمانوں پر ان کے غصے کو بڑھادیا جو مکہ میں ان کے درمیان رہتے تھے اور وہ اہلِ مکہ میں سے اسلام میں داخل ہونے والوں پر تشدد کرنے لگے اور انھیں زیادہ عذاب دینے لگے اور ان پر مزید ظلم کرنے لگے۔ اس وقت مکہ میں ہر مسلمان اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتا

تھا کیونکہ وہ کمزور اور عاجز تھا اور عذاب اور اہانت کا نشانہ تھا کیونکہ وہاں مشرکین کی حکومت تھی۔

معرکے کے بعد مدینہ کا موقف مدینہ میں بالکل اس کے برعکس معاملہ تھا..... غلبے کے نقطہ نگاہ سے ..... معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کا اختیار ہی نافذ تھا، جس کی وجہ سے بہت سے غیر مسلموں نے، دل میں اسلام سے بغض رکھنے اور مسلمانوں کے متعلق خفیہ سازشیں کرنے کے باوجود بظاہر اسلام قبول کر لیا، ان لوگوں کے ہراول میں نفاق کا سرخیل عبداللہ بن ابی بن سلول[۵] تھا جس نے معرکہ بدر کے بعد اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ اسلام کا اعلان کر دیں۔ یہ بات اس نے اس وقت کہی جب اس نے معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کی قوت کو بڑھتے دیکھا .... یہ معاملہ مضبوط ہو گیا ہے اور اس کے ازالے کی کوئی خواہش نہیں رہی۔ پھر اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور اس کی پیروی میں اس کی تمام منافق پارٹی نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ مگر باطن میں وہ اسلام کے متعلق گردشوں کے

---

[۵] عبداللہ بن ابی بن مالک بن حارث بن عبید الخزرجی، ابوالحباب، جو ابن سلول کے نام سے مشہور ہے۔ سلول اس کے باپ کی دادی ہے۔ اہل مدینہ میں اسلام کے اندر منافقین کا سرخیل تھا اور خزرج کی جاہلیت کے آخر میں ان کا لیڈر تھا۔ اس نے تقیۃً جنگ بدر کے بعد اسلام کا اظہار کیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے لیے تیار ہوئے تو ابن ابی تین سو آدمیوں کے ساتھ آپ سے علیحدہ ہو گیا۔ اور انھیں واپس مدینہ لے آیا۔ اور غزوۂ تبوک کے موقع پر بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ جب کبھی مسلمانوں پر مصیبت آتی تو یہ خوش ہوتا اور ان کی کسی کمزوری کے متعلق جب سنتا تو اسے نشر کرتا۔ اس کے ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ مدینہ میں ۹ھ کو فوت ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، ابن خطاب یہ رائے نہیں رکھتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی (ولا تصل علیٰ احدٍ منہم)

منتظر رہے۔ اوران منافقین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے تنگ کرنے میں) جاسوسی اور دھوکے بازی کے طریقے اختیار کیے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے سازشیں کرتے رہے اور آپ کے اصحاب کی وحدت کو پارا پارا کرنے اور ان کی قوت کو کمزور کرنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہے جیساکہ قرآن کریم نے منافقین کے واقعات کو مفصل بیان کیا ہے اور تاریخ کی بنیادی کتابوں نے بھی انھیں روایت کیا ہے۔

معرکے کے بعد — یہودی

اس وقت بُت پرستوں اور تھوڑے سے یہودیوں کا یہ گروہ مدینہ اور اس کے مضافات میں رہتا تھا، اس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علانیہ دشمنی کرنے سے رُک گیا۔ دوسرا گروہ سب کا سب یہودی تھا۔ وہ آزادانہ طور پر اپنے دین پر قائم رہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دینِ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جیساکہ اسلام کا قانون ہے (لا اکراہ فی الدین) کہ دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان معاہدہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کر مدینہ پہنچے تو آپ نے وہاں یہودیوں کو پایا جنھوں نے اسے وطن بنالیا تھا جیساکہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی اہم دفعات میں یہ بھی تھا کہ فریقین میں سے ہر فریق، دوسرے فریق کو تکلیف پہنچانے سے باز رہے گا اور دونوں میں سے کوئی فریق، دوسرے فریق کے دشمن کی مدد نہیں کرے گا۔

خود مسلمانوں نے یہود سے عہد شکنی کی کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی انھیں جزیرہ سے نکالنے کے بارے میں غور و فکر کیا (باوجودیکہ مسلمان معرکہ کے بعد موقف پر

غالب تھے) بلکہ اس کے برعکس انھوں نے ان سے توقع کی کہ وہ بے عقل بُت پرستی کی جنگ میں اور عقیدۂ توحید کی مدد میں ان کے معاون ہوں گے اور مسلمانوں نے امید کی کہ یہودی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ثابت کردہ مجد و بزرگی کی تصدیق کریں اور قدیم کتب کے ساتھ ان کا تعلق، اور مرسلین کی احادیث سے ان کی الفت، اَن پڑھ عربوں کو یہ امر تسلیم کروانے کا سبب بن جائے کہ رسالات (پیغامات) برحق ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے، یہ اچھے جذبات، نازل ہونے والے قرآن کے مطابق ہیں، اس کی تاکید قرآن کریم کے اس قول سے ہوتی ہے:

"ویقول الذین کفروا لست مرسلاً۔ قل کفیٰ باللہ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب[1]"

یہود کا معاہدہ کی نصوص کی مخالفت کرنا

لیکن یہودیوں کے اس گروہ نے جس کا سرخیل عظیم، سُود خور، کعب بن اشرف[2] النبہانی تھا، اس معاہدے کی نصوص کی مخالفت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضگی کا اعلان کر دیا اور آپ سے اعلانیہ دشمنی کی اور بدر میں مشرکین کی شکست پر دُکھ کا اظہار کیا۔

یہ یہودی مشرکین کو (خصوصاً اہل مکہ کو) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے اور آپ کی دعوت کا خاتمہ کرنے پر اکسانے لگے اور ان کو ہر ممکن امداد کی پیش کش کرنے لگے اور جو معاہدات انھوں نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے تھے

---

[1] رعد: ۴۳ ۔ فقہ السیرۃ ص ۱۸۴

[2] کعب بن اشرف طائی: بنی نبہان میں سے تھا اور اس کی ماں بنو نضیر سے تھی۔ جاہلی شاعر تھا جس نے یہودیت اختیار کر لی تھی اور اپنے ماموؤں میں سردار تھا اور مدینہ کے قریب اپنے قلعے میں رہتا تھا اس کی اولاد آج تک باقی ہے۔ ۳ھ کو اپنے قلعے سے باہر قتل ہوا۔

ن کو توڑ کر انھیں مسلمانوں کی کمزوریوں سے آگاہ کرنے لگے، اس طرح مسلمانوں کو جو فتح حاصل ہوئی تھی اس نے یہود کی صوابدید کو کھودیا اور اسلام کے متعلق ان کا کینہ بڑھ گیا جس سے اسلام اور اس کی دعوت کے حامل کے خلاف ان کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوگیا اور مسلمانوں نے ان کی متعدد سازشوں کو ظاہر کردیا، جنھیں یہود نے انھیں اور ان کے نبی کو ختم کرنے کے ارادے سے تیار کیا تھا۔

اس کے باوجود مسلمانوں نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا، یہاں تک کہ معاملہ بگڑ گیا اور فریقین کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہوگئی اور فریقین کے درمیان سرد جنگ اس وقت ختم ہوئی جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی بار بار حماقتوں کے نتیجے میں بڑے بڑے خونریز معرکے ہوئے۔ جن کا حاصل ایک فریق کی تباہی اور دوسرے فریق کی مدینہ سے جلا وطنی تھی تاکہ مدینہ کو ان کی سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے پاک کیا جائے، جیسا کہ بنی قریظہ، بنی قینقاع اور بنی نضیر سے ہوا، جسے ہم مفصل طور پر معرکہ اُحد کی ابتدائی گفتگو اور غزوۂ احزاب میں بیان کریں گے انشاء اللہ!

معرکے کے بعد اعراب کا موقف

اعراب .... اور خصوصًا مدینہ کے اردگرد رہنے والوں .... کے دلوں میں مسلمانوں کی فتح کا بہت اثر پڑا اور وہ اس فتح سے مضطرب ہوگئے اور انھیں خوف لاحق ہوگیا اور وہ مدینہ میں اسلام کی ایسی حکومت کے قیام سے ڈر گئے جو ان کے اور ان کی مالوف (جنگل کے قانون کے مطابق) لوٹ مار کے درمیان حائل ہو۔ جو اُن کے رزق کا منبع تھی۔ اور اسی پر ان کے وجود کا قیام تھا اور یہی مسلمانوں کی فتح سے مضطرب ہونے کا سب سے بڑا سبب تھا، ان اعراب کے نقطہ نگاہ سے کفر و ایمان کا مسئلہ کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا، اعراب کے تمام علاقوں میں جاہلیت کے

قانون کے مطابق جب ان کی حرص کے مسئلہ کا ، اور ان کے نیزوں کے سائے میں علاقے کو دبا کر لوٹ مار کرنے کا مسئلہ، کا قیاس کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکے میں مسلمانوں کی فتح اور ان کے اثر و نفوذ کے انتشار سے اعراب کے اضطراب کا باعث سیاسی اور عقائدی نہ تھا اور یہ بات اہل مکہ کے برعکس تھی۔ وہ اپنے آپ کو بت پرستی کے محافظ ، اور کعبہ کے خادم اور جزیرہ کے تمام مشرکین کے روحانی لیڈر سمجھتے تھے، اس لیے کہ وہ حرم کے علاقہ میں رہتے تھے جس کی تمام بت پرست تعظیم کرتے تھے۔ اور باوجود تعددِ الٰہ میں اختلاف کے، جنھیں وہ خدا تعالیٰ کے سوا پوجتے تھے، اس کا حج کرتے تھے، جس طرح قریش کو، جزیرہ کے تمام باشندوں کی نسبت، سیاسی، تہذیبی اور عسکری لحاظ سے اول درجہ پہ سمجھا جاتا تھا جس کی وجہ سے انھیں تمام قبائل عرب کے درمیان، ان تمام میدانوں میں ممتاز مقام حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ قریش کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ رکھنا اور اسلام سے بغض رکھنا پہلے درجہ میں سیاسی اور عقائدی بواعث پر قائم ہے، اسی وجہ سے وہ جزیرہ کے باشندوں سے بڑھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے خاتمہ کے خواہش مند تھے۔

مسلمان، خطرات کے گھیراؤ میں

اسی وجہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے بدر کی فتح کے بعد اپنے آپ کو خطرات کے دائرہ کے وسط میں پایا جو تمام اطراف سے ان کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ بدر میں ان کی فتح سے مدینہ اور اس کے اردگرد کا علاقہ ان کے اثر و رسوخ کے ماتحت ہو گیا اور مدینہ میں ان کا مرکز گذشتہ اوقات کی نسبت مضبوط ہو گیا۔ مگر وہ بت پرستوں اور یہودیوں کی اعلانیہ چھیڑ خانیوں، اضطرابوں، سازشوں اور مختلف دسیسہ کاریوں کا نشانہ بن گئے، جنھوں نے معرکہ بدر کے بعد محسوس کیا کہ وہ ایک عظیم قوت کے سامنے آ گئے ہیں جو ان کے اقتدار اور نفوذ کا خاتمہ کر دیگی۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کی سازش

اسی اثنار میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ اور اس کے ارد گرد میں مختلف قسم کی چھیڑ خانیوں، اضطرابوں اور دسیسہ کاریوں کا سامنا کر رہے تھے۔ مکہ ان کے خلاف ہنڈیا کی طرح جوش کھا رہا تھا اور اس نے ڈرانے اور دھمکاتے ہوئے شکست کے داغ کو دھونے کے لیے عام تیاری کا اعلان کر دیا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے گھر کے صحن میں لڑنے کا) بلکہ غصہ اور کینہ اس سے بہت دور چلا گیا اور مکہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گلو خلاصی کرانے کے لیے ایک مختصر راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا اور اس نے مدینہ میں آپ کو قتل کرنے کی اسکیم بنائی۔ معرکہ بدر کے بعد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی یہ پہلی مکی سازش ہے۔

سازش کا فیل ہونا

اس اہم سازش کی تنفیذ کے لیے مکہ نے قریش کے ایک شیطان اور مشہور شہسوار کو منتخب کیا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین سے شدید بغض وعداوت رکھنے والوں میں سے تھا جس کا نام عمیر بن وہب الجمحی تھا۔ بدر کے روز مسلمانوں نے اس کے بیٹے وہب کو قید کر لیا تھا جس کی وجہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کینہ اور کراہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے مکہ کے بعض زعماء سے (جن کے ہراول میں صفوان بن امیہ تھا جس کا بھائی اور باپ بدر میں قتل ہوئے تھے) عہد کیا کہ وہ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے گا۔ اگر عنایتِ الٰہی شاملِ حال نہ ہوتی تو اس سازش کی تنفیذ ایک آسان بات تھی۔

جو وقت سازش کی تنفیذ کے لیے مقرر کیا گیا اس وقت میں کسی کی مشرک کے وجود کو مدینہ میں بُرا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مکہ سے آ کر قیدیوں کا فدیہ دینے والے اور

انھیں آزاد کروانے والے بکثرت مدینہ میں موجود تھے۔ اس لیے سازش کی اسکیم کا فیصلہ یہ تھا کہ عمیر بن وہب اپنے[1] بیٹے کے فدیہ دینے اور اسے لانے کے بہانے مدینہ جائے اور وہاں پر فدائی طریق پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے، اس نے صفوان سے عہد کیا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جگہ بھی پائے گا اور جن لوگوں میں بھی پائے گا، قتل کر دے گا اور اس کے مقابل میں صفوان بن امیہ نے اس سے عہد کیا کہ وہ اس کے تمام قرض چکا دے گا اور اگر وہ قتل ہو گیا تو اس کے عیال کی زندگی تک ان کی کفالت کرے گا۔

سازش کی ناکامی اور عملاً، سازش کا ہیرو، بہ ظاہر کر کے مدینہ پہنچا کہ وہ اپنے بیٹے وہب کا فدیہ دینے اور اسے آزاد کروانے کے لیے آیا ہے۔ سب سے پہلے جس شخص کو اس کے بارے میں شبہ ہوا اور اس نے اپنی فراست سے اس کے چہرے پر شرارت کے ارادوں کو پڑھا وہ حضرت عمر بن الخطاب تھے، حضرت ابن خطابؓ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ مسجد کے قریب کھڑے بدر کے روز کے متعلق اور اللہ تعالیٰ نے اس میں جو انھیں فیصلہ کن فتح دی اس کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے، اسی اثناء میں ابن خطاب نے توجہ سے عمیر بن وہب کو دیکھا کہ اس نے گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد نبوی کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی ہے تو آپ کو اس کے متعلق شک ہو گیا اور آپ نے اپنے رفقاء سے کہا یہ خدا کا دشمن عمیر بن وہب ہے یہ شرارت کے لیے آیا ہے اور یہی وہ شخص ہے

---

[1] اس کے بیٹے کا نام وہب تھا۔ وہ اس کے بعد مسلمان ہو گیا اور عمرو بن العاص کی کمان کے تحت فتح مصر میں شریک ہوا۔ اور عموریہ کی فتح میں حصہ لینے کے لیے اس نے بحری دستے کی کمان سنبھالی۔ اور یہ ۲۳ھ کا واقعہ ہے اور شام میں جہاد کرتے ہوئے فوت ہو گیا۔

جس نے ہم میں جنگ کروائی اور بدر کے روز لوگوں کو بھڑکایا[1]۔ جونہی عمیر بن وہب کو ابن خطاب نے دیکھا وہ فوراً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں چلے گئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ عمیر بن وہب خدا کا دشمن ہے، یہ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔

اس خبیث سے محتاط رہو

حکمِ نبوی کے مطابق ابن خطاب، عمیر بن وہب کو مسجد میں لانے کے لیے باہر نکلے اور اسے لانے سے قبل آپ نے مسجد کے دروازے کے پاس موجود صحابہ سے اپیل کی، کہ وہ جلدی سے مسجد میں داخل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا کام سنبھال لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمیر کے داخل ہوتے وقت اس کی حرکات کی نگرانی کریں۔ آپ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے محتاط رہو، یہ اعتبار کے قابل نہیں۔

پھر اس کے بعد آپ نے اسے گریبان سے پکڑا اور اس کی تلوار کے پرتلے سمیت اسے کھینچ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کر دیا، اسے کھڑا کرتے ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب سے فرمایا "عمرؓ! اسے چھوڑ دو" پھر آپ نے فرمایا عمیر! قریب ہو، عمیر نے قریب ہو کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی صبح خوشگوار ہو.... یہ جاہلیت کا سلام ہے .... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے سلام سے سرفراز فرمایا ہے جو تیرے سلام سے بہتر ہے .... اہلِ جنت کے سلام کی سلامتی کے ساتھ۔

---

[1] اور عملاً یہ عمیر بدر کے ایام میں مکی فوج میں انٹیلی جنس کا ہیڈ تھا۔ اس نے مشرکین کی مکی فوج کو تین سو جانباز مہیا کیے جو کم و بیش ہوتے رہتے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب اس نے اپنے گھوڑے پر معرکہ کے مقام کے قریب مدنی فوج کے ارد گرد جولانی کی۔

سازش کا ہیرو کیسے مسلمان ہوا

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمیر! کس کام آئے ہو؟ اس نے جواب دیا میں اس قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپ کے ہاں ہے اس سے مہربانی کیجیے آپ نے فرمایا، تیری گردن میں جو تلوار ہے اس کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اللہ تلواروں کا ستیاناس کرے، کیا یہ ہمارے کام آئیں ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے سچ سچ بتا، تو کس لیے تلوار لایا ہے، اس نے کہا میں اسے اسی کام کے لیے لایا ہوں، آپ نے فرمایا، بلکہ تو نے اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر قریش کے کنوئیں والے اصحاب کو یاد کیا، پھر تو نے کہا کہ اگر میرے پاس عیال نہ ہوتے اور مجھ پر قرض نہ ہوتا تو میں جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتا، پھر صفوان بن امیہ نے تیرے عیال اور قرض کو اس شرط پر اپنے ذمے لیا کہ تو مجھے اس کی خاطر قتل کرے اور اللہ تعالیٰ تیرے اور اس کام کے درمیان حائل ہو گیا۔

عمیر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، یا رسول اللہ! آپ کی ان باتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے جو آپ ہمیں آسمانی خبریں دیا کرتے تھے اور جو آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اور یہ وہ بات ہے جس میں میرے اور صفوان کے سوا کوئی موجود نہ تھا، خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ خبر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ پس اس خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کی طرف میری راہنمائی کی اور مجھے اس جگہ لے آیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کو اس کا دین سکھاؤ اور اسے قرآن سکھاؤ اور اس کے قیدی کو رہا کر دو، تو انھوں نے ایسے ہی کر دیا، اس طرح یہ خبیث سازش ناکام ہو گئی، اور بجائے اس کے کہ سازش کا ہیرو، کفر کے سرخیلوں میں واپس جا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خوشخبری دیتا وہ تمام مکہ کو اپنے اسلام

چیلنج کرتا ہوا ان کی طرف واپس گیا۔ اس نے اعلانیہ طور پر اہل مکہ کو بتایا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اور وہ بڑا شجاع تھا، یہی وجہ ہے کہ جب وہ مکہ میں اعلانیہ دعوتِ اسلام دینے لگا، جہاں خاص طور پر معرکہ بدر کے بعد اس کی طرف دعوت دینا تو کجا اسلام کا اظہار کرنا بھی ممنوع تھا تو اشراف مکہ میں سے کسی کو بھی اس سے الجھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

ابن کثیر اپنی تاریخ میں بیان کرتا ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد عمیر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ واپس جانے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ اسلام کا داعی بنے۔ اس نے کہا:۔

"یا رسول اللہ! میں نورِ الٰہی کو بجھانے کے لیے کوشش کیا کرتا تھا اور جو شخص دینِ الٰہی پر ہوتا اسے شدید تکلیف دیا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں، میں مکہ جاکر انھیں اللہ اور اس کے رسول اور اسلام کی طرف دعوت دوں، شاید اللہ انھیں ہدایت دے۔ بصورتِ دیگر میں انھیں ان کے دین کے بارے میں اسی طرح ایذا دوں گا جیسے آپ کے اصحاب کو ان کے دین کے بارے میں ایذا دیا کرتا تھا۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی اور وہ مکہ چلا گیا (صفوان اس وقت اس کی آمد کی امید رکھتا تھا) اور وہ سواروں سے اس کے متعلق پوچھا کرتا تھا، یہاں تک کہ عمیر سے پہلے ایک سوار آیا اور اس نے صفوان کو اس کے اسلام قبول کرنے کی خبر دی جس سے وہ شدید غضبناک ہو گیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ کبھی اس سے بات نہیں کریگا اور نہ کبھی اسے فائدہ پہنچائے گا۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ جب عمیر مکہ آیا تو اس نے وہاں اقامت اختیار کر لی اور لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے لگا اور مخالفین کو شدید اذیت دینے لگا۔ اس کے

ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

تحلیل و تجزیہ

اس طرح معرکہ بدر انجام پذیر ہوا اور اس انجام نے جزیرۂ عرب میں روحانی، سیاسی، عسکری اور اقتصادی میزانوں کو تبدیل کر دیا اور مسلمانوں کی عسکری شہرت چوٹی پر پہنچ گئی اور اس نے خصوصاً یثرب کے علاقے میں ان کو غالب موقف والے بنا دیا۔ اور دوسری جانب قریش کی عسکری اور سیاسی شہرت کا جزیرۂ عرب میں خاتمہ ہو گیا۔

زائد معرکہ

اس بارے میں کوئی جھگڑا نہیں کہ معرکۂ بدر ایک زائد معرکہ تھا اور مسلمانوں کی جانب سے اس کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ انھیں بغیر کسی پہلی تیاری اور بغیر کسی سوچے سمجھے ارادے کے اس میں مجبوراً حصہ لینا پڑا۔

جب وہ مدینہ سے نکلے تو ان کا مطلوب قافلہ تھا اور وہ دشمن کا قافلہ تھا جو شام کی طرف سے مکہ کو واپس جا رہا تھا، جس کے محافظوں کی تعداد چالیس جوانوں سے زیادہ نہ تھی۔ اور اس کے لیے اتنی ہی تیاری کی ضرورت تھی جتنی تیاری مدنی فوج نے مدینہ چھوڑتے وقت قافلہ پر قبضہ کرنے کے لیے کی تھی۔

اور مسلمان.... خصوصاً وہ مہاجرین جن میں سے ہر ایک نے خالی ہاتھ ہجرت کی تھی کیونکہ مشرکین مکہ نے ان کے تمام اموال پر قبضہ کر لیا تھا.... اس بڑے قافلے پر قبضہ کرنے کے شدید خواہش مند تھے جو ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا، جو مختلف قسم کے سامان اور خوراک سے لدے ہوئے تھے ان دنوں صحابہ بڑی تنگی سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس امر پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے قافلہ نکل گیا اور آپ بدر پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر، اے اللہ! یہ برہنہ پا ہیں انھیں سواری دے، اے اللہ! یہ ننگے ہیں انھیں لباس پہنا۔ (فقہ السیرۃ ص ۱۸۰)

یہ قافلہ کے خواہاں تھے لیکن خدا تعالیٰ کا ارادہ ان کے ارادے سے مختلف تھا انھوں نے اپنے آپ کو قافلے کی بجائے ایک زبردست پُرغوغا لشکر کے سامنے پایا جس کے پاس نہ سامانِ تجارت تھا نہ خوراک، وہ ایک ہزار تلواریں اٹھائے ہوئے تھے جنھیں مکہ کے چیدہ جانباز جوان اور ماہر ترین لیڈر موت کی تلاش میں سونتے ہوئے تھے۔ پس وہ اس معرکہ میں حصہ لینے پر مجبور ہو گئے جس میں دشمن تعداد اور سامان کے لحاظ سے ان پر کئی گُنا فوقیت رکھتا تھا۔

بغیر ہتھیاروں کے

اوراسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

"وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین[1]"

مسلمانوں کا ارادہ تھا کہ ان کا قافلے سے مقابلہ ہو، جس کے پاس ہتھیار نہیں تھے لیکن خدا تعالیٰ نے چاہا کہ گھمسان کی جنگ ہو، غنیمت نہ ہو اور حق و باطل کے درمیان لڑائی ہو، تاکہ وہ حق کو قائم کر دے اور باطل کو زائل کر دے اور کفار کی جڑ کاٹ دے اور ان کا ایک فریق قتل ہو جائے اور دوسرا فریق قید ہو جائے اور ان کی بڑائی خاک میں مل جائے۔ اور ان کی قوت جاتی رہے اور ان کی حکومت بدل جائے اور اسلام کا جھنڈا، اتفاق سے نہیں، استحقاق سے، اور مال اور غنیمت سے نہیں، جہد اور جہاد سے بلند ہو کر اعلانیہ طور پر دن کو لہرائے۔

ہاں خدا تعالیٰ نے مومن گروہ کے لیے چاہا کہ وہ ایک امت اور ایک حکومت بنے اور اسے اقتدار اور قوت حاصل ہو اور اس نے چاہا کہ اس کی حقیقی قوت کو اس کے دشمنوں کی قوت کے مقابلہ میں قیاس کیا جائے تو اس کی کچھ قوت، دشمن کی

---

[1] انفال، آیت ۷

قوت سے بڑھ جائے اور اسے معلوم ہو کہ فتح تعداد اور تیاری اور مال اور زاد اور گھوڑوں سے نہیں ہوتی بلکہ یہ قوت کبریٰ کے ساتھ رابطہ سے ہوتی ہے جس کے مقابلہ میں زمین میں کوئی قوت نہیں ٹھہر سکتی اور یہ بات کلام و اعتقاد سے نہیں واقعتہً اور تجربتہً ثابت ہو۔ تاکہ مومن گروہ اس واقعی تجربہ سے اپنے تمام مستقبل کے لیے زادِ راہ حاصل کرے اور یقین رکھے کہ وہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ پر اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا خواہ اس کی تعداد کتنی قلیل ہو اور اس کے دشمن کی تعداد کتنی زیادہ ہو۔ اور خواہ وہ مادی لحاظ سے کتنا کمزور ہو اور اس کا دشمن سامان اور تیاری کے لحاظ سے اس سے کتنا بڑھ کر ہو۔ اور اس کے دل میں یہ مفہوم اسی طرح جاگزین ہو جائے جس طرح ایمان اور اطمینان کی قوتوں کے درمیان فیصلہ کن معرکے کے متعلق جاگزین ہوا ہے۔

اور غور و فکر کرنے والا آج اور آج کے بعد ان لمبی مدتوں کو دیکھے گا، جو خود مسلمانوں کے ارادوں کے درمیان اور اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق جو ارادہ کیا تھا اس کے درمیان تھیں، اور جس میں مسلمانوں نے اپنی بھلائی سمجھی اور جو اللہ نے ان کے لیے بھلائی چاہی۔ وہ غور کر کے ان طویل مدتوں کو دیکھے گا اور جان لے گا کہ لوگ اس وقت کس طرح غلطی کھاتے ہیں، جس وقت وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنی بھلائی کے انتخاب پر قادر ہیں۔ جب تک خدا تعالیٰ انھیں بھلائی کی توفیق نہ دے وہ ایسا نہیں کر سکتے اور خدا تعالیٰ جس بات کا ان کے لیے ارادہ کرتا ہے اس سے وہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے پس پردہ ان کے لیے وہ بھلائی ہوتی ہے جو ان کے دل اور خیال میں بھی نہیں گزرتی۔

پس انھوں نے جو اپنے لیے چاہا اس کو ارادۂ الٰہی سے کیا نسبت؟ اگر ان کا بے ہتھیار قافلے سے واسطہ پڑتا تو غنیمت کا ایک واقعہ بن جاتا . . . . . ایک ایسی

قوم کا واقعہ، جس نے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کیا اور اسے لوٹ لیا، بس۔

مگر معرکہ بدر ساری تاریخ میں فیصلہ کن فتح کا واقعہ ہے، حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے کا واقعہ ہے۔ حق کا اپنے مسلح دشمنوں اور ہر قسم کے زاد والوں پر غالب آنے کا واقعہ ہے، حالانکہ وہ قلیل تعداد تھے اور زاد اور سواری میں بھی کمزور تھے۔ یہ دلوں کی فتح کا واقعہ ہے جب وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتے اور ذاتی کمزوری سے نجات پاتے ہیں۔ بلکہ ان مٹھی بھر دلوں کی فتح کا واقعہ ہے جن کے اردگرد جنگ کو ناپسند کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن وہ اپنے یقین سے اپنے آپ پر اور اپنے اردگرد والوں پر فتح پاتے ہیں اور جنگ میں گھس جاتے ہیں حالانکہ باطل کا پلڑا واضح طور پر بھاری ہوتا ہے۔ پس وہ اپنے یقین سے میزان کو الٹ دیتے ہیں اور حق غالب آجاتا ہے۔

مگر غزوۂ بدر اپنے ان اسباب کے ساتھ تاریخ میں ایک مثال رہے گا، اور وہ فتح و شکست کے دستور کو قائم کرے گا اور فتح و شکست کے اسباب کو نمایاں کریگا حقیقی اسباب کو، نہ مادی اسباب کو، اور یہ ایک کھلی کتاب ہوگا جسے ہر زمانے اور ہر جگہ کے لوگ پڑھیں گے، جس کی راہنمائی اور فطرت تبدیل نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ایک نشان ہے اور اس کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے جو اس کی مخلوق میں پہلے گزر چکی ہیں اور یہ زمین و آسمان کے قیام تک رہے گی۔[1]

فتح کے ظاہری اسباب اس بارے میں کوئی جھگڑا نہیں کہ معرکہ بدر میں ٹکرانے والی دونوں قوتیں۔ تعداد، تیاری اور سامان کے لحاظ سے برابر نہ تھیں۔ مکی فوج کی تعداد تقریباً ایک ہزار جانباز تھی، جب وہ

---

[1] فی ظلال القرآن از سید قطب، ج ۹، ص ۸۳

مکہ سے نکلے تو وہ جنگ کے لیے تیار تھے اور مدنی فوج کی تعداد تین سو جانبازوں سے تھوڑی سی زائد تھی۔ جب انھوں نے مدینہ کو چھوڑا تو یہ جنگ کے لیے تیار نہ تھے۔ کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہ گزرا تھا کہ وہ اس قسم کے خوفناک معرکہ میں حصہ لے گا۔ ——— اس معرکہ میں بڑی فتح کے اسباب کیا تھے ؟ مسلمانوں کی جانب وہ تمام مادی اسباب مفقود تھے جن سے معرکوں میں عموماً فتح حاصل ہوتی ہے۔

مجمل اسباب ہم آغاز سے معرکہ کے مراحل کی اطلاع کی روشنی میں، تائیدِ الٰہی کے بعد اس فتح کے اسباب کا خلاصہ ذیل میں بیان کرتے ہیں:

(۱) **مکی فوج میں جوش نہ تھا۔** حالانکہ یہ پُرغوغا فوج مکہ سے قافلے کے دفاع کے لیے لڑنے کے لیے بڑے جوش سے نکلی تھی اور قریش کی اس شہرت کو بچانے نکلی تھی، کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم قریشی قافلہ پر قبضہ کر لیا تو اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر جب اس فوج کو اطلاع ملی کہ قافلہ محمد صلی اللہ علیہ کی فوج سے بچ کر نکل گیا ہے تو اس کا جنگی جوش ماند پڑ گیا۔

خصوصاً بعد ازاں اس فوج کے بہت سے سالاروں نے رابغ اور بدر میں اعلانیہ طور پر اس بات کا اظہار کیا کہ مدنی فوج سے ٹکرائے بغیر واپس ہو جانا چاہیئے کیونکہ وہ جس قافلے کو بچانے نکلے تھے اس کے بچ جانے کے بعد، جنگ کا کوئی جواز نہ تھا۔

یہ اخنس بن شریق ثقفی کی رائے تھی جو رابغ میں مکی فوج سے الگ ہو گیا تھا اور جب ابوجہل نے اس کے مشورہ پر کان نہ دھرا تو وہ اپنے تمام حلیفوں کے ساتھ جو قبیلہ بنی زہرہ کے افراد تھے، واپس آ گیا اور یہی رائے عتبہ بن ربیعہ اور دیگر اشرافِ مکہ کی تھی جنھوں نے بدر میں مخلصانہ کوشش کی کہ مکی فوج اس معرکے سے بچ جائے اور انھوں نے قریش کے پڑاؤ میں اعلانیہ پکار کر کہا کہ معرکہ میں بغیر کسی

سبب اور جواز کے ایک ہی خاندان کا ٹکراؤ درست بات نہیں، لیکن ان کی بات نہ مانی گئی کیونکہ رعونت، سنجیدگی اور عقلمندی پہ غالب آگئی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مکی فوج یا اس کی اکثریت نے اس معرکہ میں ناپسندیدگی کے باوجود حصہ لیا۔ یا کم از کم وہ اس میں شامل ہونے کے لیے پُرجوش نہیں تھے اور یہ امر جنگ کے علم و فلسفہ میں فوری شکست کے اسباب میں سے ہے۔

(۲) زیادتی... ہر زمانے اور ہر مقام میں جنگیں نفوسِ انسانی کے نزدیک ناپسندیدہ ترین چیزوں میں سے رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ کے ناموں میں سے اس کا ایک نام کریہہ بھی ہے اور ہر زمانے کے عقلمند ان میں زبردست اسباب کے بغیر حصہ نہیں لیتے کیونکہ انھیں اچھی طرح علم ہے کہ عموماً باغی قتل ہوتا ہے۔ اور معرکہ بدر میں سرکشی، تکبر، زیادتی اور فخر قریش کی جانب سے اس کا موجب اول تھے اور اگر آپ چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ابوجہل کی جانب سے تھے جو منحوس اور مطاع سردار تھا۔

مکی فوج کے خروج کا بنیادی مقصد، ایک ہزار اونٹوں کا بوجھ سمیت دفاع کرنا اور اسے مدنی فوج کے قبضے میں آنے سے بچانا تھا اور مکی فوج کے نزدیک جنگ کا یہی ایک قانونی جواز تھا جو سرکشی کے عنصر کی اس سے نفی کرتا ہے اور اس فوج کو اس میں حصہ لینے کا ضرورتمند بناتا ہے۔ مگر جب یہ فوج رابغ مقام پر پہنچی جو معرکہ کے مقام سے تقریباً ۱۲۵ میل دور ہے تو اسے قافلے کے بچ نکلنے کی خبر مل گئی۔ اور جنگ کا موجب اور جواز جاتا رہا اور دانشمندوں نے رابغ ہی سے فوج کی مکہ کی جانب واپسی کی آواز بلند کر دی۔ جیسا کہ انھوں نے دوسری دفعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کرنے اور بغیر جنگ کے مکہ کی طرف واپسی کی کوشش کی (حالانکہ اس وقت وہ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے) لیکن ابوجہل نے اصرار کیا کہ مکہ اس سرکشانہ اور ظالمانہ معرکہ میں حصہ لے۔ پس اس نے حصہ لیا اور دانشوروں کی توقع کے مطابق

نتیجہ ہمیشہ اس طرح نکلتا ہے کہ ہر فوج سرکشی اور ظلم کے سبب سے جنگ کرتی ہے۔

(۳) عقیدہ۔ فتح کے اہم اسباب میں سے ہے۔ مسلمانوں نے اس معرکہ میں اس عقیدے سے حصہ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھتے ہیں، ان میں سے ہر ایک نے اس معرکہ میں اس یقین سے حصہ لیا کہ وہ دو باتوں میں سے ایک میں ضرور کامیاب ہوگا۔ یا اسے موت آئے گی اور یہ وہ شہادت ہے جس سے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہاں پر ایسی اعلیٰ زندگی بسر کرے گا جو دنیاوی زندگی سے بہمہ وجوہ[۱] افضل ہوگی اور یا اسے فتح ہوگی جس سے وہ عزت کے ساتھ سربلند ہو کر واپس لوٹے گا اور یہ کہ اس نے ایسے عقیدے کی اشاعت میں حصہ لیا ہے جس سے موت شیریں معلوم ہوتی ہے۔

بلاشبہ ہر زمان و مکان میں فوجیوں کے نزدیک یہ مورال کے بلند کرنے کا ایک اہم باعث ہے۔ چاہیئے کہ ہر فوج کسی بھی معرکہ میں حصہ لینے سے قبل، فتح کی ضمانت کے لیے اس جذبے کو اپنے اندر ابھا لے۔ پس صحیح عقیدہ ہی ہر امت کی قوت اور عظمت کا بڑا سرچشمہ ہے جس سے وہ تاریخ میں بزرگی کے دروازے سے داخل ہوتی ہے اور زمانے کی چوٹی پر، سرداری کے اس تخت پر بیٹھ جاتی ہے جس کے پائے، محبت،

---

[۱] اس بلند شان عقیدے کی صداقت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اس کے حامل کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی اس کی سب سے صحیح تعبیر یہ ہے کہ عمیر بن ہمام بدر کے روز صف میں کھڑا تھا اس نے اپنے ہاتھ سے وہ کھجوریں پھینک دیں جنہیں وہ کھانا چاہتا تھا اور کہنے لگا شاباش! کیا میرے اور جنت کے درمیان صرف یہی بات ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں، پھر اس نے تلوار لی اور مشرکین کی صفوں میں گھس کر لڑتا ہوا قتل ہوگیا۔ اس نے یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تقریر کے بعد کیا جو آپ نے اپنی فوج کے سامنے جنگ سے تھوڑی دیر قبل کی تھی، آپ نے اس میں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو شخص مشرکین سے آج استقلال اور ثواب کی نیت سے مردانہ وار لڑے گا اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

عدل اور پاکیزگی پر قائم ہوتے ہیں اور یہی وہ بات ہے جسے تاریخ نے (دوسروں سے قبل)، اس وقت عربوں کے لیے ریکارڈ کیا جب وہ اپنی صلح اور جنگ میں اسلام کے لائے ہوئے صحیح اور پائدار اصول اور صحیح عقیدہ کی ہدایت پر چلے۔

مگر مشرکین، صحیح عقیدہ کے دفاع اور صحیح اصول کی راہ میں جنگ کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی طرح نہیں ہیں۔ وہ صرف تکبر، ریا، شہرت اور حماقت سے جنگ کرتے ہیں[1] اور بس۔

اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی حربی معرکہ میں فتح کے حصول کے لیے صحیح مورال کی بلندی کے لیے یہ ضروری عنصر ہو، مورال کی بلندی کی کان صالح عقیدہ ہے اور جب کسی فوج ... میں صحیح عقیدہ مفقود ہو جائے تو اس کے سالاروں کی اپنے دشمنوں پر فتح کی امید، جو صحیح عقیدہ پر ہوں، بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ خواہ ان کی فوج اپنے دشمنوں کی فوج سے کئی گنا بڑی ہو۔ اور بدر میں عملاً یہی ہوا اور آج تک بہت سے معرکوں میں اکثر یہی ہوتا ہے۔

(۴) جنگ کا جدید اسلوب۔ معرکہ بدر میں مسلمان ایک جدید اسلوب سے داخل ہوئے۔ جس سے عرب اپنی تاریخ میں واقف ہی نہیں تھے۔ اس اسلوب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمن پر اچانک جا پڑے اور اس اچانک پن کا

---

[1] اس امر پر سب سے زیادہ دلالت ابو جہل کے اس خطاب سے ہوتی ہے جو اس نے رابغ میں کیا جب دانشمندوں نے قافلے کے بچ نکلنے کے بعد فوج کی مکہ کی طرف واپسی کے لیے کوشش کی۔ اس نے اس خطاب میں کہا۔ خدا کی قسم! ہم بدر تک گئے بغیر واپس نہیں ہوں گے۔ ہم وہاں تین دن قیام کریں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کھانا کھلائیں گے، شراب پلائیں گے اور گلوکارائیں ہمیں آلات سے گانے سنائیں گی اور عرب ہمارے متعلق، ہمارے مارچ کے متعلق سنیں گے اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس چلو، چلو!

مسلمانوں کی فتح پر بڑا اثر پڑا۔

اس نئے اسلوب کا خلاصہ درج ذیل صورتوں میں بیان ہو سکتا ہے :۔

(الف) کمان :۔ اللواء الرکن محمود شیت خطاب[1] اپنی کتاب "سالار رسول" میں بیان کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے سالارِ اعلیٰ تھے اور مسلمان جنگ میں ایک کمان کے ماتحت ایک اسکیم کے مطابق کام کرتے تھے آپ فیصلہ کن وقت پر فیصلہ کن کام کی طرف ان کو متوجہ کر دیتے تھے اور ایسا کرنا ماثل سالار پر واجب ہے۔

اور مسلمانوں کا ڈسپلن، آپ کے احکام کی تنفیذ کے مقابل صحیح ڈسپلن کی ایک شاندار مثال تھا اور ڈسپلن ہی فوج کی بنیاد ہوتا ہے اور ممتاز فوج وہی ہوتی ہے جو ممتاز ڈسپلن سے آراستہ ہو اور مسلمان فوج اس وقت اس لفظ کے تمام مفاہیم کے لحاظ سے ممتاز تھی۔

---

[1] اللواء الرکن محمود شیت خطاب عراقی فوج کے عظیم افسروں میں سے ہیں، اسلام کا قوی جذبہ رکھتے ہیں۔ سخت مضبوط، اور عقیدہ پر ثابت قدمی کی زندہ مثال ہیں۔ قاسم کے زمانے میں انھوں نے اشتراکیوں سے بڑی تکلیف اٹھا[ئی] جسے کوئی شخص قوت ایمانی اور عقیدہ کی مضبوطی کے بغیر برداشت ہی نہیں کر سکتا، اس تعذیب کا سبب یہ تھا کہ آ[پ] مسلمان تھے اور اشتراکیت اور ہر مخالف اسلام اصول کا انکار کرتے تھے اور اشتراکیت اور ڈکٹیٹر شپ کے سامنے ڈٹے رہے اور ناسم کی حکومت کے دور میں اس سے تعاون سے انکار کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۴ رمضا[ن] کے انقلاب میں آپ بھی ایک عامل تھے آخر میں آپ وزیر بلدیات بن گئے۔ آپ کی کتاب (سالار رسول) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری تاریخ کے مسلمان قلمکاروں میں ایک شاندار کتاب شمار ہوتی ہے آپ سے پہلے کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معرکوں کو اس طرح پر بیان نہیں کیا آپ نے عسکری فلسفہ کی رو سے ثابت کر دیا کہ نبی اور مرسل ہونے کے علاوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشریت کے سب سے بڑے عسکری سالار تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے فوجی جوانوں میں اس قسم کے مومن افسروں کو بکثرت کرے۔

میرے نزدیک ڈسپلن کا مفہوم..... احکام کی اطاعت کرنا اور انھیں شوق، خوشدلی اور رازداری سے نافذ کرنا ہے اور مسلمان اپنے سالار کے احکام کو بڑے شوق اور شاندار رازداری اور خوشدلی سے نافذ کرتے تھے اور حق بھی یہی تھا کہ وہ ایسا کرتے کیونکہ ان کا سالار، مثالی سالار کی صفات سے متصف تھا۔

آپ نے مصائب میں اعصاب پر قابو رکھ کر اور جنگوں میں نادر شجاعت کا اظہار کر کے اور اپنے آپ کو اپنے اصحاب کے برابر سمجھ کر اور ہر فیصلہ کن کام میں ان سے مشورہ لے کر ایک مثالی سالار کی صفات کا اظہار کیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان کا ہیڈکوارٹر ایک اونچی جگہ پر بنایا گیا۔ جہاں سے میدانِ کارزار نظر آتا تھا اور آپ نے اس ہیڈکوارٹر کے محافظ، ذمہ دار سالار سعد بن معاذ کی کمان میں بنائے۔

مگر مشرکین کی عام کمان نہ تھی۔ مکہ کے اکثر لیڈر مشرکین کی فوج کے ساتھ تھے معلوم ہوتا ہے کہ ابوجہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ، سالاروں میں سب سے نمایاں تھے۔ ممکن ہے ان میں سے ایک مکی فوج کا سالار عام ہو، ان دونوں کے نقطۂ نظر میں اختلاف تھا اور قومی عداوت بھی ان میں موجود تھی اس لیے مکی فوج غیر منظم صورت میں کسی اصلاحی کمان اور سابق تنظیم کے بغیر لڑی۔

(ب) جدید بھرتی۔ "سالار رسول" کا مؤلف بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے بدر کے نزدیک ہوتے ہی فوج کی جدید تنظیم کی جو صحرائی جنگ کی جدید بھرتی سے قطعاً مختلف نہ تھی۔ اس کا ہراول اور بڑا حصہ اور پچھلا حصہ بھی تھا۔ اور آپ نے انٹیلی جینس سے بھی معلومات حاصل کیں اور صحرائی جنگ کے قریب آنے پر انتظامات کے یہی صحیح طریقے ہیں۔

جنگ میں مسلمان صفوں کی صورت میں لڑے جبکہ مشرکین کر دفر کے طریق کے

مطابق لڑے اور ہمارے لیے دونوں طریقوں کے فرق کو بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی فتح کے اہم اسباب میں سے ایک اہم سبب کا علم ہو جائے۔

کروفر[۱] کا طریق یہ ہے کہ جانباز پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کرتے ہیں جن میں تیر انداز، شمشیروں سے لڑنے والے، نیزے مارنے والے، پیادہ اور سوار ہوتے ہیں۔ اگر دشمن ان پر چڑھ آئے اور وہ کمزوری محسوس کریں تو واپس آجاتے ہیں۔ پھر دوبارہ تنظیم کر کے حملہ کرتے ہیں، اسی طرح وہ حملہ کرتے اور بھاگتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ انھیں فتح یا شکست ہو جائے۔

صفوں[۲] کے طریق پر جنگ۔ جانبازوں کو دو یا تین یا اس سے زیادہ، تعداد کے مطابق صفوں میں ترتیب دینے سے ہوتی ہے۔ سواروں کے حملوں کو روکنے کے لیے، پہلی صفوں میں نیزوں سے مسلح آدمی ہوتے ہیں اور بعد کی صفوں میں تیروں سے مسلح آدمی ہوتے ہیں تاکہ دشمن کے حملہ آوروں کو روک سکیں۔

اور تمام صفیں اپنی اپنی جگہوں پر اپنے سالار کے ماتحت ہوتی ہیں، یہاں تک کہ کروفر سے حملہ کرنے والوں کا شدید دھکا اپنی شدت کو کھو دیتا ہے... اس وقت صفیں باری باری آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کرتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ صفوں کا اسلوب، کروفر کے اسلوب پر فوقیت رکھتا ہے کیونکہ وہ ترتیب پر اعتماد کرتا ہے اور اپنی احتیاطی قوت کے ساتھ ہمیشہ سالار کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ جس سے وہ ان مواقف کا بھی علاج کرتا ہے جو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے اور وہ دشمن کے سامنے حملے کو بھی روکتا ہے یا غیر متوقع گھات والی فوج کو مارتا ہے، یا ان بازوؤں کو بچاتا ہے، جسے دشمن اپنے سواروں یا پیادوں سے خوفزدہ کر دیتا ہے۔ پھر ضرورت کے وقت پچھلی صفوں کے گھیراؤ سے کامیابی حاصل ہو جاتی ہے صفوں کا طریق، دشمن پر مکمل کنٹرول کا اعتماد دلاتا ہے اور ہنگامی حالات سے

احتیاطاً بچاتا ہے اور بیک وقت حملے اور دفاع کے مناسب حال ہے اور کر و فر[1] کا اسلوب (جس پر قریش نے اپنی جنگ میں بدر کے روز عمل کیا) سالار کے کنٹرول کو ختم کر دیتا ہے اور اسے ہنگامی حالات کے لیے کسی احتیاط کی ضمانت نہیں دیتا۔

اور اللواء الرکن محمود شیث خطاب بیان کرتا ہے کہ معرکہ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفوں کے اسلوب پر عمل پیرا ہونا مشرکین پر آپ کی فتح کا ایک اہم سبب ہے اور عسکری تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قدیم زمانے کے عظیم سالاروں، سکندر اور ہنی بال اور جدید زمانے کے سالاروں نپولین، مولٹکہ، رومیل اور رچرڈ وغیرہ کو اس لیے فتوحات حاصل ہوئیں کہ انھوں نے جنگ میں غیر معروف جدید اسلوب پر عمل کیا یا انھوں نے غیر معروف جدید ہتھیاروں سے جنگ کی۔

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرتی میں جس اسکیم کو ایجاد کیا اور بدر کی جنگ میں اس پر عمل کیا اور اس کے ذریعے ان مشرکین پر امتیاز حاصل کیا جنھوں نے اس سے قبل اپنی جنگوں میں اس قسم کی اسکیم پر عمل نہیں کیا تھا، تو اس معرکے میں اس کا مسلمانوں کی فتح پر بہت اثر پڑا۔

ہمارے نزدیک حربی نقطۂ نگاہ سے یہ چار اسباب وہ اہم اسباب ہیں جنھوں نے اس معرکہ میں مشرکین کو شکست دی۔ اس تباہ کن شکست سے شرک کی حکومت کے عمل میں کمزوری کا آغاز ہو گیا اور اس شاندار فتح نے مسلمانوں کو تاریخ میں اس کے دائمی دروازہ سے داخل کر دیا۔

---

[1] امریکہ کے ریڈ انڈینز کے ہاں کر و فر کے اسلوب پر عمل ہوتا ہے۔

خاتمہ اور اُمیّد

آخر میں ہم مٹی کی ان جمی ہوئی تہوں کو ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے، جنھیں اسلام کے دشمنوں نے ہماری اسلامی تاریخ کے قیمتی خزانوں پر ڈال دیا ہے، ہر رنگ ونسل کے دانشور مسلم نوجوانوں کو یہ پیغام دیتے اور انھیں للکارتے ہیں کہ تخریب کاروں نے ان کے درمیان اور اس روشن تاریخ کے صفحات پر نفع بخش نظر ڈالنے کے درمیان جو رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں، وہ انھیں توڑ پھوڑ دیں، انھوں نے ان کی توجہ کو ایسی قوم کی تاریخ پر مرکوز کرا دیا ہے جو ان کی قوم نہیں اور انھیں ان بہادروں اور مفکرین کی سیرتوں پر غور کرنے میں مشغول کر دیا ہے جو ان کے ماضی اور حال سے کوئی تعلق نہیں رکھتے یا ان کی تاریخ کو بھونڈی صورت میں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ اس میں غور وفکر کرنے سے بچتے اور اس سے نفرت کرتے ہیں اور انھوں نے ان کو اس قیمتی تاریخ کے خزانوں سے نفع اٹھانے سے محروم کر دیا ہے۔

اسی طرح ہم موجودہ وقت میں تمام اسلامی ممالک کے تعلیم و تربیت کے ذمہ دار اصحاب سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی تعلیم کے سلیبسوں پر نظر ثانی کریں۔ خصوصاً اس حصہ پر جو دینی تربیت اور صحیح اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں پہلوؤں کو مکمل طور پر ترک کر دیا گیا ہے اور اکثر اسلامی ممالک میں تمام تعلیمی مراحل میں ان کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ یہ سب کچھ اس تخریبی منصوبے کی تنفیذ کے لیے ہو رہا ہے جسے اکثر بلاد اسلامیہ کی آزادی سے قبل اسلام اور اس کی شاندار تاریخ کے خلاف تیار کیا گیا تھا۔

افسوس! بہت سے اسلامی ممالک (غاصبوں سے سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد) اب بھی اپنے تعلیمی سلیبسوں کو اسی تخریبی سلیبس کے مطابق بناتے ہیں جسے ہمارے ممالک پر قابض ہونے والوں نے اپنے کوچ سے پہلے تیار کیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ بہت سے اسلامی ممالک کے تعلیمی سلیبس دینی تربیت اور صحیح اسلامی تاریخ کے حصوں سے بالکل خالی ہیں۔ بعض عرب ممالک میں اس سلیبس کے کچھ حصے دینی تربیت اور اسلامی تاریخ پر بھی مشتمل ہیں مگر ان حصوں کو نہایت سطحی طریق پر اور بغیر کسی جوش اور توجہ کے پڑھایا جاتا ہے جس سے تدریس کے دوران میں ان حصوں کی کوئی قابلِ ذکر بات طالب علم کے ذہن میں نہیں بیٹھتی۔ خصوصًا اس کا فیل ہونا، دیگر حصوں کی نسبت ہمارا فیل ہونا شمار نہیں ہوتا۔ پس دینی حصص اور اسلامی تاریخ کی ڈگری میں طالب علم کا ناکام ہونا اس طرح اثر انداز نہیں ہوتا جیسے انگریزی زبان، نقشہ نویسی اور جغرافیہ وغیرہ میں اس کا فیل ہونا اثر انداز ہوتا ہے۔

کیا اس طریق پر چلنے سے کوئی بڑی تخریب کاری بھی ہے، اس لحاظ سے کہ ہم ایک اسلامی امت ہیں، ہمارے لیے اپنے دین کی ہدایت اور اپنی تاریخ کی عظمت کے بغیر زندہ رہنا محال ہے۔

اور شاید یہ بہت ہی دکھ دہ بات ہے کہ بعض وہ ممالک جو اپنی تاریخ میں استعمار کے آگے نہیں جھکے، انھیں بھی وہ نقصان پہنچ رہا ہے جو دوسرے ممالک کو پہنچا ہے کیونکہ یہی بیماری ان کے تعلیمی ڈھانچے میں سرایت کر گئی ہے اور تدریجًا ان کے سلیبس کے دینی حصوں کو ختم کر رہی ہے۔

کوئی سال نہیں گزرتا جس میں ہم دیکھتے نہ ہوں کہ ان حصوں کو مٹا دیا جاتا ہے یا ایسے حصوں سے بدل دیا جاتا ہے جن میں تقویت اور سیاسی وجود کی مضبوطی کی کوئی بات نہیں ہوتی جیسے کہ نقشہ نویسی اور کتوں یا کبوتر وں وغیرہ کے ثانوی امور ہیں۔

جن کو دینی حصوں کے ختم کیے بغیر تدریس کے حصوں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

وہ شخص غلطی کرتا ہے..... بلکہ وجود کی تخریب میں حصہ دار بنتا ہے..... جو یہ خیال کرتا ہے کہ دینی حصوں کو کمزور کرنے اور تاریخ اسلامی کی طرف توجہ نہ دینے میں حکومت کے سیاسی وجود کی تقویت یا متمدن اقوام کے درمیان اس کے مقام کی بلندی ہے۔ یہ خیال اور اس کی ترویج دراصل ان تخریب کاروں کی جانب سے ہے جنھوں نے اس کی تنفیذ کے لیے خصوصی تجربہ حاصل کیا ہے اور ایک مدت کی غفلت نے ان کے لیے مقدر کر دیا ہے کہ وہ تعلیمی میدانوں میں حساس رہنما مناصب کا کام کریں۔

کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ ایک حکومت قائم ہو اور سب سے پہلے اسلام کی اساس اور اس کی طرف دعوت دینے اور اسے مضبوط کرنے اور اس کے آداب سے تمسک کرنے اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لیے قائم ہو مگر جب اس کی ہدایت پر چلنا شروع کرے اور اس کی علمبردار بنے تو اس کا کوئی وجود نہ رہے اور نہ ہی اس کی کوئی شان ہو..... کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ جس حکومت کی یہ شان ہو، اس کا مفاد اس میں ہو کہ وہ اپنے تعلیمی سلیبس سے دینی حصوں کو ختم کر دے

ہم عربی اور غیر عربی اسلامی ممالک کے تعلیم و تربیت کے ذمہ دار اصحاب سے دوبارہ واضح طور پر کہتے ہیں کہ تعلیمی سلیبس کو دینی تربیت اور اسلامی فقہ کے حصوں سے خالی رکھنے اور تاریخ اسلامی کی طرف توجہ نہ دینے سے دانشور نوجوانوں کے درمیان تخریبی مذاہب کی اشاعت ہو گی..... جو اس خطرناک تعلیمی سیاست کے اتباع میں، بتدریج تمام دینی اور اخلاقی محرکات سے عاری ہو جائیں گے اور اس کے نتیجے میں اسلامی ممالک میں فتنے اور اضطرابات پیدا ہوں گے، جن سے مصیبتوں اور دکھوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ قریب ہے کہ یہ ایک ممتاز علامت ہو جائے، جیسا کہ ہم دیکھ

میں آ رہا ہے۔

عالمِ عرب میں اس وقت جو قلق و اضطراب پایا جاتا ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ نوجوان، تعلیم و تربیت کے مراحل میں اسلام کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم سے انحراف کر گئے ہیں جس پر اس نے اپنی امت کو زندگی کے تمام مراحل میں چلنے کی دعوت دی ہے۔

اور میں اس موقع پر، بغیر قسم توڑے اور گنہ گار ہونے کے تین بار قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ امتِ اسلامیہ (خواہ عرب ہو یا غیر عرب) جب تک اسلام کی طرف رجوع نہ کرے گی اور دین و دولت اور اخلاق و معاملات میں اس سے متمسک نہ ہوگی، ہرگز امن و استقرار کا مزا نہ چکھے گی اور نہ ہی سکون و اطمینان سے آشنا ہوگی۔ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی جس سے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔

وَاللّٰہُ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

اس کتاب کے اہم مأخذ

نام کتاب		نام مؤلف
۱۔ تفسیر ابن کثیر	ــــــــــــ	ابن کثیر
۲۔ فتح القدیر (تفسیر)	ــــــــــــ	محمد بن علی شوکانی
۳۔ کشاف	ــــــــــــ	زمخشری
۴۔ فی ظلال القرآن	ــــــــــــ	سید قطب
۵۔ صحیح بخاری	ــــــــــــ	امام بخاری
۶۔ صحیح مسلم	ــــــــــــ	امام مُسلم
۷۔ زاد المعاد	ــــــــــــ	ابن قیم
۸۔ تاریخ العرب قبل الاسلام	ــــــــــــ	ڈاکٹر جواد علی
۹۔ سیرت ابن ہشام	ــــــــــــ	محمد بن اسحاق
۱۰۔ الأغانی	ــــــــــــ	ابوالفرج اصبہانی
۱۱۔ الصداقۃ والصدیق	ــــــــــــ	ابوحیان توحیدی
۱۲۔ صبح الأعشیٰ	ــــــــــــ	احمد بن علی نقشبندی
۱۳۔ المغنی فی الفقہ	ــــــــــــ	ابن قدامہ
۱۴۔ الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلا	ــــــــــــ	علاؤالدین مرداوی

نام کتاب		نام مؤلف
۱۵۔ کشاف القناع	ـــــــ	منصور بن یونس البھوتی
۱۶۔ شبہات حول الاسلام	ـــــــ	محمد قطب
۱۷۔ جمع الفوائد	ـــــــ	محمد بن محمد بن سلیمان
۱۸۔ غایۃ المنتہیٰ	ـــــــ	شیخ مصطفےٰ السیوط الرحیبانی
۱۹۔ طبری	ـــــــ	محمد بن جریر طبری
۲۰۔ القانون الاولی العام	ـــــــ	ڈاکٹر سموحی فوق العاد
۲۱۔ محمد نبی دا جل دولۃ	ـــــــ	ڈاکٹر منٹگمری واٹ
۲۲۔ حقائق الاسلام واباطیل خصومہ	ـــــــ	عباس محمود عقاد
۲۳۔ مایقال عن الاسلام	ـــــــ	"
۲۴۔ فقہ السنۃ	ـــــــ	سید سابق
۲۵۔ الرسول القائد	ـــــــ	اللواء الرکن محمود شیث خطاب
۲۶۔ الادب المفرد	ـــــــ	امام بخاری
۲۷۔ تفسیر امام محمد عبدہ	ـــــــ	سید رشید رضا
۲۸۔ حیاۃ محمد ورسالتہ	ـــــــ	مولانا محمد علی
۲۹۔ سیرت حلبیہ	ـــــــ	ابن برہان الدین
۳۰۔ فقہ السیرۃ	ـــــــ	محمد غزالی
۳۱۔ سمط النجوم العوالی	ـــــــ	عبد الملک بن حسین عصامی
۳۲۔ البدایۃ والنہایۃ	ـــــــ	اسماعیل بن کثیر
۳۳۔ الکامل فی التاریخ	ـــــــ	محمد ابن اثیر
۳۴۔ جوامع السیرۃ	ـــــــ	علی بن حزم

نام کتاب		نام مؤلف
۳۵ ۔ آثار المدینہ	———	عبد القدوس انصاری
۳۶ ۔ وفاء الوفاء	———	علی بن احمد سمہودی
۳۷ ۔ دائرہ معارف القرن الرابع عشر ۔ العشرین	———	محمد فرید وجدی
۳۸ ۔ لسان العرب	———	ابن منظور افریقی مصری
۳۹ ۔ نیل الاوطار	———	محمد بن علی شوکانی
۴۰ ۔ مجلۃ الحج شمارہ ۱۲، سال ۱۸	———	
۴۱ ۔ الیہود فی القرآن	———	عفیف عبد الفتاح طیارہ
۴۲ ۔ طبقات کبریٰ	———	ابن سعد
۴۳ ۔ معجم البلدان	———	یاقوت حموی
۴۴ مراصد الاطلاع علیٰ اسماء الامکنۃ والبقاع	———	صفی الدین عبد المؤمن بن عبد الحق
۴۵ ۔ معجم النساء	———	عمر رضا کحالہ
۴۶ ۔ الاعلام	———	خیر الدین زرکلی
۴۷ ۔ دیوانِ حماسہ	———	ابو تمام طائی
۴۸ ۔ العرب قبل الاسلام	———	جرجی زیدان
۴۹ الابطال	———	ٹامس کارلائل
۵۰ ۔ حضارۃ العرب	———	گستاف لوبن
۵۱ ۔ التشریع الجنائی فی الاسلام	———	عبد القادر عودہ شہید
۵۲ ۔ اصابہ	———	ابن حجر عسقلانی

نام کتاب		نام مؤلف
۵۳۔ استیعاب	ــــــــ	ابن عبدالبر
۵۴۔ ایام العرب فی الاسلام	ــــــــ	محمد ابوالفضل علی بجاوی
۵۵۔ الروض الانف	ــــــــ	سہیلی
۵۶۔ نہایۃ الارب	ــــــــ	قلقشندی
۵۷۔ معجزہ محمد رسول اللہ	ــــــــ	عبدالعزیز ثعالبی
۵۸۔ قصص الانبیاء	ــــــــ	عبدالوہاب نجار
۵۹۔ تاریخ ابن خلدون	ــــــــ	عبدالرحمٰن بن خلدون
۶۰۔ مروج الذہب	ــــــــ	مسعودی
۶۱۔ معجم قبائل العرب	ــــــــ	عمر رضا کحالہ
۶۲۔ معجم البکری	ــــــــ	البکری

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بدر

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتحپوری

نفیس اکیڈمی

اردو بازار۔ کراچی